BNPS401DCT

ہندوستانی حکومت اور سیاست

(Indian Government and Politics)

بی۔اے۔(آنرس)

چار سالہ پروگرام

چوتھا سمسٹر (سیاسیات)

مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

حیدرآباد۔32، تلنگانہ، بھارت

Copyright © 2026, Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad
All right reserved. No part of this publication may be reproduced or transmitted in any form or by any means, electronically or mechanically, including photocopying, recording or any information storage or retrieval system, without prior permission in writing form the publisher (registrar@manuu.edu.in)

ISBN : 978-81-689177-8-1
Course : Indian Government and Politics
First Edition : July 2026
Copies : 1200
Price : ₹160/- only (Included in the admission fee of distance mode students)

Course Coordinator

Dr. Ishtiyaq Ahmad, Asso. Prof. (Political Science), CDOE, MANUU

Editorial Board/Editors

Prof. Mohd Umar
Former Head, Dept. of Pol. Sci., DBAMU, Chhatrapati Sambhajinagar, Maharashtra

Prof. Mehtab Manzar
Professor (Retd.), Dept. of Political Science, Jamia Millia Islamia, New Delhi

Dr. Ishtiyaq Ahmad (Course Coordinator)
Asso. Prof., Public Administration, CDOE, MANUU, Hyderabad, Telangana

Dr. Mohammed Ghouse
Head, Dept. of Pol.Sc., Govt. Degree College for Women, Hussainialam, Hyderabad, TG

Dr. Md. Shahid Alam
Asst. Prof. (Contratctual), Pol. Sci., CDOE, MANUU, Hyderabad, Telangana

Prof. Mirza Asmer Beg
Former Chairperson, Dept. of Pol. Sci., AMU, Aligarh, Uttar Pradesh

Prof. A. Nageswara Rao
Professor and Head, Dept. of Political Science, MANUU, Hyderabad, Telangana

Dr. Dastagirbasha Chabnur
Assistant Professor, Political Science, CDOE, MANUU, Hyderabad, Telangana

Dr. Naved Ashrafi
Assistant Professor (Contractual), CDOE, MANUU, Hyderabad, Telangana

Dr. Mohd Akmal Khan (Language Editor)
Assistant Professor (Contractual), CDOE, MANUU, Hyderabad, Telangana

Production

Prof. Nikhath Jahan, Professor (Urdu), CDOE, MANUU

Mr. P Habibulla, Assistant Registrar, Purchase & Stores Section, MANUU

Dr. Mohd Akmal Khan, Asst. Prof. (Contractual), CDOE MANUU

Mohd Abdul Naseer, Section Officer, CDOE MANUU

Shaik Ismail, UDC, CDOE, MANUU

Syed Faheemuddin, LDC, Purchase & Stores Section, MANUU

On behalf of the Registrar, published by:

Centre for Distance and Online Education

Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad-500032 (TG), India
Director: dir.dde@manuu.edu.in *Publication:* ddepublication@manuu.edu.in
Phone number: 040-23008314 Website: manuu.edu.in
CRC prepared by **Dr. Md. Shahid Alam**, CDOE, MANUU, Hyderabad, Telangana
Printed at: **Print Time & Business Enterprises**, Hyderabad, Telangana

فہرست

پیغام	وائس چانسلر، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی	5
پیغام	ڈائرکٹر، مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم	6
کورس کا تعارف	کورس کوآرڈی نیٹر (سیاسیات)	7
اکائی **اکائی کا نام**	**مصنف**	**صفحہ**
1۔ ہندوستانی آئین: فلسفہ، بنیادی ڈھانچہ اور اہم خصوصیات	جناب محفوظ الرحمان، ڈاکٹر محمد ذکریا، ڈاکٹر اشتیاق احمد	9
2۔ بنیادی حقوق	ڈاکٹر محمد شاہد عالم	24
3۔ مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول	ڈاکٹر محمد شاہد عالم	40
4۔ قانون ساز مجلس (مقننہ)	جناب رضوان اللہ خان	52
5۔ عاملہ	ڈاکٹر محمد طارق انور	67
6۔ عدلیہ	ڈاکٹر محمد اکبر القادری	87
7۔ آئین کے وحدانی اور وفاقی خصوصیات	ڈاکٹر محمد صلاح اُدین	100
8۔ یونین ریاست تعلقات	ڈاکٹر عبد لقیوم	115
9۔ جمہوری لامرکزیت مقامی حکومت	ڈاکٹر محمد الیاس	133
10۔ سیاسی جماعتیں: علاقائی سیات	ڈاکٹر نعمان حیدر	145
11۔ قومی یکجہتی کے لیے چیلنجز: سماجی انصاف کے مسائل	ڈاکٹر محمد اکبر لقادری	162
12۔ سول سوسائٹی تحریک	ڈاکٹر شکیل احمد	176
نمونہ امتحانی پرچہ		192

مصنفین کی تفصیلات (Writers' Details)

جناب محفوظ الرحمان اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ سیاسیات، مالدہ کالج، مغربی بنگال

ڈاکٹر محمد شاہد عالم، اسسٹنٹ پروفیسر (کانٹریکچول)، (سیاسیات)، سی۔ڈی۔او۔ای۔، مانو

جناب رضوان اللہ خان، رفیق ذکریا کالیج، فارویمن، اورنگ آباد مہاراشٹرا

ڈاکٹر طارق انور، صدر، شعبہ سیاسیات، اس ڈی اس کالج، مرزاپور کلاں، ضلع شاہ جہاں پور، اُتر پردیش

ڈاکٹر اکبر القادری، الحسن ٹیچرس ٹریننگ کالیج، سمستی پور، بہار

ڈاکٹر محمد صلاح االدین، شعبہ سیاسیات، علی گرھ مسلم یونیورسٹی، علی گرھ

ڈاکٹر عبدالقیوم، اسوشیئٹ پروفیسر (رٹائرڈ)، شعبہ نظم ونشق عامہ، مانو، حیدرآباد، تلنگانہ

ڈاکٹر محمد الیاس شعبہ نظم ونسق عامہ، مانو

ڈاکٹر محمد نعمان حیدر، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سیاسیات اریہ کالج اریہ، بہار

ڈاکٹر شکیل احمد، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سیاسیات، بھگونت یونیورسٹی، اجمیر، راجستھان

ڈاکٹر ذکریا، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سیاسیات، کے۔جی۔ جھا کالج، بہار

ڈاکٹر اشتیاق احمد، اسوشیئٹ پروفیسر، مرکز برائے فاصلاتی وآن لائن تعلیم، مانو، حیدرآباد، تلنگانہ

پروف ریڈرز:

اول	:	ڈاکٹر محمد شاہد عالم
دوم	:	ڈاکٹر محمد نہال افروز
فائنل	:	ڈاکٹر اشتیاق احمد

ٹائٹل پیج : ابراہیم اکرم صدیقی

پیغام

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی (MANUU) 1998 میں پارلیمنٹ کے ایک ایکٹ کے ذریعے قائم کی گئی۔ یہ ایک مرکزی جامعہ ہے جس نے این اے اے سی کی جانب سے گریڈ A+ حاصل کیا ہے۔ اس جامعہ کے قیام کے مقاصد ہیں: (1) اردو زبان کا فروغ، (2) پیشہ ورانہ اور تکنیکی تعلیم کو اردو میڈیم میں قابل رسائی اور دستیاب بنانا، (3) روایتی اور فاصلاتی طریقۂ تعلیم کے ذریعے تعلیم فراہم کرنا، اور (4) خواتین کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینا۔ یہ وہ نکات ہیں جو اس مرکزی جامعہ کو دیگر تمام مرکزی جامعات سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے ایک انفرادیت بخشتے ہیں۔ قومی تعلیمی پالیسی 2020 میں بھی مادری زبانوں اور علاقائی زبانوں میں تعلیم حاصل کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

اردو کے ذریعے علم کے فروغ کا مقصد یہی ہے کہ اردو جاننے والے طبقے کے لیے عصری علوم اور مضامین تک رسائی آسان بنائی جائے۔ ایک طویل عرصے تک اردو میں درسی مواد کی کمی رہی ہے۔ اردو یونیورسٹی کے پاس اب اردو میں 350 سے زیادہ کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے اور ہر سمسٹر کے ساتھ اس تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اردو یونیورسٹی این ای پی 2020 کے وژن کے مطابق مادری/گھریلو زبان میں تعلیمی مواد فراہم کرنے کے قومی مشن کا حصہ بننے کو اپنے لیے ایک اعزاز سمجھتی ہے۔ مزید یہ کہ اردو بولنے والا طبقہ اردو میں مطالعہ کے مواد کی عدم دستیابی کے سبب نئے اُبھرتے شعبوں اور جدید تر معلومات کے موجودہ میدانوں میں تازہ ترین معلومات واطلاعات کے حصول سے محروم نہیں رہے گا۔ مذکورہ بالا میدانوں میں مواد کی دستیابی کی بدولت حصولِ معلومات کا نیا شعور بیدار ہوا ہے جو یقیناً اردو داں طبقے کی دانشورانہ ترقی پر اثرانداز ہوگا۔

فاصلاتی اور آن لائن طلبہ کے لیے تعلیم وتدریس کے عمل کو سہل بنانے کے لیے یونیورسٹی کا سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن (CDOE) اردو اور متعلقہ مضامین میں خود اکتسابی مواد (SLM) کی تیاری کو یقینی بناتا ہے۔

MANUU فاصلاتی اور آن لائن لرننگ کے طلبہ کے لیے SLM بلا معاوضہ فراہم کرتا ہے۔ یہ مواد اُردو کے ذریعے علم حاصل کرنے میں دلچسپی رکھنے والے ہر شخص کے لیے برائے نام قیمت پر دستیاب ہے۔ تعلیم تک رسائی کے دائرے کو مزید پھیلانے کے مقصد سے، اردو/ہندی/انگریزی/عربی میں eSLM یونیورسٹی کی ویب سائٹ پر مفت ڈاؤن لوڈ کے لیے دستیاب رکھا گیا ہے۔

مجھے بے حد خوشی ہے کہ متعلقہ فیکلٹی کی محنت اور مصنفین کے مکمل تعاون کی بدولت FYUG بی۔اے، بی۔ایس سی اور بی۔کام کی کتابوں کی اشاعت کا عمل بڑے پیمانے پر شروع ہو گیا ہے۔ فاصلاتی اور آن لائن لرننگ کے طلبہ کی سہولت کے لیے خود اکتسابی مواد (SLM) کی تیاری اور اشاعت کا عمل یونیورسٹی کے لیے اہمیت رکھتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اپنے خود تعلیمی مواد کے ذریعے اردو جاننے والے ایک بڑے طبقے کی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل ہوں گے اور اس یونیورسٹی کے مقصدِ قیام کو پورا کریں گے اور اپنے ملک میں اپنی موجودگی کو جائز ٹھہرا سکیں گے۔

نیک تمناؤں کے ساتھ!

پروفیسر سید عین الحسن
وائس چانسلر، مانو

پیغام

موجودہ دور میں فاصلاتی تعلیم کو دنیا بھر میں ایک نہایت مؤثر اور مفید طریقۂ تعلیم کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے اور بڑی تعداد میں لوگ اس طریقۂ تعلیم سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے بھی اردو زبان بولنے والے عوام کی تعلیمی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے قیام کے وقت سے ہی فاصلاتی تعلیم کا طریقہ متعارف کرایا۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے 1998 میں ڈائریکٹوریٹ آف ڈسٹنس ایجوکیشن (نظامتِ فاصلاتی تعلیم) کے ساتھ کام کا آغاز کیا اور 2004 سے باقاعدہ پروگرام شروع ہوئے، اس کے بعد مختلف شعبہ جات قائم کیے گئے۔

یو جی سی نے ملک میں نظام تعلیم کو مؤثر طور پر منظم کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ اوپن اینڈ ڈسٹنس لرننگ (ODL) موڈ کے تحت چلنے والے مختلف پروگرام، جو سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن (CDOE) میں چل رہے ہیں، یو جی سی-ڈی ای بی کے منظور شدہ ہیں۔ یو جی سی-ڈی ای بی نے فاصلاتی اور باقاعدہ تعلیم کے نصاب کو ہم آہنگ کرنے پر زور دیا ہے تاکہ فاصلاتی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کے معیار کو بہتر بنایا جاسکے۔ چونکہ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی ایک دُہرے طرز (ڈوئل موڈ) کی یونیورسٹی ہے جو فاصلاتی اور روایتی دونوں طریقۂ تعلیم کی خدمات فراہم کرتی ہے، اس لیے اپنے مقاصد کو یو جی سی-ڈی ای بی کے رہنما خطوط کے مطابق حاصل کرنے کے لیے اس نے چوائس بیسڈ کریڈٹ سسٹم (CBCS) متعارف کرایا گیا جس کا خود اکتسابی مواد (Self Learning Materials) یو جی سی کے قوانین اور کریڈٹ فریم کے مطابق نئے سرے سے تیار کیے جاچکا ہے۔

سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن (CDOE) کل انیس (19) پروگرام پیش کرتا ہے جن میں یو جی، پی جی، بی ایڈ، ڈپلومہ اور سرٹیفکیٹ پروگرام شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تکنیکی مہارتوں پر مبنی پروگرام بھی شروع کیے جارہے ہیں۔ سی ڈی اوای نے جولائی 2025 سے این ای پی-2020 کے مطابق چار سالہ یو جی پروگرام کا آغاز کیا ہے۔ بی اے، بی ایس سی اور بی کام کے آنرز پروگراموں کو این سی ایف کے مطابق ڈیزائن کیا گیا ہے جس سے طلبہ کو آنرز ڈگری حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔ سال 2025-2026 سے ایم بی اے پروگرام او ڈی ایل موڈ میں متعارف کرایا گیا ہے۔

مانو نے طلبہ کی سہولت کے لیے نو ریجنل سنٹرز (بنگلورو، بھوپال، دربھنگہ، دہلی، کولکاتا، ممبئی، پٹنہ، رانچی اور سری نگر) اور چھ سب ریجنل سنٹرز (حیدر آباد، لکھنؤ، جموں، نوح، وارانسی اور امراوتی) کا ایک وسیع نیٹ ورک قائم کیا ہے۔ اس کے علاوہ وجے واڑا میں ایک ایکسٹینشن سنٹر بھی قائم کیا گیا ہے۔ ان ریجنل اور سب ریجنل سنٹروں کے تحت ایک سو پچاس سے زیادہ لرنر سپورٹ سنٹر (LSCs) اور بیس پروگرام سنٹر بیک وقت چلائے جارہے ہیں تاکہ طلبہ کو تعلیمی اور انتظامی سہولیات فراہم کی جاسکیں۔ سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن اپنی تعلیمی اور انتظامی سرگرمیوں میں آئی سی ٹی کا بھرپور استعمال کرتا ہے اور اپنے تمام پروگراموں میں صرف آن لائن موڈ کے ذریعے ہی داخلے فراہم کرتا ہے۔

طلبہ کے لیے سیلف لرننگ میٹیریل (SLM) کی سوفٹ کاپی سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن کی ویب سائٹ پر دستیاب کرائی جاتی ہیں اور آڈیو و ویڈیو ریکارڈنگ کے لنک بھی ویب سائٹ پر فراہم کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ طلبہ کو ای۔ میل اور واٹس ایپ گروپ کی سہولت بھی فراہم کی جارہی ہے جن کے ذریعے انہیں پروگرام کے مختلف پہلوؤں جیسے کورس رجسٹریشن، اسائنمنٹ، کاؤنسلنگ، امتحانات وغیرہ کے بارے میں مطلع کیا جاتا ہے۔ باقاعدہ کاؤنسلنگ کے علاوہ گزشتہ دو برسوں سے طلبہ کے تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کے لیے زائد تدارکی (Remedial) آن لائن کاؤنسلنگ بھی فراہم کی جارہی ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن تعلیمی اور معاشی طور پر پسماندہ آبادی کو عصری تعلیم کے دھارے میں شامل کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرے گا۔ تعلیمی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے نئی تعلیمی پالیسی (NEP-2020) کے مطابق مختلف پروگرامز میں تبدیلیاں کی گئی ہیں اور توقع ہے کہ اس سے اوپن اینڈ ڈسٹنس لرننگ کے نظام کو مزید مؤثر اور کارآمد بنانے میں مدد ملے گی۔

پروفیسر محمد رضا اللہ خان

ڈائرکٹر، سی ڈی اوای، مانو

کورس کا تعارف

عزیز طلبا،

علم سیاسیات سماجی علوم کا ایک اہم مضمون ہے۔ ارسطو نے علم سیاسیات کو عظیم علم کہا ہے۔ سیاسیات کا مطالعہ کرنے سے ہمیں مملکتوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہے۔ اس کے مطالعے سے حکومت سے متعلق بھی معلومات حاصل ہوتی ہے۔ سیاسی طور سے بیدار ہونے کے لیے بھی ہمیں سیاسیات کا مطالعہ کرنا بہت ضروری ہے۔

علم سیاسیات پڑھنے سے ہمیں یہ معلومات حاصل ہوتی ہے کہ ہمارے حقوق کیا ہیں؟ ہمارے فرائض کیا ہیں؟ اس لیے علم سیاسیات کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ سیاسیات کے اندر ہم بہت سے اصولوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس لیے علم سیاسیات کا مطالعہ کرنا ہمارے لیے اہم، مفید اور شاذونادر ہے۔ اس کا مطالعہ کرنے سے ہمیں حقوق، مساوات، آزادی اور انصاف کی معلومات ہوتی ہے۔ علم سیاسیات کے مطالعے کی افادیت یہ ہے کہ یہ انسان کو سیاسی نظر سے بیدار بناتا ہے۔ انسان ایک سیاسی مخلوق ہے، یعنی انسان کی کچھ ضرورتیں ایسی ہیں جن کے لیے مملکت کی معلومات حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس کے مطالعے سے ہمیں ماضی، حال کا تعارف اور کامیاب مستقبل کی تشکیل کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔

'ہندوستانی حکومت اور سیاست' سیاسیات کا ایک بنیادی مضمون ہے۔ یہ کتاب خاص طور پر ہندوستانی حکومت اور سیاست کے فلسفیانہ، نظریاتی اور فعال پہلوؤں کے بارے میں اور حکومت کے مختلف اعضاوں اور ہندوستانی اُئین اُس کی توضیات سے مطلق طلبہ کی سمجھ کو بڑھانے کے لیے ڈیزائن کی گئی ہے اور سیاسی عمل اور سیاسی نظام کے اصل کام پر تفصیل سے توجہ مرکوز کرتی ہے۔ نئ تعلیمی پالیسی 2020 کے تحت تیار کی گئی یہ کتاب چار بلاک پر مشتمل ہے اور ہر بلاک میں تین اکائیاں موجود ہیں۔ اس طرح اس کورس میں 12 اکائیاں ہیں۔

پیش کردہ کتاب میں دستور کی اہمیت، ہندوستانی دستور کی تشکیل، ہندوستانی دستور کی خصوصیت، ہندوستانی دستور کا دیباچہ، بنیادی حقوق، بنیادی فرائض، ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول، ہندوستانی مقننہ، عاملہ، عدلیہ، آئین کے وحدانی اور وفاقی خصوصیات، مرکز-ریاست تعلقات، سیاستی جماعتیں، قومی یکجہتی اور سول سوسائٹی تحریک وغیرہ پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

امید ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر سماجی علوم خاص طور سے علم سیاسات کا مطالعہ کرنے والے طلبا و طلبات کی رہنمائی کرے گی اور ان کے لیے مفید ثابت ہو گی۔ اور ان کی لیاقت وصلاحیت میں اضافہ کرے گی۔

ڈاکٹر اشتیاق احمد
کورس کوآرڈی نیٹر



مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی

मौलाना आज़ाद नेशनल उर्दू यूनिवर्सिटी

MAULANA AZAD NATIONAL
URDU UNIVERSITY

(Accredited Grade "A+" by NAAC)

اکائی 1۔ بھارتی آئین: فلسفہ، بنیادی ڈھانچہ، اور نمایاں خصوصیات

(Indian Constitution: Philosophy, Basic Framework, and Salient Features)

اکائی کے اجزا:

1.0 تمہید

1.1 مقاصد

1.2 آئین کے معنی

1.3 آئین کی خصوصیات

1.4 آئین کے فرائض

1.5 آئین کی درجہ بندی

1.6 آئین ہند

1.6.1 آئین ہند تیار کرنے کی مختصر تاریخ

1.6.2 آئین ہند کی اہمیت

1.6.3 آئین ہند کے وہ حصے جو دوسرے آئین سے ماخوذ ہیں

1.6.4 آئین ہند کی اہم خصوصیات

1.7 اکتسابی نتائج

1.8 کلیدی الفاظ

1.9 نمونہ امتحانی سوالات

1.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

1.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

1.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

1.0 تمہید (Introduction)

ہر ملک کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ایک اپنا آئین ہو جو سب سے اعلی ہو، وہ تمام شہریوں کو حقوق فراہم کرے اور حکمراں کے لئے اختیارات وحدود متعین کرے ورنہ حکمراں کے آمر بننے کے امکانات قوی ہو جاتے ہیں۔ آئین کی تاریخ بہت ہی قدیم ہے لیکن جدید آئین کی شروعات 1215 سے برطانیہ سے ہوئی اور یہ سلسلہ پوری دنیا میں جاری رہا۔ جہاں تک ہمارے ملک ہندوستان میں آئین تیار کرنے کی تاریخ ہے تو یہ دسمبر 1946 سے شروع ہوا اور 26 نومبر 1949 کو آئین ہند تیار ہو گیا اور 26 جنوری 1950 کو مکمل طور پر نافذ ہو گیا۔ آئین ہند مختلف ناحیے سے دنیا کے آئینوں میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے اور بہت سی عظیم خصوصیات کا حامل ہے۔ مثلا بنیادی حقوق کا تفصیلی بیان، واحد شہریت، تین سطحی حکومت، مربوط وآزاد عدلیہ، پارلیمانی طرز حکومت وغیرہ۔

1.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کا مقصد طلبا کو آئین کا تصور فراہم کرنے کے ساتھ ہی ساتھ مندرجہ ذیل کے نکات کی جانکاری فراہم کرائیں گے۔

- ایک آئین میں کن نکات کا ہونا ضروری ہے جانیں گے۔
- ایک ملک کے لئے آئین کا ہونا کیوں ضروری ہے، اسے بیان کریں گے۔
- آئین کے افعال کو بیان کریں گے۔
- آئین کی خصوصیات کو واضح کریں گے۔
- آئین ہند بنانے کی مختصر تاریخ اور آئین ساز اسمبلی کے سامنے درپیش مسائل کی طرف اشارہ کریں گے۔
- آئین ہند کی اہمیت کو واضح کریں گے۔
- آئین ہند کی ان توضیعات کا تذکرہ کریں گے جو دوسرے آئین سے ماخوذ ہیں۔
- آئین ہند کی اہم خصوصیات کا تذکرہ کریں گے۔

1.2 آئین کے معنی (Meaning of Constitution)

آئین انگریزی لفظ کا اردو ترجمہ ہے جس کا لاطینی لفظ ہے۔ سع ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں احکام وضوابط، تو اس دلیل کو آئین کہا جائے گا جس میں بنیادی اصول وقواعد کے مجموعہ کو آئین کہا جاتا ہے۔

لیکن اس کے اصطلاحی معنی مختلف ماہرین آئین نے اس طرح بیان کئے ہیں

پروفیسر واڈے اینڈ فلپس کے الفاظ میں۔آئین ایک مقدس دلیل ہے جو ملک کی حکومت کے مختلف اعضا کا فریم ورک اور بنیادی افعال کو مقرر کرے اور ان اعضا کو چلانے کے لئے اصول متعین کرے،

لورڈ بولنگبروک کے مطابق۔آئین کا مطلب قوانین،ادارے اور رواج کا مجموعہ جو وجوہات کے مخصوص اصولوں سے ماخوذ ہوں اور عوام نے ان کو تسلیم کر لئے ہوں

ایچ کو لینس کے مطابق۔آئین حکومت کا کام نہیں ہے بلکہ لوگوں کا کام ہے جو حکومت کی تشکیل دیتے ہیں اور آئین بغیر حکومت کا مطلب طاقت بغیر کسی حق ہونا ہے،

بھارت کے آئین کا فلسفہ (Philosophy of Indian Constitution)

بھارت کا آئین صرف قوانین کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک جامع نظریہ اور فلسفہ ہے جو ملک کے عوام کی امنگوں،اقدار اور خوابوں کی ترجمانی کرتا ہے۔یہ آئین نہ صرف ایک جمہوری نظام حکومت کی بنیاد فراہم کرتا ہے بلکہ سماجی انصاف،آزادی،مساوات اور بھائی چارے جیسے اعلیٰ اصولوں کو بھی فروغ دیتا ہے۔

آئین کے دیباچے (Preamble) میں بھارتی آئین کے فلسفے کی جھلک ملتی ہے۔اس میں بھارت کو ایک "خود مختار،سوشلسٹ،سیکولر، جمہوری جمہوریہ "قرار دیا گیا ہے اور ہر شہری کو انصاف،آزادی،مساوات اور بھائی چارے کی ضمانت دی گئی ہے۔ان الفاظ میں وہ بلند نظریات چھپے ہیں جو آئین سازوں نے ایک آزاد اور خوشحال بھارت کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے اختیار کیے۔

بھارتی آئین کا مقصد ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا ہے جہاں ہر فرد کو بلا امتیاز ترقی کے یکساں مواقع میسر ہوں۔آئین میں درج بنیادی حقوق شہریوں کو آزادی اظہار،مذہب،مساوی سلوک اور قانون کی نظر میں برابری جیسے حقوق فراہم کرتے ہیں۔ان کے ساتھ ہی ریاست کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ ایک فلاحی ریاست کے قیام کی کوشش کرے جو غربت،جہالت اور بیماری کے خلاف جدوجہد کرے۔

آئین کی خصوصیت اس کی لچک اور جامعیت میں بھی ہے۔یہ وقت اور حالات کے ساتھ بدلنے کی گنجائش رکھتا ہے تاکہ ملک کی بدلتی ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔اس طرح،بھارتی آئین ایک زندہ اور متحرک دستاویز ہے جو قوم کی روح اور ضمیر کی نمائندہ ہے۔

1.3 آئین کی خصوصیات (Characteristics of Constitution)

- آئین ملک کا سب سے عظیم قانونی دستاویز ہوتا ہے۔
- آئین ملک کو منظم طریقے سے چلانے میں اہم رول ادا کرتا ہے۔
- ملک کے دوسرے قوانین کا آئین کے موافق ہونا ضروری ہے۔
- آئین میں حکومت اور عوام سے متعلق نکات ہوتے ہیں۔

- آئین حکومت اور عوام کے درمیان تعلق کو بیان کرتا ہے کیونکہ ملک کی ترقی میں عوام کا رول بڑا ہوتا ہے۔
- آئین میں ترمیم دشوار یا آسان یا مخلوط ہو سکتا ہے
- آئین تحریری ہو سکتا ہے یا غیر تحریری۔

1.4 آئین کے فرائض (Functions of Constitution)

- آئین ملک کی نوعیت کو بیان کرتا ہے جیسا کہ وہ ملک مقتدر اعلی، سیکولر، جمہوری ہے وغیرہ
- آئین بنیادی حقوق کا مجموعہ پیش کرتا ہے تاکہ لوگ آپس میں تعاون واعتماد کے ساتھ رہ سکیں۔
- آئین اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ حکومت کیسے بنے گی اور کن کے پاس فیصلہ لینے کے اختیارات ہوں گے۔
- آئین اچھا سماج تیار کرنے کے لئے لوگوں کی ذمہ داری کو بیان کرتا ہے۔
- شہری کے بنیادی حقوق اور دوسرے باشندوں کے قانونی حقوق کو بیان کرتا ہے۔
- آئین مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ کے تمام اختیارات کا ذریعہ ہے۔
- اختیارات کو حکومت کے اعضا کے درمیان تقسیم کرتا ہے۔
- آئین حکمرانوں کے اختیارات کے لئے حدود متعین کرتا ہے۔
- آئین اختیارات کو حکومت کے مختلف سطحوں جیسا کہ مرکزی، ریاستی و مقامی کے درمیان تقسیم کرتا ہے۔

1.5 آئین کی درجہ بندی (Classification of Constitution)

مندرجہ ذیل طریقے سے آئین کی درجہ بندی کی جاتی ہے۔

1۔ بطور ترمیم آئین کی دو قسمیں ہیں۔

(a) لچکدار آئین (Flexible Constitution) : ایک ایسا آئین جس میں ترمیم بڑی آسانی سے کی جاسکتی ہے، پارلیمنٹ کی معمولی اکثریت آئین میں کسی طرح کی ترمیم کر سکتی ہے جیسا کہ برطانوی آئین

(b) سخت آئین (Rigid Consstitution) : ایسا آئین جس میں ترمیم کرنا مشکل ہو، ترمیم کے لئے خاص طریقہ کار کی بات خود آئین میں کی گئی ہو جیسا کہ امریکی آئین۔

2۔ بطور تحریر آئین کی دو قسمیں ہیں

(a) تحریری آئین (Written Constitution) : ایسا آئین جو ایک دستاویز میں قلمبند ہو جیسا کہ امریکہ، بھارت، فرانس کے آئین

(b) غیر تحریری آئین (Non-Written Constitution) :ایسا آئین جو کسی ایک منفرد دستاویز میں قلمبند نہ ہو جیسا کہ برطانیہ، اسرائین و نیوزی لینڈ کے آئین۔

1.6 آئینِ ہند (Constitution of India)

1.6.1۔آئین ہند تیار کرنے کی مختصر تاریخ (Brief History of Making of Indian Constitution)

ویسے تو آئین ہند 1950 میں لاگو ہوا لیکن اس کی جڑیں بڑی پرانی ہیں۔ انگریز کا ہندوستان میں 1600 میں تجارت کی غرض سے آنا اور آہستہ آہستہ تجارت کے ساتھ ہی ساتھ حکومت پر قابض ہو جانا اور ایک لمبا عرصہ تک حکومت کرنا، میں کئی قانون بنائے جو ہمارے آئین کے تیار کرنے میں ان قوانین کا اثر دکھتا ہے۔ بنیادی طور پر اس عرصہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک کمپنی رول 1773 سے 1858 تک اور دوسرا بادشاہ کی حکومت 1858 سے 1947 تک۔

کمپنی کی حکومت کے اہم قوانین یہ ہیں۔(1) 1773 کا ریگولیٹنگ ایکٹ جس میں کلکتہ میں سپریم کورٹ کا قیام عمل میں آیا۔ بنگال کے گورنر کو گورنر جنرل آف بنگال بنایا۔ (2) 1784 کا پیٹس انڈیا ایکٹ نے کمپنی کے تجارتی و سیاسی افعال کو الگ الگ کر دیا۔ (3) 1813 کا چارٹر ایکٹ، اس ایکٹ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی ہندوستان سے چائے اور افیم کے علاوہ دوسری تجارتوں میں اجارہ داری کو ختم کر دیا اور سارے انگریزوں کے لئے تجارت عام کر دی۔(4) 1833 کا چارٹر ایکٹ۔ اس ایکٹ نے بنگال کے گورنر جنرل کو ہندوستان کا گورنر جنرل بنا دیا۔ بمبئی اور مدراس کے قانون سازی اختیارات ختم کر دئے۔ کمپنی کی تجارتی سرگرمیوں کو ختم کر کے اسے ایک انتظامی ادارہ بنا دیا۔(5) 1855 کا چارٹر ایکٹ۔ اس ایکٹ نے انڈین سول سروس کی شروعات کی جس کا مقصد تھا کھلا مقابلہ کے ذریعہ انتظامیہ میں عملہ کی تقرری ہو سکے۔

بادشاہ کی حکومت 1858۔1947 کے مشہور ایکٹ:(1) 1858 کا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ۔ 1857 کی لڑائی کے بعد کمپنی کی حکومت ختم ہو گئی اور برطانوی بادشاہت نے ہندوستان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ہندوستان کے لیے سکریٹری آف اسٹیٹ کا عہدہ بنایا گیا اور گورنر جنرل کو وائسرائے بنا دیا گیا۔(2) 1861 کا انڈین کونسل ایکٹ۔ ہندوستانیوں کی نمائندگی وائے سرائے کے کونسل میں رکھی گئی۔ غیر مرکزیت کی بنیاد رکھی گئی۔(3) 1892 کا انڈین کونسل ایکٹ۔ بالواسطہ انتخابات لاگو کئے گئے۔ قانون ساز کونسل کے اختیارات بڑھائے گئے،(4) 1909 کا انڈین کونسل ایکٹ۔ قانون ساز کونسل میں بلاواسطہ انتخابات شروع کئے گئے علاحدہ فرقہ وارانہ ووٹر بنایا گیا۔ (5) 1919 کا انڈین گورنمنٹ ایکٹ۔ مرکزی و ریاستی مضامین الگ کیے گئے۔ ریاسطی سطح پر دوہری حاکمیت اور دوایوانی مقننہ سے متعارف کیا گیا۔(6) 1935 کا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ۔ آل انڈیا فیڈریشن کی تجویز رکھی، ریاستی سطح پر دوہری حاکمیت کا اختتام، وفاقی کورٹ کا قیام، ریزرو بینک آف انڈیا کے قیام کی تجویز۔(7) آزادی ہند ایکٹ 1947۔ اس نے ہندوستان کو ایک خود مختار آزاد اعلان کیا اور انتظامی و قانون سازی کے اختیارات آئین سازی اسمبلی کو دیا۔ وائے سرائے اور گورنر کو آئینی سربراہ کا درجہ دیا گیا۔

لیکن یہ قوانین آزاد ہند کیلئے کافی نہیں تھے، اس لئے آزادی سے قبل ہمارے رہنماوں میں سے ایم این رائے نے 1934 میں اور انڈین نیشنل کانگریس نے 1935 میں آئین ساز اسمبلی کا مطالبہ کیا جو آزاد ہند کا آئین تیار کرے۔ اس مطالبہ کو کیبینٹ میشن نے تسلیم کیا اور نومبر 1946 میں بالواسطہ انتخابات کے ذریعہ 389 ممبران منتخب ہوئے اور آئین ساز اسمبلی کی پہلی میٹنگ 9 دسمبر 1946 میں شروع ہوئی مسلم لیگ نے اس میٹنگ کا بائیکاٹ کیا اور تقسیم ہند کے بعد ممبران کی تعداد 299 ہو گئی۔ آئین ساز اسمبلی کی انتھک کوششوں سے دو سال گیارہ ماہ اٹھارہ دن، گیارہ اجلاس اور ساٹھ ممالک کے آئین کے گہرہ مطالعہ کے بعد 26 نومبر 1949 کو آئین تیار ہو کر پاس ہوا اور 26 جنوری 1950 کو لاگو ہو گیا۔

1.6.2 ماخوذ توضیعات (Derived Provisions)

آئین ہند کے وہ حصے جو دوسرے آئین سے ماخوذ ہیں:

ذرائع	ماخوذ توضیعات
جنوبی افریقہ	راجیہ سبھا کے ممبران کا انتخاب، آئین میں ترمیم
جاپان	قانون کے ذریعہ قائم کردہ طریقہ کار کا تصور
جرمنی	ہنگامی حالت میں بنیادی حقوق کا معطل ہونا
فرانس	جمہوریت کا تصور، اخوت، مساوات اور آزادی کا تصور
سویت یونین	بینادی فرائض، انصاف (سماجی، معاشی اور سیاسی) کے نظریات
آسٹر لیا	متوازی فہرست، پارلیمنٹ کے دو ایوان کی مشترکہ نششت، تجارت بیوپار اور لین دین کی آزادی
کناڈا	ایک ایسا وفاقی طرز حکومت جس میں مرکز زیادہ طاقتور ہو، بقیہ اختیارات مرکز کے پاس ہوں گے، ریاستی گورنر کا تقرر مرکز کرے گا، سپریم کورٹ کا مشاورتی اختیار سماعت
آئیر لینڈ	مملکت کی حکمت عملی کے ہدایتی اصول، ارکان راجیہ سبھا کی نامزدگی، صدر جمہوریہ کے انتخاب کا طریقہ
امریکا	بنیادی حقوق، عدلیہ کی آزادی، عدالتی نظرثانی، صدر جمہوریہ پر اتہام بدنظمی، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں کا عہدہ سے علاحدہ کرنا، نائب صدر کا عہدہ
برطانیہ	پارلیمانی طرز حکومت، قانون کی حکمرانی، واحد شہریت، دو ایوان کا وجود، کابینی نظام، قانون سازی کا طریقہ کار، پارلیمانی مراعات، استحقاقی رٹ
1935 آئین حکومت ہند	وفاقی طرز حکومت، گورنر کا آفس، پبلک سروس کمیشن، عدلیہ، ہنگامی حالت سے متعلق توضیعات، نظم ونسق کی تفصیلات،

1.6.3۔آئین ہند کی اہمیت(Importance of Constitution of India)

آئین ہند دنیا کے عظیم آئینوں میں سے ایک ہے۔آئین ہند ہندوستانیوں کی مسلسل جدوجہد، قربانی اور قومی یکجہتی کا نتیجہ ہے۔ویسے تو ہمارا ملک میں غیر ملکی سامراجوں نے حکومت کی ہے۔اس لئے آئین کا تصور جدید ہی ہے۔اور ہمارا آئین تو بس 1950 سے لاگو ہوا لیکن اس آئین نے ہندوستان کی کایا پلٹ دی۔آئین نے تمام شہریوں کو بنیادی حقوق فراہم کیا ان سے محرومی پر عدلیہ کو یہ ہدایت واختیار دیا کہ وہ بنیادی حقوق سے کسی بھی فرد کو محرومی سے بچائے۔ملک کی جمہوریت کی بنیاد رکھی اور ہر ہندوستانی کو رائے دہندگی، انتخابات لڑنے، تمام آئینی عہدوں سب کے لئے عام کردئے۔عدل ومساوات، کسی مذہب، ذات، جنس، رنگ وغیرہ کی بنیاد پر فرق نہیں کیا جائے گا۔آئین ہند نے اختیارات کی تقسیم اس انداز میں کی ہے کہ کوئی تاناشاہ بن نہ سکے اور اپنی منمانی نہ کرسکے۔ہر شہری کی چوطرفہ ترقی ہو اس کے لئے آئین ہند نے اسٹیٹ کو ہدایات دی ہے۔اور آئین سے قبل ہندوستانی عموماان چیزوں سے محروم ہوتے رہے ہیں لیکن آئین نے ہمیں وہ چیزیں، سہولیات فراہم کی اور آئین ہی کی وجہ سے ہندوستان اتنی ترقی کررہا ہے۔

1.6.4۔آئین کی اہم خصوصیات (Main Features of the Constitution)

آئین ہند کی اہم خصوصیات کا تذکرہ حسب ذیل نکات میں کیا گیا ہے:

1. سب سے ضخیم تحریری آئین: ویسے تو آئین دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تحریری آئین جو منظم طریقے سے ایک واحد دستاویز میں تحریری شکل میں موجود ہو' اس کے برعکس غیر تحریری آئین ہے جو کسی ایک دستاویز میں تحریری شکل میں نہ ہو۔ اور دفعات(Articles) تو آئین ہند دنیا کا سب سے ضخیم تحریری آئین ہے۔یہ ضخامت دفعات الفاظ میں ہے۔ہمارے آئین میں کل 395 آرٹیکل تھے جن کی تعداد بڑھ کر ابھی تقریباً 470 ہوچکی ہے۔باعتبار آرٹیکل دوسرا ضخیم آئین مینمار کا ہے جس میں فی الحال 457 ادفعات ہیں۔الفاظ کی تعداد کے اعتبار سے بھی آئین ہند سب سے ضخیم ہے New Papua Guinea کیونکہ اس میں الفاظ کی تعداد تقریباً ڈیڑھ لاکھ ہے جبکہ دوسرا سب سے ضخیم آئین کا ہے جسمیں تقریباً ایک لاکھ الفاظ ہیں۔
2. مختلف آئین سے ماخوذ: آئین ہند کے نکات دنیا کے مختلف آئین سے ماخوذ ہیں۔جس سے متعلق ڈاکٹر امبیڈکر نے فخر سے کہا کہ ہمارا آئین اکثر ممالک کے آئین کا گہرا مطالعہ کے بعد بنایا گیا ہے۔لہذا اس میں کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔وفاقی نظام اور کئی اہم نکات گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 سے لیا گیا ہے۔پارلیمانی جمہوریت قانون کی بالادستی' کابینی نظم ونسق وغیرہ برطانوی آئین سے لیا گیا ہے جبکہ بنیادی حقوق' عدلیہ کے اختیارات' عدلیہ کی آزادی وعدالتی نظرثانی وغیرہ امریکی آئین سے لیا گیا ہے۔ان کے علاوہ جنوبی آفریقہ' جاپان' جرمنی' سویت یونین' آسٹرلیا کناڈا اور آئرلینڈ کے آئین سے بہت ہی اہم نکات لئے گئے ہیں۔
3. لچک اور سختی کا امتزاج: طرز ترمیم کو دیکھتے ہوئے آئین کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے وہ آئین جس میں ترمیم آسانی سے کیا جاسکے جیسا کہ برطانوی آئین ہے اسے لچکدار آئین کہا جاتا ہے۔اور اگر آئین میں کسی طرح ترمیم لانا مشکل ہو اور اس کے لئے خاص طریقہ

کار ہو تو اسے سخت آئین کہا جاتا ہے جیسا کہ امریکہ کا آئین ہے۔ تو اگر آئین ہند کو اس نوعیت سے دیکھیں تو اسمیں لچک و سختی کا امتزاج ہے جو اسے انوکھا بنا دیتا ہے۔ اس کے کچھ حصے کو آسانی سے بدلا جا سکتا ہے اور کچھ حصے میں ترمیم کے لئے خاص طریقہ کار اپنایا گیا ہے۔

4. وحدانی تعصب کے ساتھ وفاقی نظام: ہندوستان میں آئین کے ذریعہ وفاقی نظام لاگو کیا گیا اور وفاقی نظام حکومت کی اکثر خصوصیات پائی جاتی ہیں جیسا کہ اختیارات کی تقسیم، دو سطحی حکومت، تحریری آئین، آئین کی بالادستی، آزاد عدلیہ اور ایوان اسمبلی۔ لیکن آئین ہند میں وفاقی نظام کے مخالف کچھ نکات موجود ہیں جیسا کہ ہنگامی حالات کے اختیارات، نئے صوبے کی تشکیل، راجیہ سبھا میں صوبوں کی غیر مساوی نمائندگی، لوک سبھا کا راجیہ سبھا سے زیادہ طاقتور ہونا۔ اس لئے کئی ماہرین آئین نے آئین ہند کے وفاقی نظام حکومت کی تنقید کی ہے۔

5. واحد شہریت: وفاقی طرز حکومت میں عموماً دوہری شہریت ہوا کرتی ہے لیکن وفاقی ملک ہونے کے باوجود ہندوستان نے واحد شہریت کو اپنایا ہے۔ دوہری شہریت جیسا کہ امریکہ میں ہے ایک فرد ملک کی شہری اور اس ریاست کا بھی شہری جس سے اس کا تعلق ہے۔ اسے قومی آئین کے مطابق حقوق ملتے ہیں اسی طرح ریاستی آئین کے ذریعہ فراہم کئے گئے حقوق ملتے ہیں وہ دونوں سے وفاداری نبھاتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس ہندوستان میں ایک فرد صرف ملک کا شہری ہوتا ہے ریاست کا نہیں وہ ریاست کا صرف باشندہ ہوتا ہے۔ ہندوستان کے تمام شہریوں کو یکساں بنیادی حقوق حاصل ہونگے اور ملک کے کسی بھی کونے میں جا سکتا ہے مستقل طور پر رہ سکتا ہے، ملازمت کر سکتا ہے۔ اس سے ملک میں علاقیت کا خاتمہ ہوتا ہے لوگوں میں اتحاد پیدا ہوتا ہے۔ واحد شہریت کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جو شخص ہندوستانی شہریت رکھتا ہو وہ بیک وقت کسی اور ملک کی شہریت نہیں رکھ سکتا۔ اگر کوئی ہندوستانی شہری دوسرے ملک کی شہریت قبول کرے تو اس کی ہندوستانی شہریت ختم ہو جائے گی۔ اسی طرح دوسرے ملک کے شہری کو ہندوستانی شہریت اس وقت ملے گی جب وہ اس ملک کی شہریت چھوڑے گا۔

6. تین سطحی حکومت: اصل آئین ہند میں ملک میں دو سطح، مرکزی و ریاستی حکومت کی بات کی گئی تھی۔ مقامی حکومت کا واضح طور پر تذکرہ نہیں کیا گیا تھا۔ صرف مملکت کی حکمت عملی کے ہدایتی اصول کے تحت آرٹیکل 40 میں گرام پنچایتوں کی تنظیم کی بات کی گئی تھی۔ 1992 میں مقامی حکومت کو آئین کا حصہ بنایا گیا۔ 73 ویں آئینی ترمیم کے ذریعہ دیہی مقامی حکومت پنچایت اور 74 ویں آئینی ترمیم کے ذریعہ شہری مقامی حکومت کو آئینی موقف عطا کیا گیا۔ ہندوستانی آئین کی انوکھی خصوصیت ہے اس وقت سے ہندوستان میں تین سطحی حکومت ہے۔ مرکزی، ریاستی اور مقامی حکومت۔

7. آزاد ادارے: آئین ہند نے مرکزی و ریاستی سطح پر مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ بنایا تاکہ ملک کو آسانی سے چلایا جا سکے لیکن ملک کے جمہوری نظام کو مزید کامیاب بنانے کے لئے مختلف فرائض نبھانے کے لئے ادارے بنائے گئے مثلاً الیکشن کمیشن آف انڈیا جو انتخابات کا اہتمام، ہدایت و نگرانی کرے گا۔ بھارت کا کمپٹرولر اور آڈیٹر جنرل جو یونین اور ریاستوں کے حسابات کا آڈٹ کریں گے۔ یونین پبلک

سروس کمیشن آل انڈیا سرویسس اور دوسرے اعلی انتظامی عہدوں کے لئے بھرتی کا کام کرے گا اور ان اداروں میں عہدیداروں کی تقرری، معیاد برائے عہدہ، تنخواہ، عہدہ سے علاحدگی سے حفاظت سے متعلق مختلف توضیعات کے ذریعہ آزاد بنایا گیا ہے۔

8. ہنگامی حالات سے متعلق توضیعات: ملک کے اقتدار اعلی، اتحاد، سالمیت اور آئین کی حفاظت کرنا ملک کا اولین فریضہ ہے اگر اسے کسی طرح کا خطرہ لاحق ہو تو نمٹنے کے لئے ہنگامی حالت سے متعلق توضیعات رکھے گئے ہیں۔ اور صدر مملکت کو پورا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ان حالات پر قابو پانے کے لئے ہر طرح کی طاقت استعمال کر سکتے ہیں جس میں ریاستی حکومتوں کے اختیارات ختم ہو جاتے ہیں۔ آئین ہند کے حصہ 15 کے دفعہ 352-360 میں ہنگامی حالات سے متلعق ذکر کیا گیا ہے۔

9. بالغوں کا حق رائے دہی: آئین ہند کی ایک عظیم خصوصیات یہ ہے کہ وہ اپنے ہر شہری جو اٹھارہ برس کی عمر پہنچ جائے کو ووٹ دینے کا حق فراہم کرنا ہے۔ وہ لوک سبھا، ودھان سبھا اور پنچایت و میونسپلٹی کے انتخابات میں اپنی رائے دہندے کر سکتے ہیں۔ اصل آئین میں 21 برس عمر ووٹ دینے کی شرط تھی۔ آگے ن چل کر 1988 میں 61 ویں آئینی ترمیم کے ذریعہ 18 کر دی گئی۔ یہ حق فراہم کرتے وقت کسی بھی شہری کے مذہب، ذات، نسل، جنس کی بنیاد پر تفریق نہیں کی جائے گی یا محروم نہیں کیا جائے گا۔ ہندوستانی جمہوریت کا دار و مدار ووٹ دینے کا حق پر تھا اس لئے جمہوریت کو مضبوط اور کامیاب بنانے کے لئے آئین بنانے والوں نے غربت، مفلسی، ناخواندگی کی پرواہ کئے بغیر بڑا جرات مندانہ فیصلہ لیا اور سب کو یہ حق عطا کیا۔ آئین ہند کے آنے سے قبل کے انتحابات میں چند لاکھ لوگوں کو ہی ووٹ دینے کا حق حاصل تھا پر آئین ہند کے لاگو ہونے کے بعد سارے لوگوں کو یہ حق حاصل ہو گیا۔

10. بنیادی حقوق: آئین ہند کا سب سے اہم حصہ بنیادی حقوق کا ہے (حصہ 3 اور 12-35 دفعات) جس میں تمام شہریوں کو چھ بنیادی حقوق فراہم کئے گئے ہیں۔ اصل آئین میں بنیادی حقوق سات تھے لیکن 44 ویں آئینی ترمیم کے ذریعہ دولت رکھنے کا حق کو حذف کر دیا گیا ہے۔ ہر فرد کو انسانی ہونے کے ناطے کچھ حقوق ملنے چاہے جس کا انحصار اکثریت یا اقلیت، جنس، مذہب، مقام پیدائش وغیرہ کی بنیاد پر نہ ہو اور ان چیزوں کی پرواہ کئے بغیر ہر ایک کو یکساں دستیاب ہوں۔ یہ سیاسی جمہوریت کو فروغ دیتے ہیں اور حکمراں طبقہ کو جابر و ظالم بننے سے روکتے ہیں اور اکثریت انہیں ختم نہیں کر سکتی۔

11. مملکت کی حکمت عملی کے ہدایتی اصول: عوام کو اقتصادی، سماجی انصاف دلانے اور دولت کچھ لوگوں کے ہاتھ میں جمع نہ ہونے کے لئے آئین ہند کے حصہ 4 میں مملکت کی حکمت عملی کے ہدایتی اصول کی بات کی گئی ہے۔ مملکت اپنی پالیسی تیار کرتے وقت ہر بات کو سامنے رکھے۔ عدلیہ کے ذریعہ قابل تنقید نہ ہونے کے باوجود ملک کی گورننس کے لئے بنیادی ہیں۔ ہدایتی اصول کی درجہ بندی، اقتصادی، سماجی، سیاسی، انتظامی انصاف اور امن و شانتی میں کی جاتی ہے ان اصول کو آئرلینڈ کے ہدایتی اصول سے متاثر ہیں۔ ڈاکٹر امبیڈکر نے ان اصول کو عظیم خصوصیت بتایا ہے۔

12. بنیادی فرائض: ویسے تو اصل آئین میں بنیادی فرائض نہیں تھے۔ سورن سنگھ کمیٹی کے سفارشات کے مطابق 1976 میں 42 ویں آئینی ترمیم کے ذریعہ 10 بنیادی فرائض کو آئین کا حصہ بنایا گیا۔ 2002 میں 86 ویں آئینی ترمیم کے ذریعہ گیارہواں بنیادی فریضہ کا اضافہ کیا گیا۔ بنیادی فرائض آئین کے حصہ چہارم اول، آرٹیکل 51-اے میں مذکور ہیں۔ جیسا کہ ایک شہری کو بنیادی

حقوق ملیں گے ویسی ہی سماج وملک کی ترقی اور خوشگوار ماحول کے لئے اسے ان بنیادی فرائض کو بنھانا ہے۔ اگرچہ عدلیہ کے ذریعہ ان فرائض کو نافذ نہیں کیا جاسکتا لیکن یہ بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ ہر شہری کو قومی اہداف کا احساس دلاتے ہیں۔

13. پارلیمانی طرز حکومت: آئین ہند نے ملک میں پارلیمانی طرز حکومت کو اپنایا ہے۔ اور یہ طرز حکومت دونوں مرکزی اور ریاستی سطح پر ہے۔ پارلیمانی طرز حکومت کو برطانیہ سے لیا گیا ہے۔ امریکہ کے صدارتی طرز حکومت کا نظام کو نہیں اپنایا گیا۔ پارلیمانی نظام حکومت میں دو طرح کے عاملہ 'ایک برائے نام اور دوسرا حقیقی ہوتا ہے۔ عاملہ کی اجتماعی جوابدہی مقننہ کے پاس 'وزرا کی مقننہ میں رکنیت وغیرہ۔

14. آزاد مربوط عدلیہ: آئین ہند کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس نے پورے ملک میں مربوط عدلیہ نظام رکھا ہے جس میں سب سے اُوپر قومی سطح پر سپریم کورٹ 'اس کے نیچے ریاستی سطح پر ہائی کورٹ اور نچلی سطحی پر مقامی کورٹ ہوتے ہیں۔ آئین ہند نے عدلیہ کو آزاد بنایا تاکہ وہ مقننہ وعاملہ سے متاثر نہ ہو اور اس کے لئے کئی توضیعات رکھی گئی ہیں۔

15. سیکولر ملک: آئین ہند نے ملک کو سیکولر بنایا جس کا مطلب یہ ہے کہ ملک کا کوئی قومی مذہب نہیں ہوگا۔ ملک کے لئے سارے مذاہب یکساں ہیں ملک کسی ایک خاص مذہب کو ترجیح نہیں دے گا۔ مذہب کے نام پر ٹیکس وصول نہیں کیا جائے گا۔ ہر ایک شہری کو مذہب کی آزادی ہوگی۔ مذہب کی بنیاد پر شہری میں تفریق نہیں کی جائے گی۔ کسی بھی آئینی عہدے پر مذہب کے نام پر تفریق نہیں ہوگی۔ ہر ایک کے لئے کھلا ہوگا۔

آئین ملک کی سب سے اہم دلیل ہے جو تمام شہریوں کو حقوق فراہم کرتا ہے اور ملک کے حکمراں کے اختیارات وحدود کو متعین کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہر ملک کے پاس اپنا آئین ہے۔ ہندوستان کی ویسے تو تاریخ بہت قدیم ہے لیکن آئین ہمیں آزادی کے بعد ملا جو ہمارے لیڈران، مجاہدین آزادی اور آئین ساز اسمبلی کے ممبران کی دور اندیشی، تجربہ، ملک سے بے پناہ محبت اور خودی سے بڑھ کر قوم کی ترقی کے لئے مر مٹنے کا نتیجہ ہے۔ ہزاروں چیلنجز کا سامنا کرنے کے بعد بنا یہ آئین دیا کے آئینوں میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ مساوات، انصاف، آزادی، بھائی چارہ کو قائم کرنا آئین ہند کے اولین مقاصد ہیں۔ ہر شہری کو بنیادی حقوق فراہم کرتا ہے اور اسکی چوطرفہ ترقی کے لئے مملکت کی حکمت عملی کے ہدایتی اصول کی شکل میں توضیعات رکھتا ہے۔ حق رائے دہی کے ذریعہ ملک کو سچا جمہوری بنایا تاکہ ہر کوئی انتخابات میں ووٹ دے سکے اور سارے عہدے کو ہم سب کے لئے عام کیا ہے۔ ہر طرح کی تفریق کا خاتمہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئین ہند ایک کامیاب آئین ہے جس نے دنیا کا دوسرا سب سے بڑی آبادی والا ملک مختلف مذاہب، زبان، علاقہ میں بھائی چارگی بنانے میں اہم رول ادا کرتا آیا ہے۔

1.7 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد طلبہ ذیل کے نکات جان پائے۔

- ایک آئین میں کن نکات کا ہونا ضروری ہے اس کو جانا۔

- ایک ملک کے لئے آئین کا ہونا کیوں ضروری ہے، اسے بیان کیا۔
- آئین کے افعال کو بیان کیا۔
- آئین کی خصوصیات کو واضح کیا۔
- آئین ہند بنانے کی مختصر تاریخ اور آئین ساز اسمبلی کے سامنے درپیش مسائل کو سمجھا۔
- آئین ہند کی اہمیت کو واضح کیا۔
- آئین ہند کی ان توضیعات کا تذکرہ کیا۔
- آئین ہند کی اہم خصوصیات کا تذکرہ کیا۔

1.8 کلیدی الفاظ (Keywords)

Constitution آئین۔

Unitary Government وحدانی حکومت۔

Federal Government وفاقی نظام حکومت۔

Soviet Union سویتیو نین۔

Fundamental Rights بنیادی حقوق۔

Fundamental Duties بنیادی فرائض۔

Double Citizenship دوہری شہریت۔

Single Citizenship واحد شہریت۔

Integrated Judiciary مربوط عدلیہ۔

High Court ہائی کورٹ۔

Supreme Court سپریم کورٹ۔

Rule of Law قانون کی بالادستی۔

Flexible Constitution لچکدار آئین۔

Rigid Constitution سخت آئین۔

Written Constitution تحریری آئین۔

Unwritten Constitution غیر تحریری آئین۔

Supremacy of the Constitution آئین کی بالادستی۔

Directive Principles of State Policy مملکت کی حکمت عملی کے ہدایتی اصول۔

Three-tier Government تین سطحی حکومت۔

National Emergency قومی ہنگامی حالات۔

UPSC یو پی ایس سی۔

Election Commission of India الیکشن کمیشن آف انڈیا۔

Secular State سیکولر ملک۔

Judicial Review عدالتی نظر ثانی۔

Bicameralism دوایوان ساز۔

Concurrent List متوازی فہرست۔

Constitutional Amendment آئینی ترمیم۔

Justice-Social, Economic and Political سماجی، معاشی و سیاسی انصاف۔

Joint Session of Two Houses of Parliament دوایوان کی مشترکہ نشست۔

Non-justiciable غیر تنفیذی۔

Constituent Assembly آئین ساز اسمبلی۔

Parliamentary Form of Government پارلیمانی طرز حکومت۔

Adult Suffrage بالغ کا حق رائے دہی۔

1.9 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

1.9.1۔ معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1۔ آئین ساز اسمبلی کا مطالبہ سب سے پہلے کس نے کیا تھا؟

(a) جواہر لال نہرو (b) سبھاش چندرا بوس (c) ایم این رائے (d) مہاتما گاندھی

2۔ ڈاکٹر بھیم راو امبیڈکر کس کمیٹی کے چیئرپرسن تھے؟

(a) کمیٹی برائے بنیادی حقوق (b) آئین تیار کرنے والی کمیٹی (c) کمیٹی برائے وفاقی نظام (d) کمیٹی برائے شہریت

3۔ کس تاریخ کو آئین ہند لاگو ہوا؟

(a) 26 نومبر 1949 (b) 12 جنوری 26 (c) 1949 (d) 26 جنوری 1950 26 دسمبر 1950

4۔ پارلیمانی طرز حکومت کا نظریہ کس ملک سے ماخوذ ہے؟

(a) فرانس (b) جاپان (c) برطانیہ (d) آئرلینڈ

5۔ عدالتی نظر ثانی کا نظریہ کس ملک کے آئین سے لیا گیا ہے؟

(a) امریکا (b) برطانیہ (c) جرمنی (d) آسٹریلیا

6۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سی خصوصیت آئین ہند کی نہیں ہے؟

(a) بنیادی فرائض (b) دوہری شہریت (c) تین سطحی حکومت (d) پارلیمانی طرز حکومت

7۔ حق رائے دہی کے لئے کم از کم کتنی عمر کا ہونا ضروری ہے؟

23 (d 18 (c) 20 (b)

21(a)

8۔ کس ملک کا آئین دنیا کا پہلا تحریری آئین ہے؟

(a)برطانیہ (b)ارجینٹنا (c)برازیل (d)امریکا

9۔اصل آئین ہند میں کل کتنے آرٹیکل تھے؟

397 (d 395 (c) 390 (b)

392(a)

10۔آئین کی تمہید میں لفظ سیکولر کا اضافہ کس آئینی ترمیم کے ذریعہ کیا گیا؟

(a) 42ویں آئینی ترمیم (b)44 یں آئینی ترمیم (c)47 ویں آئی 48 (d)
ویں آئینی ترمیم

1.9.2۔ مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

1. آئین ہند کی اہم خصوصیات بیان کیجیے۔

2. آئین کے فرائض کیا ہیں؟

3. آئین کی درجہ بندی سے کیا مراد ہے؟

4. آئین ہند پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔

5. آئین ہند کی اہمیت بیان کیجیے۔

1.9.3۔ طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. آئین ہند کو تیار کرنے کی تاریخ بیان کیجئے۔

2. آئین ہند کے ان حصوں کا تذکرہ کیجئے جو دوسرے آئین سے ماخوذ ہیں اور ان دوسرے آئینوں کی بھی نشاندہی کیجئے۔

3. آئین کیوں ضروری ہے اور اس کے افعال کیا ہیں؟

معروضی سوالات کے جوابات:

1۔	(c)	2۔	(b)	3۔	(c)	4۔	(c)	5۔	(a)
6۔	(c)	7۔	(c)	8۔	(d)	9۔	(d)	10۔	(d)

اکائی–2بنیادی حقوق

(Fundamental Rights)

اکائی کے اجزا:

2.0	تمہید
2.1	مقاصد
2.2	بنیادی حقوق ایک تعارف
2.3	بنیادی حقوق
2.4	بنیادی حقوق کی خصوصیات
2.5	بنیادی حقوق کی تفصیلات
2.6	اکتسابی نتائج
2.7	کلیدی الفاظ
2.6	نمونہ امتحانی سوالات
2.8.1	معروضی جوابات کے حامل سوالات
2.8.2	مختصر جوابات کے حامل سوالات
2.8.3	طویل جوابات کے حامل سوالات

2.0تمہید (Introduction)

بنیادی حقوق کسی بھی مملکت میں فرد کے لیے ایک اہم ہتھیار ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے حقوق کا تحفظ کر سکتا ہے۔بنیادی حقوق کے بغیر جدید دور میں کسی بھی انسان کے وجود کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ حقوق ہی کسی بھی انسان کو عزت و وقار کی زندگی گزارنے کی ضمانت دیتا ہے۔ ورنہ انسان کا وجود جانور جیسا ہو جائے گا۔اس دنیا کے بیشتر ممالک کے دستور میں بنیادی حقوق فراہم کیے گئے ہیں اور ساتھ ہی مملکت کے اوپر کچھ پابندیاں بھی عائد کی گئی ہیں جس سے مملکت شہری کے حقوق کی پامالی نہ کر سکے۔

2.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد طلبہ اس لائق ہو جائیں گے :

- وہ بنیادی حقوق سے متعارف ہوں گے۔
- طلبہ بنیادی حقوق کے تصورات سے روبرو ہوں گے۔
- بنیادی حقوق کی خصوصیات کے ساتھ طلبہ بنیادی حقوق کی تصیلات کی بھی معلومات حاصل کریں گے۔
- آخر میں بنیادی حقوق کیسے Transferable ہے اس کو جان پائیں گے۔

2.2 بنیادی حقوق کا تعارف (Introduction to Fundamental Rights)

ہندوستان کے دستور میں بنیادی حقوق کو کافی جوش و خروش کے ساتھ شامل کیا گیا تھا۔ جب ہندوستانی اپنے تحریک آزادی کے لیے برطانوی حکومت کے ساتھ جدوجہد کر رہا تھا اس وقت امریکی بل آف رائٹس کا خیال ہندوستانیوں کو متاثر کیا۔ یہاں باہری حکومت ہونے کے باوجود ہندوستانیوں نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں بل آف رائٹس (Bill of Rights) کو شامل کرنے کی مانگ کی لیکن ان کے مانگ کو اس لیے نہیں مانا گیا کیوں کہ برطانیہ میں حقوق تحریری فہرست برطانویوں کے درمیان منسور و معروف نہیں ہے۔ یہ لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ حقوق کا تخلیق پارلیمنٹ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ سر جان سائمن، جو کہ سائمن کمیشن کے چیرمین تھے انھوں نے ہندوستان کے دستور میں بل آف رائٹس کے خیال کو شامل کرنے کی مخالفت کی۔ ان کا خیال تھا کہ برطانوی دستور کا تصور پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کو منظور کرتی ہے۔ اور وہاں اس لیے سبھی طرح کا حقوق کا عروج پارلیمنٹ کے تحت ہی ہوتا ہے دوسرا پہلو یہ کہ بنیادی حقوق کی ضرورت وہاں پیدا ہوتی ہے جہاں مطلق العنانی حکمرانی ہوتی ہے۔ اس لیے جہاں پارلیمانی حکومت کا نظام ہوتا ہے وہاں بنیادی حقوق کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ تیسرا پہلو بنیادی حقوق سے متعلق دو طرح کی امکان ہو سکتا ہے یا یہ Justiciable یا Non-Justiciable ہو سکتا ہے۔ اس سے ملتا جلتا خیالات دیگر برطانوی کا بھی تھا۔ لیکن بنیادی فرق یہ ہے کہ برطانوی نظام جو کے ایک طویل وقت یا صدی لگ گئے عروج (Evolved) پانے میں جب کہ ہندوستان نظام جو کہ ایک Established System اور اس کا سماجی ساخت بھی ایک بکھڑا ساخت (Fragmented Structure) ہوا ہے۔ ان سب کے باوجود گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کو بنیادی حقوق کے بغیر بھی پاس کر دیا گیا۔

جب ہندوستان نے 1946 میں Constituent Assembly قیام عمل میں لایا گیا جس کہ ہندوستان خود اپنا دستور تخلیق کر سکے، تب بنیادی حقوق کو دستور میں شامل کرنے کے لیے پر جوڑ آواز اُٹھائی گئی۔ بنیادی حقوق کے علیحدہ باب کے لیے سردار بلبھ بھائی پٹیل کی قیادت میں ایک علیحدہ کمیٹی کو تشکیل دیا گیا اور اس کمیٹی میں کچھ اقلیت گروہ کے لوگ جو اقلیتوں کی نمائندگی کرتے تھے ان کو بھی بطور ممبر شامل کیا گیا۔ آگے چل کر کمیٹی نے ڈرافٹنگ کمیٹی کو اپنی رپورٹ سونپ دی انھیں کے سفارش کے ذریعہ اس کو بنیادی حقوق کا حصہ بنایا گیا تھا۔

حالانکی ہندوستان کے علاوہ دنیا میں کئی ایسے ممالک ہے جس نے بنیادی حقوق کو دستور میں شامل کیا اور یہ وہی وقت تھا جب اقوام متحدہ (UNO) بھی اسی حقوق کی تخلیق میں مصروف تھا۔ ہندوستان میں بھی جو دستور کو تخلیق عمل میں لانے کہ کوشاں تھے ان لوگوں نے بھی کافی بحث و مباحثہ اور ساتھ ہندوستانی سماج کی انوکھا پن سے مختلف ذات، مذہب، زبان، تمدن کو خیال کو مدے نظر رکھتے ہوئے بنیادی حقوق کے فہرست کو تیار کیا اور بنیادی حقوق کو دستور کے حصہ III میں جگہ دی گئی۔ اس کو معروف حیثیت مولد کی گئی۔ بنیادی حقوق کو 'عدل پذیر' (Justifiable) بنادیا گیا اور مستقبل میں حکومت کے دخل سے بھی دفعہ 13 کے تحت اس کو تحفظ فراہم کیا گیا۔

عدل پذیر حقوق سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی بھی حکومت، نظام یا فرد ہندوستانی شہری کی بنیادی حقوق کو پامال کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس شہری کو آئین کے دفعہ 32 کے تحت سپریم کورٹ اور دفعہ 226 کے تحت ہائی کورٹ کا دروازہ کھٹ کھٹانے کا حق حاصل ہے اور عدلیہ شہری کے بنیادی حقوق کو بحال کرے گا اور جس نے اس حقوق کی پامالی کی ہے۔ اس کے علاوہ اُس کے خلاف کاروائی بھی کرنے کی حکم جاری کر سکتی ہے۔

2.3 بنیادی حقوق (Fundamental Rights)

بنیادی حقوق آئین بند کے حصہ III اور دفعہ 12-35 میں بیان کئے گئے ہیں۔ لفظ فنڈامنٹل یہ بتاتا ہے کہ یہ حقوق بہت ہی مخصوص ہے اور اس لیے آئین نے اس حصے کو الگ طور پر فہرست کیا اور بنیادی حقوق کی حفاظت کے لیے خاص طریقے کا انتظام کیا گیا ہے اور یہ اہم اس لیے بھی ہے کہ آئین خود اس بات کا یقین دہائی کرتا ہے کہ اس کی پامالی حکومت نہ کرے۔ بنیادی حقوق کو 'منفی حقوق' بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ حکومت پر بابندی متعین کرتا ہے۔

بنیادی حقوق دیگر حقوق سے مختلف ہیں۔ عام قانونی حقوق کی حفاظت اور اس کا عمل درآمد عام قانون کے ذریعہ کیا جاتا ہے جب کی بنیادی حقوق کی حفاظت اور ضمانت ملک کے دستور کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ عام قانون میں تبدیلی مقننہ کے عام قانون سازی عمل کے ذریعہ بھی ممکن ہے۔ لیکن بنیادی حقوق میں تبدیلی آسانی سے نہیں ہو پاتی اس کے لیے بھی دستور میں ترمیم کر کے ہی کیا جا سکتا ہے حکومت کا کوئی بھی عضو کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جس سے کہ بنیادی حقوق کی پامالی ہو۔

بنیادی حقوق کوئی غیر مشروط (Absolute) حق نہیں ہے۔ پارلیمنٹ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کچھ حد تک اس پر پابندی عائد کریں۔ وہ اس میں ترمیم کر سکتی ہے۔ لیکن اس کی بھی ایک شرط یہ ہے کہ اگر پارلیمنٹ بنیادی حقوق میں ترمیم لاتی ہے تو اسے اس بات کا خیال رکھنا ہو گا۔ اس سے دستور کے بنیادی ساخت (Basic Structure) کی پامالی نہ ہو۔ اگر حکومت بنیادی حقوق میں تبدیلی کرتی ہے جس سے دستور کا بنیادی ساخت متاثر ہو کرتا ہے تو ایسی صورت میں عدلیہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس کی جائزہ لے اور ترمیم دستور کے مطابق نہ ہو تو اس وہ رد کر دے۔

آخر یہی کہا جاسکتا ہے کہ بنیادی حقوق نہ تو پوری طرح .... مشترد ہے اور نہ ہی حکومت ملک کے خاطر اس پر مناسب پابندی (Reasonable Restrict)عائد کرسکتی ہے۔

اصل دستور ہند میں سات بنیادی حقوق کی توصیعات کی گئی تھی لیکن بعد میں آئین ہند کے 44 دستوری ترمیم 1978 کے تحت حق املاک (Right to Property)(دفعہ 31)کو بنیادی حقوق کے زمرہ سے ہٹا کر اس کو اب اس کو دفعہ 300 کے تحت حق قانون(Legal Rights)بنادیا گیا ہے۔

آئین ہند میں چھ طرح کی بنیادی حقوق کی توضیعات کی گئی جو حسب ذیل ہیں:

1. حق مساوات(Right to Equality)
2. حق آزادی(Right to Freedom)
3. استحصال کے خلاف حق(Right Against Exploitation)
4. مذہب کی آزادی کا حق(Right to Freedom of Religion)
5. ثقافتی اور تعلیمی حقوق(Cultural and Educational Rights)
6. آئینی چارہ کا حق(Right to Constitutional Remedies)

2.4 بنیادی حقوق کی خصوصیات (Features of Fundamental Rights)

بنیادی حقوق(Fundamental Rights)کے کچھ اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

- کچھ بنیادی حقوق صرف ہندوستانی شہری کے لیے ہوتا ہے جسے۔دفعہ 30, 29,19,16,15
- بنیادی حقوق غیر مشروط (Absolute) نہیں ہوتا ہے صرف اہل (Qualified) ہوتا ہے۔ کچھ معقول پابندیاں عائد کی جاسکتی ہے۔
- معقولیت کیا ہے ؟اس کو اعلیٰ عدلیہ سپریم کورٹ طے کرے گی۔
- یہ بنیادی حقوق فرد اور سماج کے درمیان تناسب قائم کرنے کا کوشش ہے۔
- بنیادی حقوق اپنے نوعیت میں عدل پذیر(Justiciable)ہوتے ہیں۔
- کچھ بنیادی حقوق اپنے حیثیت میں منفی اور کچھ مثبت ہوتے ہیں۔ منفی بنیادی حقوق حکومت پر پابندیاں عائد کرتی ہے۔جب کہ مثبت بنیادی حقوق حکومت پر ذمہ داری ڈالتی ہے بہتری کے حق میں فلاحی اقدامات اُٹھائے جاتے ہیں۔
- بنیادی حقوق کی تحفظ اور اس کی ضمانت دستور کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ متاثرہ پارٹی حقوق کی پامالی ہونے پر(Aggrieved Party)سپریم کورٹ کا رُخ کر سکتے ہیں۔

- پارلیمنٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بنیادی حقوق میں ترمیم کر سکے لیکن ایسا کرتے وقت پارلیمنٹ کو یہ خیال رکھنا پڑتا ہے کہ اس سے دستور کے بنیادی ساخت (Basic Structure) کی پامالی نہ کیا جائے۔
- ہنگامی حالات (Emergency Situation) کے اعلانیہ کے دوران بنیادی حقوق کو معطل کیا جاسکتا ہے سوائے دفعہ 20 اور 21 میں دیئے گئے بنیادی حقوق کہ۔اس کے علاوہ دفعہ 19 میں دیئے گئے بنیادی حقوق کی معطلی صرف ہنگامی حالات جب جنگ اور باہری حملہ کی بنیاد پر کی گئی ہو۔
- بنیادی حقوق کے وسعت (Scope) دفعہ A31، B31 اور C31 کے تحت محدود کی جاسکتی ہے۔
- پارلیمنٹ محدود یا استعمال کا خاتمہ آرمی، پیرا ملیٹری فورسیز، پولیس فورسیز، انٹلیجنس ایجنسی کی کارکردگی کے لئے ہوتا ہے۔
- جب ملک میں یا اس کے کسی حصے میں مارسل قانون نافذ ہو تو تب اسی صورت میں بھی بنیادی حقوق کو محدود کیا جاسکتا ہے۔
- بنیادی حقوق کے عمل درآمد میں صرف پارلیمنٹ کو قانون سازی کا اختیار حاصل۔

2.5 بنیادی حقوق کی تفصیلات (Fundamental Rights in Details)

دستور ہند کے حصہ 3 میں دفعہ 12 تا 35 میں بنیادی حقوق کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔یہ دستور ہند کا ایک اہم جز ہے۔ان حقوق کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

دستور کی دفعہ	بنیادی حق کا مضمون
	عام
دفعہ 12	تعریف
دفعہ 13	بنیادی حقوق کے متناقص یا ان کو کم کرنے والے قوانین
	حقِ مساوات
دفعہ 14	قانون کی نظر میں مساوات
دفعہ 15	مذہب، نسل، ذات یا جنس یا مقام پیدائش کی بنا پر امتیاز کی ممانعت
دفعہ 16	سرکاری ملازمت کے لیے مساوی موقع
دفعہ 17	چھوت چھات کا خاتمہ
دفعہ 18	خطابات کا خاتمہ
	حقِ آزادی
دفعہ 19	آزادی تقریر وغیرہ سے متعلق بعض حقوق کا تحفظ

دفعہ 20	اثبات جرائم کے بارے میں تحفظ
دفعہ 21	جان اور شخصی آزادی کا تحفظ
دفعہ 22	تعلیم کا حق
	استحصال کے خلاف حق
دفعہ 23	انسانوں کی تجارت اور جبری خدمت کی ممانعت
دفعہ 24	بچوں کو کارخانوں وغیرہ میں مامور کرنے کی ممانعت
	مذہب کی آزادی کا حق
دفعہ 25	آزادی ضمیر اور مذہب کو آزادانہ قبول کرنے اور اس کی پیروی اور تبلیغ کی آزادی
دفعہ 26	مذہبی امور کے انتظام کی آزادی
دفعہ 27	کسی خاص مذہب کے فروغ کے لیے ٹیکس ادا کرنے کے بارے میں آزادی
دفعہ 28	بعض تعلیمی اداروں میں مذہبی تعلیم پانے یا مذہبی عبادت کے بارے میں آزادی
	ثقافتی اور تعلیمی حقوق
دفعہ 29	اقلیتوں کے مفادات کا تحفظ
دفعہ 30	اقلیتوں کو تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق
دفعہ 31	(یہ دفعہ حذف کر دی گئی)
	بعض قوانین کا تحفظ
دفعہ 31الف	ان قوانین کا تحفظ جس میں املاک وغیرہ کو حاصل کرنے کی توضیع ہو
دفعہ 31ب	بعض ایکٹ اور دساتیر العمل کا جواز
دفعہ 31ج	بعض ہدایتی اصولوں کو روبہ عمل لانے والے قوانین کا تحفظ
دفعہ 31د	(یہ دفعہ حذف کر دی گئی)
	دستوری چارہ جوئی کا حق
دفعہ 32	اس حصہ کے ذریعہ عطا کیے گئے حقوق کے نفاذ کے لیے چارہ کار
دفعہ 33	اس حصہ کے ذریعہ عطا کیے گئے حقوق میں افواج پر ان کے اطلاق کی نسبت ردوبدل کرنے کا پارلیمنٹ کا اختیار
دفعہ 34	اس حصہ کے ذریعہ عطا کیے گئے حقوق پر اس وقت پابندی جب کسی علاقے میں مارشل لا نافذ ہو

دفعہ 35	اس حصے کی توضیعات کو نافذ کرنے کے لیے قانون سازی

دفعہ 12: اس دستور ہند کی دفعہ میں 'مملکت' (State) کی تعریفیں تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ مملکت سے مراد حکومت اور پارلیمنٹ اور ہر ایک ریاست کی حکومت اور مقننہ ساتھ ہی سبھی مقامی یا دیگر آتھارٹی جو حکومت ہند یا اس کے علاقے پر مبنی ہے جو حکومت کی نگرانی میں رہے۔ مختصر طور پر مملکت کا تخلیق کے کئی اہم نکات ہیں:

- حکومت اور ہندوستان کی پارلیمنٹ جسے یونین کی عاملہ اور مقننہ
- سبھی ریاست کی حکومت اور عاملہ اور مقننہ
- سبھی مقامی اتھارٹی حکومت ہند کے زیر نگرانی
- سبھی مقامی اتھارٹی علاقہ ہند میں

دفعہ 13(Article-13): قانون کی توضیعات جو بنیادی حقوق کی پامالی کرتا ہے۔

دفعہ 13 کے مطابق حکومت کے ذریعہ ایسی قانون سازی جس سے بنیادی حقوق کی پامالی ہوتی ہے اس کو اعلیٰ عدلیہ بے اثر (Null and Void) کر سکتی ہے۔ لیکن کیشوانند بھارتی کیس (1973) میں سپریم کورٹ پارلیمنٹ کو یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ بنیادی حقوق میں ترمیم کر سکے لیکن یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ ترمیم سے دستور کی بنیاد ساخت (Basic Structure) متاثر نہ ہو۔

دیگر دفعات 14-32 کو چھ زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے جو اس طرح ہیں:

1. حق مساوات (Right to Equality 14-18)

2. قانون کی نظر میں مساوات (Equality before Law - 14)

مملکت کسی بھی شخص کو بھارت کے علاقے میں قانون کی نظر میں مساوات یا قوانین کے مساویانہ تحفظ سے محروم نہیں کرے گی۔ یہ حق توسیع کرتا ہے کہ سبھی لوگوں کو چاہے وہ شہری ہو یا غیر شہری، کارپوریشن، کمپنیاں، رجسٹرڈ سوسائٹی یا کسی اور طرح کا قانونی فرد۔

3. امتیاز کی ممانعت (Prohibition of Discrimination Ar-15)

مملکت محض مذہب، ذات، نسل، جنس، مقام کی پیدائش، یا ان میں سے کسی کی بنا پر کسی شہری کے خلاف امتیازی سلوک نہیں کرے گی۔ استثنا (Exception)۔ لیکن مملکت کچھ توضیعات عورتوں، بچوں یا شہری جو سماجی اور تعلیمی اعتبار سے سماج کے پچھڑے گروہ سے تعلق رکھتا ہوں اس سماج میں اُنچا اٹھنے کے لیے ایسے اقدامات اٹھا سکتی ہے۔

4. دفعہ 19۔ سرکاری ملازمت کے لیے مساوی موقع(Equal opportunity in Public Employment)

بھارت کا آئین تمام شہریوں کے لیے سرکاری ملازمت میں مساوی مواقع فراہم کرتا ہے۔ لیکن مملکت ایسے گروہ کے لیے ریزرویشن کی توضیع کر سکتا ہے جو سماج میں پسماندہ طبقات سے تعلق رکھتا ہے اور جس کا مملکت کی ملازمت میں مناسب نمائندگی کی کمی ہو۔

5. چھوت چھات کا خاتمہ(Abolition of Untouchability Article17)

چھوت چھات کا خاتمہ اور کسی بھی شکل میں اس پر عمل کرنے کی ممانعت کی جاتی ہے۔ چھوت چھات کی بناپر کوئی ناقابلیت عائد کرنا، بموجب قانون، قابل سزا جرم ہوگا۔

اگر کوئی شخص چھوت چھات کی جرم میں سزایافتہ ہو چکا ہے تو ایسی شخص کو پارلیمنٹ اور ریاستی مقننہ کے انتخاب کے لیے نااہل قرار دیا جائے گا۔

6. خطابات کا خاتمہ(Abolition of Titles Art-18)

i. مملکت کوئی خطاب جو فوجی یا عملی امتیاز نا ہو عطا نہ کرے گی۔

ii. ہندوستان کا کوئی بھی شہری بیرونی مملکت سے کوئی خطاب قبول نہیں کرے گا۔

iii. کوئی شخص جو ہندوستان کا شہری ہو اس وقت، جب وہ مملکت کے تحت کسی نفع بخش یا قابل اعتماد عہدے پر فائز ہو بغیر صدر کی منظور کہ کسی بیرونی مملکت سے کوئی خطاب قبول نہیں کرے گا۔

iv. مملکت کے تحت کسی نفع بخش یا قابل اعتماد عہدے پر فائز کوئی شخص کسی بیرونی مملکت سے یا اس کے تحت کوئی تحفہ، شاہرہ یا کسی قسم کا عہدہ بغیر صدر کے منظوری کے حاصل نہیں کرے گا۔

2. حق آزادی(Right to Freedom)دفعہ-19-22

دفعہ 19 کے تحت تمام شہریوں کو چھ طرح کی حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔

i. تقریر اور اظہار کی آزادی(Right to Freedom of Speech & Expression)

ii. امن پسند انہ طریقے سے اور بغیر ہتھیاروں کے جمع ہونے کی آزادی(Right to assemble Peacefully (without Arms

سبھی شہری کو یہ حق حاصل ہے۔ لیکن اس میں تشدد کے ترتیبی اور دنگائی اسمبلی کی اجازت بالکل بھی نہیں ہے۔

iii. انجمنیں یا یونین قائم کرنے کی آزادی(Right to Form Associations or Union)

اس سیاسی پارٹی سے لے کر کمپنی، پارٹنر سپ کمپنی، سوسائٹی، کلب اور انجمن قائم کرنے کی آزادی شامل ہے۔

iv. ہندوستان کے علاقے کسی حصے میں بود باش کرنے اور بس جانے کا حق(Right to Reside and Settle in any (Part of the Territory of India

v. بھارت کے سارے علاقے میں آزادانہ نقل و حرکت کرنے کی آزادی(Right to Reside and Settle in (any Part of Territory of India

لیکن کچھ قبائل علاقہ جس میں ان کے خاص تہذیب تمدن اور زبان اور ان کی روایتی کام کاج اور ان کی ملکیت کی حفاظت کے لیے وہاں باہری لوگوں کا رہائش یا بس جانے پر پابندی عائد کی گئی ہے۔

vi. کسی پیشہ کو اختیار کرنے یا کسی کام دھندے، تجارت یا کاروبار چلانے کا حق(Right to Profession and cary (any Occupation or Trade

لیکن کوئی بھی شخص اس حق کا بیجا استعمال نہیں کر سکتے جسے یہ غیر اخلاقیہو گا (Immoral Trafficking) خطرناک دوائیاں اور آتیش گیر جسے پیشہ کو کرنے یا چلانے کی اجازت نہیں دیتا۔

☆ اشبات جرائم کے بارے میں تحفظ(Protection in Respect of Conviction for Offence: (Art-20

i. دفعہ 20 کے تحت کسی بھی شخص کو بجز اس کے اس قانون کے خلاف ورزی میں شامل ہو۔ جو اس فعل کے ارتکاب کے وقت نافذ ہو، کسی جرم کا مجرم قرار نہیں دیا جائے گا۔ جس کا اس پر بطور جرم الزام لگایا گیا ہو اور نہ اس کو اس سے زیادہ سزا دی جائے گی۔ جو ارتکاب جرم کے وقت نافذ قانون کے تحت دی جاسکتی تھی۔

ii. کسی شخص کو ایک ہی جرم کے لیے نہ تو ایک سے زیادہ بار نہ تو مقدمہ چلایا جائے گا اور نہ ہی ایک سے زیادہ سزا دی جائے گی۔

iii. کسی بھی شخص کو اپنے ہی خلاف کسی مقدمہ کے لیے گواہ بننے کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا۔

☆ جان اور شخصی آزادی کا تحفظ(Protection of Life and Personal Liberty - Art-21)

دفعہ 21 آئین ہند کے تحت کسی بھی شخص کو اس کی جان شخصی آزادی سے قانون کے ذریعہ قائم کئے گئے ضابطہ کے سوا کسی اور طریقے سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ حق شہری اور غیر شہری دونوں کے لیے موجود ہے۔

i. جان کی آزادی سے مراد قطعی نہیں ہے انسان کی زندگی جانوروں جیسی ہو یا کسی طرح زندہ رہنے جیسی ہو۔اس کے تحت انسان کی زندگی باعزت و باوقار ہو اور اس کی زندگی کا ایک مقصد ہو۔

☆ تعلیم کا حق(Right to Education - Art-21) (A)

اس دفعہ کے تحت یہ مملکت چھ سے چودہ برس کے سبھی بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم مہیا کرائے گی۔

i. اس طرح کی توضع صرف ابتدائی تعلیم(Elementary Education) کے لیے ہے نہ اعلیٰ اور پیشہ وارانہ تعلیم کے لیے
۔

ii. یہ توضیعات 86 آئین ترمیم قانون 2002ء کے تحت کی گئی ہے۔اس سے پہلے یہ بنیادی حقوق کا حصہ نہیں تھا۔آئین ہند کے دفعہ 45 میں رکھا گیا تھا۔

☆ گرفتاری اور نظر بندی سے تحفظ(Protection Against Arrest and Detention - Art-22)

آئین ہند کی دفعہ 22 کسی شخص کو گرفتاری اور نظر بندی سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔

i. اس حق کے مطابق اگر کسی شخص کو گرفتار کیا گیا ہے تو اس کی گرفتاری کے سبب سے اس کو آگاہ کیا جائیگا۔

ii. اور اپنے بے گناہی ثابت کرنے کے لیے اپنے پسند کے وکیل نامزد کر سکتا ہے۔

iii. گرفتاری کے 24 گھنٹے کے اندر سفر کے وقت کو چھوڑ کر جوڈ سیل مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا۔

iv. 24 گھنٹے کے بعد چھوڑنا جب تک کے آگے گرفتاری کی آرڈر نہ جاری کر دے شامل ہے۔

☆ استحصال کے خلاف حق(Right Against Exploitation - Art-23-24)

i. انسانوں کی تجارت اور جبری خدمت کی ممانعت(Prohibition of Trafficking in Human Beings and Forced Labour - Art-23)

دفعہ 23 کے مطابق انسانوں کی تجارت اور بیگار اور دوسرے ایسے کسی قسم کی جبری خدمات کی ممانعت ہے۔اور اگر اس قانون کوئی پامالی کرتا ہے تو اس کے خلاف قانونی کاروائی کا توضیع کی گئی ہے۔ٹرافیک(Traffic)۔اس سے مراد ہے انسانوں کی سامان کی طرح اس کی خرید و فروخت ٹرافیکنگ(Trafficking) خاص کر نوجوان عورتیں، لڑکیاں اور یہاں تک کے لڑکوں کا بھی ایک غیر قانونی تجارت ہے۔

ii. بچوں کو کارخانوں وغیرہ میں مامور کرنے کی ممانعت(Prohibition of Employment of Children in Factory etc. - Art-24)

اس دفعہ کے تحت کسی بھی چودہ سال سے کم عمر کے بچے کو کسی کارخانے یا کان میں کام کرنے کے لیے مامور نہیں کیا جائے گا۔اور نہ ہی کسی دوسرے خطرناک کام پر لگایا جائے گا۔

اس حق کا مقصد ہے ہندوستان میں صدیوں سے چلے آرہے اطفال مزدوری کی خاتمہ ہے۔بچے ملک کی ملکیت ہے اس لیے اس کا بچپن بہتر گزرے اور تعلیم کی روشنی سے بہتر مستقبل بنائے۔

☆ مذہب کی آزادی کا حق(Right to Freedom of Religion - Art-25-28)

i. آزادی ضمیر اور مذہب کو آزادانہ قبول کرنے اور اس کی پیروی اور تبلیغ کی آزادی(Freedom of Conscience and Propagation of Religion)

ii. اس دفعہ کے تحت سبھی شخص آزادانہ طور پر اپنے پسند کے مذہب کو قبول کرے آزادی ضمیر اور اس کی پیروی و تبلیغ کرنے کی آزادی فراہم کرتی ہے۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کوئی کسی کو اپنا مذہب تبدیل کرنے کے لیے جبر کرے یا کسی طرح کا لالچ دے کر بھی ایسا کرنے کی کوشش کرے۔

اس کے علاوہ اس میں مذہب کے نام پر کسی طرح کا غیر انسانی، توہم پرست، غیر قانونی عمل مکمل طور پر پابندی عائد کی گئی ہے۔اس دفعہ میں سماجی برائیاں جیسے ستی پر تھا،اور بھگوان کے چڑھاوے کے نام پر انسانوں کی قربانی کا سختی سے ممنوع کی گئی ہے۔

iii. مذہبی امور کے انتظام کی آزادی(Freedom to Manage Religion Affairs - Art-26)

دفعہ 26 اس شرط کے امن عامہ،اخلاق عامہ اور صحت عامہ متاثر نہ کرنے پر ایک مذہبی فرقے یا اس کے کسی طبقے کو حق ہوگا۔اپنے مذہبی امور کا انتظام خود کرنے کا۔منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کا مالک ہونے کا اور اس کو حاصل کرنے کا۔ایسی جائیداد کا قانون بموجب انتظام کرنے کا۔

iv. کسی خاص مذہب کے فروغ کے لیے ٹیکس ادا کرنے کی آزادی(Freedom of Payment of Taxes for Promotion of any Particular Religion)

دفعہ 27 کے مطابق کسی شخص کو ایسے ٹیکسوں کو ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔جس کی آمدنی کسی خاص مذہب یا مذہبی فرقہ کی ترقی یا اس کو قائم رکھنے کے مصارف ادا کرنے کے لیے سراہنا تعریف کی جائے۔

بعض تعلیمی اداروں میں مذہبی تعلیم پانے یا مذہبی عبادت کے بارے میں آزادی (Freedom as to Attendance at Religious Instruction or Religions Worship in Certain Education Institutions - Art-28)

کسی تعلیمی اداروں میں جو بکلیہ مذہبی فنڈ سے چلایا جاتا ہو اس میں مذہبی تعلیم دی جائے گی۔ لیکن یا توضیع ایسی تعلیمی اداروں میں لاگو ہوگی جو صرف مملکت کے ذریعہ زیر انتظام ہو لیکن عام کسی ٹرسٹ کے ذریعہ نہ کیا گیا ہو۔

- مکمل طور پر ریاستی فنڈ سے مدد حاصل کرنے والے ادارے
- مملکت سے تسلیم شدہ تعلیمی ادارے
- مملکت فنڈ سے مدد حاصل کرنے والے ادارے
- مملکت کے ذریعہ زیر انظام لیکن کسی ٹرسٹ کے ذریعہ قائم ادارے

ثقافتی اور تعلیمی حقوق (Educational and Cultural Rights - Art-29-30)

i. اقلیتوں کے مفادات کا تحفظ (Protection of Interests of Religious and Linguistic Minorities - Art-29)

ii. دفعہ 29 بتاتا ہے کہ بھارت میں رہنے والے کوئی بھی اقلیتی گروہ جس کی اپنی الگ جداگانہ، زبان، رسم الخط یا ثقافت ہو اس کو محفوظ رکھنے کا حق ہوگا۔

iii. کسی شہری کو تعلیمی ادارہ میں جس کو مملکت چلاتی ہو یا جس کو مملکتی فنڈ سے امداد ملتی ہو، داخلہ دینے سے محض مذہب، نسل، ذات، زبان یا زبان پر انکار نہیں کیا جاسکتا۔

2. اقلیتوں کو تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان انتظام کرنے کا حق (Right of Minorities to Establish and Administer Educational Institutions - Art-30)

i. سبھی اقلیتوں کو جانے وہ مذہب کی بنا پر ہوں یا زبان کی، اپنی پسند کے تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا۔

ii. مملکت تعلیمی اداروں کو امداد عطا کرنے میں کسی تعلیمی ادارے کے خلاف اس بنا پر امتیاز نہ برتے گی کہ وہ کسی اقلیت کے زیر انتظام ہے خواہ وہ اقلیت مذہب کی بنا پر ہو یہ زبان کی۔

دستوری چارہ جوئی کا حق (Right to Constitutional Remedies) دفعہ 32

دستور کی دفعہ 32 کے تحت دستوری چارہ جوئی کا حق میں کہا گیا ہے کہ اگر بنیادی حقوق کی پامالی کی جاتی ہے یعنی اگر حکومت یا کوئی بھی فرد بنیادی حقوق کی پامالی کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ہندوستان کے دستور میں یہ بندوبست کیا گیا ہے کہ وہ شخص سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ میں جا کر اپیل دائر کر سکتا ہے۔ اس کے حق سے متعلق سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بنیادی حقوق کا تحفظ کرنے کے لیے 5 قسم کی رِٹ جاری کر سکتا ہے۔ سپریم کورٹ کو یہ اختیار دستور کی دفعہ 32 کے تحت حاصل ہے جب کہ کوئی بھی ہائی کورٹ دفعہ 226 کے تحت یہ رِٹ جاری کر سکتا ہے۔ یہ رِٹ درج ذیل ہیں:

Habaes Corpus: جب کسی شخص کو گرفتار کیا جاتا ہے تو حکم جاری کیا جاتا ہے کہ اسے 24 گھنٹے کے اندر نزدیکی عدالت میں پیش کیا جائے۔ اس تعلق سے عدالت کے ذریعہ دئے گئے حکم کو Habaes Corpus کہا جاتا ہے۔

Mandamus: جب کوئی سرکاری عہدے دار اپنی ذمہ داری ادا نہیں کرتا ہے اور اپنے فرائض صحیح طریقے سے انجام نہیں دیتا ہے تو اسے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ذریعہ حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی کرے۔

Prohibition: اس سے مراد روک لگانا ہے۔ جب سپریم کورٹ کسی ہائی کورٹ کو حکم دیتا ہے کہ آپ یہ کام نہ کریں کیوں کہ یہ کام آپکے دائرہ اختیار میں نہیں ہے، تو اسے Prohibition کہا جاتا ہے۔

Certiorari: اس رِٹ میں بھی اوپری عدالت نچلی عدالت کو حکم دیتی ہے کہ آپ کے پاس جو بھی زیر غور مقدموں کے فیصلے کے لیے اوپری عدالت کو سپرد کر دے۔

Quo-Warranto: جب کوئی شخص ایسے عہدے کے طور پر کام انجام دیتا ہے جیسے اسے اس عہدے پر کام کرنے کا دستوری اختیار نہیں ہوتا تو عدالت اس سے پوچھ سکتی ہے کہ کس اختیار کے تحت وہ اس عہدے پر فائز ہے۔

2.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی میں ہم نے:

- بنیادی حقوق کی تفصیل کو جانا۔
- اس کے علاوہ بنیادی حقوق کی خصوصیات سے بھی روبرُو ہوئے۔
- آئین کے حصہ 3 کو تفصیل سے سارے دفعات کا مطالعہ کیا۔

2.7 کلیدی الفاظ (Keywords)

آئین : آئین کسی بھی ملک کا بنیادی قانون ہے جو حکومت کے مختلف اعضاء کی شکل اور اس کی کارکردگی کا تعین کرتا ہے۔

بنیادی حقوق :ایسے حقوق جن کی آئین نے حفاظت کی ضمانت دی ہے۔

Justiciable :ایسے حقوق جن کی خلاف ورزی پر عدالت سے دادمانگی جاسکتی ہے۔

بل آف رائٹس : حقوق کا مسودہ حقوق کی فہرست بھی کہا جاتا ہے۔

منفی حقوق: اس سے مراد ایسی حقوق جو عوام کو تحفظ فراہم کرے اور مملکت پر پابندیاں عائد کرے۔

2.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

2.8.1۔معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1۔موجودہ آئین میں کل کتنے بنیادی حقوق ہیں؟

(a)چار (b)پانچ

(c)چھ (d)سات

2۔آئین کے کس حصے میں بنیادی حقوق کی توضیعات کی گئی ہے؟

3(a) 5(b)

6(c) 7(d)

3۔اصل آئین میں 'حق املاک' بنیادی حقوق کا حصہ تھا لیکن اسے اب قانون کا درجہ حاصل ہے وہ اب کس دفعہ میں رکھا گیا ہے۔

(a)300دفعہ (b)301دفعہ

(c)302دفعہ (d)ان میں سے کوئی نہیں

4۔حقوق کی توضیعات آئین کے کس دفعات میں شامل ہیں؟

12-32(a) 35-12(b)

12-36(c) 14-32(d)

5۔کیا بنیادی حقوق میں ترمیم کی جاسکتی ہے؟

(a)ہاں (b)نہیں

(c)ہاں لیکن 5 شرائط کے ساتھ (d)ان میں سے کوئی نہیں

6۔ کس دفعہ کے تحت عدلیہ پارلیمنٹ کے قانون کو کورد کر سکتی ہے۔؟

(a)13دفعہ (b)31 دفعہ

(c)32 دفعہ (d)226دفعہ

7۔دفعہ 17 کس طرح کی توضیعات ہے؟

(a)حق تعلیم (b)چھوت چھات کا خاتمہ

(c)حق زندگی (d)حق املاک

8۔مندرجہ ذیل میں کون سے دفعات اقلیتوں کے متعلق ہیں؟

(a)29-30 (b)28-30

(c)27-29 (d)25-28

9۔بنیادی حقوق کا محافظ کس کو کہا جاتا ہے؟

(a)مقننہ (b)عاملہ

(c)عدلیہ (d)ان میں کوئی نہیں

10۔مملکت کی تفصیلی تعریف کس دفعہ میں بیان کی گئی ہے۔

(a)10 (b)12

(c)13 (d)14

2.8.2۔ مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

1. بنیادی حقوق پر نوٹ لکھیئے۔
2. اقلیت سے مطلق حقوق کو مختصر طور پر بیان کیجئے۔
3. بنیادی حقوق کیوں ضروری ہے؟
4. کیابنیادی حقوق میں ترمیم کی جاسکتی ہے؟
5. استحصال کے خلاف حق کو مختصراً طور پر بیان کیجئے۔

2.8.3۔ طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. بنیادی حقوق پر تفصیل سے روشنی ڈالئے۔
2. بنیادی حقوق کی خصوصیات بیان کیجئے۔
3. کیا 'بنیادی حقوق Absolute ہے' بحث کیجئے۔

معروضی سوالات کے جوابات:

1۔	(c)	2۔	(a)	3۔	(a)	4۔	(b)	5۔	(a)
6۔	(c)	7۔	(c)	8۔	(c)	9۔	(c)	10۔	(b)

اکائی۔3 مملکت کے پالیسی کا ہدایتی اُصول

(Directive Principles of State Policy)

اکائی کے اجزا

3.0 تمہید

3.1 مقاصد

3.2 مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کا تعارف

3.3 مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کے معنی

3.4 مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کی خصوصیات

3.5 مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کیا ہمیت

3.6 بنیادی حقوق اور مملکت پالیسی کے ہدایتی اصولوں کے درمیان فرق

3.7 مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کی تنقید

3.8 اکتسابی نتائج

3.9 حصہ IV سے باہر ہدایات

3.10 ہدایتی اصولوں کا نفاذ

3.11 کلیدی الفاظ

3.12 نمونہ امتحانی سوالات

3.12.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

3.12.2 مختصر جوابات والے سوالات

3.12.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

3.0 تمہید(Introduction)

ہندوستانی آئین کے حصہ IV کے تحت آرٹیکل 51-36 مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول(Directive Principle of State Policy) سے متعلق درج ہیں۔ وہ آئرلینڈ کے آئین سے لئے گئے ہیں، جس نے اسے ہسپانوی آئین سے نقل کیا تھا۔ یہ مضمون مکمل طور پر مملکت پالیسی کے ہدایتی اصولوں، ہندوستانی آئین میں اس کی اہمیت اور بنیادی حقوق سے اس کے تصادم کی تاریخ پر بحث کرے گا۔

3.1 مقاصد(Objective)

اس اکائی کا مقصد ہے طلبا کو

- مملکت پالیسی کے تعارف اور معنی کی معلومات فراہم کرنا۔
- اس کے علاوہ طلبا کو مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کے خصوصیات سے تعارف کرانا ہے۔
- اس کی اہمیت اور مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول اور بنیادی حقوق کے درمیان فرق کی معلومات فراہم کرانا۔
- مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کے باہر بھی آئین میں موجود کچھ ہدایتی اصول کی معلومات کی فراہمی کو یقینی بنانا۔

3.2 مملکت کے ہدایتی اصول کا تعارف (Introduction of Directive Principle of State Policy)

ہندوستانی آئین دنیا کا سب سے طویل آئین ہے، جس کے اندر موجودہ وقت میں 448 آرٹیکلز، 25 حصے اور 12 شیڈول ہیں۔ یہ زمین کا اعلیٰ ترین قانون ہے اور مختلف علاقوں پر حکومت کرتا ہے، جن میں سے کچھ قوم کے کام کرنے کے لیے مطلق اور لازمی ہیں۔ آئین کے مختلف حصے ایک خاص عنوان پیش کرتے ہیں جس کے تحت اس موضوع سے متعلق مختلف قوانین دیے گئے ہیں۔ ہندوستانی آئین کے سب سے نمایاں حصے، جن کے بارے میں بھی سب سے زیادہ بات کی جاتی ہے، بالترتیب حصے III اور IV ہیں، بنیادی حقوق اور مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول پر مبنی ہے۔ جہاں بنیادی حقوق سے مُراد وہ حقوق ہیں جو ملک کے شہریوں کو دستیاب ہیں، وہیں دوسری طرف ہدایتی اصول وہ مینڈیٹ ہیں جن کو ریاست قوانین اور پالیسیاں بناتے وقت ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے۔ ہر ایک کا ایک الگ کردار ہوتا ہے اور ہر حصے کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

تاہم، کچھ ایسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں جہاں یہ دونوں حصے ایک دوسرے سے متصادم ہو جائیں۔ ایک صورت حال یہ مطالبہ کر سکتی ہے کہ ایک کو دوسرے پر چنا جائے، یعنی ایک دوسرے کو زیر کر لے۔ ایسی صورت میں، نہ صرف ان دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا مشکل ہو جاتا ہے، بلکہ اس کی قدر میں کمی بھی آتی ہے۔ اکثر یہ دلیل دی جاتی ہے کہ بنیادی حقوق بنیادی ہونے کی وجہ سے ہدایتی اصولوں کو زیر کر لیں گے، لیکن

یہ بھی دلیل دی جاتی ہے کہ ہدایتی اصول اس لحاظ سے بھی بنیادی ہیں کہ وہ ریاست کے کام کرنے کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ان کی اصل نوعیت اور افعال کا پتہ لگانے کے لیے ضروری ہے کہ دونوں حصوں کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے اور دونوں کے درمیان فرق کے نکات کو سمجھ لیا جائے

3.3 مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کے معنی (Meaning of Directive Principle of State Policy)

مملکت پالیسی کے ہدایتی اصولوں کی تعریف جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول وہ ہدایات ہیں جو ملک کی مرکزی اور مملکت حکومت کو دی گئی ہیں، تاکہ قوانین اور پالیسیاں بناتے وقت ان کا حوالہ دیا جائے، اور ایک انصاف پسند معاشرے کو یقینی بنایا جائے۔ اصول حصہ IV میں مجسم ہیں اور آئین کے آرٹیکل 36 سے 51 میں درج ہیں۔اس کو عدالت کے ذریعے نافذ نہیں کیا جاسکتا۔تاہم، ریاست کی حکمرانی میں ان کو اہم تسلیم کیا جاتا ہے۔ان اصولوں کا مقصد ایسا سماجی و اقتصادی ماحول پیدا کرنا ہے، جس سے شہریوں کو اچھی زندگی گزارنے میں مدد مل سکے۔مزید برآں، ہدایتی اصول حکومت کی کارکردگی کا بھی اندازہ لگاتے ہیں، اس کے حاصل کردہ مقاصد سے متعلق ہیں۔

مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول (Directive Principle of State Policy): مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول آئین کے آرٹیکل 36 سے 51 تک چلتے ہیں۔وہ آئرلینڈ کے آئین سے لیے گئے ہیں۔آئیرلینڈ کو یہ ہسپانوی آئین سے ملا تھا۔ہدایتی اصول ایسے رہنما خطوط ہیں جن کی حکومت کو ملک کے لیے قوانین تیار کرتے وقت عمل کرنے کی ضرورت ہے۔وہ فلاحی ریاست کے تصور کو پورا کرتے ہیں، جو صرف اسی صورت میں حاصل کیا جاسکتا ہے جب ان اصولوں کو اس معنی میں نافذ کیا جائے جس طرح کا ان کا ذکر کیا گیا ہے۔حصہ چہارم کے آرٹیکل 37 میں کہا گیا ہے کہ اگرچہ یہ اصول کسی بھی عدالت میں قابل نفاذ نہیں ہیں، لیکن یہ ملک کی حکمرانی میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور حکومت کا فرض ہے کہ وہ قوانین بناتے وقت ان اصولوں کو ذہن میں رکھے۔بنیادی حقوق کے برخلاف، ہندوستان کا آئین ہدایتی اصولوں کی درجہ بندی نہیں کرتا ہے۔پھر بھی، بہتر تفہیم کے لیے، انہیں عام طور پر سوشلسٹ اصولوں، گاندھیائی اصولوں، اور لبرل-عقلی اصولوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

آرٹیکل 38 سے 39A، آرٹیکل 41 سے 43A، اور آرٹیکل 47 سوشلسٹ اصولوں پر مشتمل ہیں، اور یہ ایک جمہوری سوشلسٹ کی ترقی کا فریم ورک مرتب کرتے ہیں۔

آرٹیکل 40، 43، 43B، اور 46 سے 48 میں گاندھیائی اصول شامل ہیں، جو تحریک آزادی کے دوران مہاتما گاندھی کے نظریے کو فروغ دیتے ہیں۔آرٹیکل 44، 45، اور 48 سے 51 تک لبرل ازم اور دانشوری کے نظریات کی طرف مائل ہیں۔یکساں سول کوڈ بھی ان آرٹیکلز کے تحت آتا ہے۔ہدایتی اصول کچھ حقوق کی ضمانت کو فروغ دیتے ہیں، جیسے مساوی کام کے لیے مساوی اجرت کا حق، اور مساوات اور انصاف کو بھی فروغ دیتے ہیں، لیکن یہ حقوق سے زیادہ ضابطے ہیں۔انہیں ان لوگوں کے فرائض کے طور پر درجہ بندی کیا جاسکتا ہے جو ملک چلانے کے ذمہ دار ہیں۔

3.4 مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کی خصوصیات(Features of Directive Principle of State Policy)

1۔ جملہ 'ریاست کی پالیسی کے ہدایتی اصول' ان نظریات کی نشاندہی کرتا ہے جن کو ریاست کو پالیسیاں بنانے اور قوانین بنانے کے دوران ذہن میں رکھنا چاہیے۔ یہ قانون سازی، انتظامی اور انتظامی معاملات میں ریاست کو آئینی ہدایا تیا سفارشات ہیں۔ آرٹیکل 36 کے مطابق حصہ IV میں 'ریاست' کی اصطلاح وہی معنی رکھتی ہے جو حصہ III میں بنیادی حقوق سے متعلق ہے۔ لہذا، اس میں مرکزی اور مملکت حکومتوں کے قانون ساز اور انتظامی اعضاء، تمام مقامی حکام اور ملک کے دیگر تمام عوامی حکام شامل ہیں۔ ہدایتی اصول 'انسٹرومنٹ آف انسٹرکشنز' سے ملتے جلتے ہیں۔

2- 1935 کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں شمار کیا گیا ہے۔ ہدایات، جو گورنر جنرل اور گورنر کو جاری کی گئی تھیں۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کے تحت برطانوی حکومت کے ذریعہ ہندوستان کی کالونیوں کے گورنر۔ جسے ہدایتی اصول کہا جاتا ہے وہ محض ہدایات کے آلے کا دوسرا نام ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ مقننہ اور عاملہ کے لیے ہدایات ہیں۔

3۔ ہدایتی اصول ایک بہت ہی جامع اقتصادی عمل کو تشکیل دیتے ہیں، جسے جدید جمہوری مملکت کے لیے سماجی اور سیاسی پروگرام بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ ان کا مقصد انصاف، آزادی، مساوات اور بھائی چارے کے اعلیٰ نظریات کو حاصل کرنا ہے جیسا کہ آئین کی تمہید میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ ایک 'فلاحی ریاست' کے تصور کو مجسم کرتے ہیں نہ کہ 'پولیس ریاست' کے، جو نوآبادیاتی دور میں موجود تھی۔ مختصراً، وہ ملک میں معاشی اور سماجی جمہوریت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

4. ہدایتی اصول فطرت کے لحاظ سے غیر منصفانہ ہیں، یعنی ان کی خلاف ورزی کے لیے عدالتوں کے ذریعے ان کا نفاذ قانونی طور پر نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے حکومت (مرکزی، مملکت اور مقامی) کو ان پر عمل درآمد کے لیے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے باوجود آئین (آرٹیکل 37) خود کہتا ہے کہ یہ اصول ملک کی حکمرانی میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور ریاست کا فرض ہوگا کہ وہ قوانین بنانے میں ان اصولوں کا اطلاق کرے۔

5. ہدایتی اصول، اگرچہ فطرت میں غیر منصفانہ ہیں، عدالتوں کو کسی قانون کی آئینی موزونیت کی جانچ اور تعین کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ سپریم کورٹ نے کئی بار فیصلہ دیا ہے کہ کسی بھی قانون کی آئینی حیثیت کا تعین کرتے ہوئے، اگر کسی عدالت کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث قانون کسی ہدایتی اصول کو نافذ کرنا چاہتا ہے، تو وہ آرٹیکل 14 کے سلسلے میں ایسے قانون کو 'مناسب' سمجھ سکتی ہے۔ (قانون کے سامنے مساوات) یا آرٹیکل 19 (چھ آزادی) اور اس طرح ایسے قانون کو غیر آئینی ہونے سے بچاتے ہیں۔

3.5 مملکت کے پالیسی کا ہدایتی اصول کی اہمیت(Importance of Directive Principle of State Policy)

ہندوستانی شہری کے لیے DPSPs کی اہمیت DPSPs کی غیر منصفانہ نوعیت سے قطع نظر، ایک شہری کو ان سے آگاہ ہونا چاہیے۔ جیسا کہ آرٹیکل 37 خود ان اصولوں کو ملک کی حکمرانی میں بنیادی قرار دیتا ہے۔ DPSPs کا مقصد معاشرے کے سماجی اور معاشی حالات کو بہتر بنانا ہے تاکہ لوگ اچھی زندگی گزار سکیں۔ DPSPs کا علم ایک شہری کو حکومت پر نظر رکھنے میں مدد کرتا ہے۔ ایک شہری ڈی پی ایس پیز کو حکومت کی کارکردگی کے پیمائش کے طور پر استعمال کر سکتا ہے جہاں اس کی کمی ہے۔ ایک شخص کو ان دفعات کا علم ہونا چاہیے کیونکہ بالآخر یہ اصول ان پر حکمرانی کرنے والے قانون کا فیصلہ کرنے کے لیے ایک پیمانہ کے طور پر کام کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ یہ ریاست کی طاقت کو ایک سخت قانون بنانے کے لیے بھی محدود کرتا ہے۔ مختلف عدالتی فیصلوں کے ذریعے، اب یہ طے شدہ اصول ہے کہ DPSPs اور بنیادی حقوق میں توازن رکھنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ بنیادی حقوق کے تقدس کو برقرار رکھنا۔ ہدایتی اصول پر عمل نہ کرنے سے بنیادی حق براہ راست یا بالواسطہ متاثر ہوگا جسے آئین کے اہم ترین حصوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔

3.6 بنیادی حقوق اور مملکت پالیسی کے ہدایتی اصولوں کے درمیان فرق

(Difference between Fundamental Rights and DPSP)

ان حقائق کے علاوہ کہ مملکت پالیسی کے بنیادی حقوق اور ہدایتی اصول دونوں مختلف چیزوں کے لیے کھڑے ہیں اور آئین کے مختلف حصوں اور آرٹیکلز کو تشکیل دیتے ہیں، جب ان کے مقاصد اور نفاذ کی بات آتی ہے تو وہ فطری طور پر مختلف ہوتے ہیں۔ مملکت پالیسی کے بنیادی حقوق اور ہدایتی اصولوں کے درمیان فرق درج ذیل ہیں:

- بنیادی حقوق ہندوستان کے شہریوں کے لیے دستیاب حقوق ہیں، لہٰذا اس لحاظ سے، وہ انفرادی نقطہ نظر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ ملک کے شہری کے بنیادی حقوق ہیں اور اگر ان کی خلاف ورزی کی گئی تو کسی دوسرے فرد یا ریاست کے خلاف عدالت سے رُجوع کیا جا سکتا ہے۔ ہدایتی اصول زیادہ سماجی نقطہ نظر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان کا وجود افراد کے بجائے ملک کی پوری آبادی کی فلاح و بہبود کی وجہ سے ہے۔ فطرت میں یہ اجتماعی ہیں۔
- بنیادی حقوق کا دائرہ بنیادی طور پر محدود ہے، کیونکہ شہریوں کو لامحدود حقوق دینے سے انتشار پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن ہدایتی اصولوں کا دائرہ لامحدود ہے۔ انہیں بڑے پیمانے پر سمجھا جا سکتا ہے اور مزید اصولوں کو عروج دے سکتا ہے۔
- بنیادی حقوق منفی نوعیت کے ہیں، جس کا مطلب ہے کہ وہ ریاست پر پابندیاں عائید کرتی ہیں۔ ریاست کو کچھ ایسے کام کرنے کی ضرورت ہے جو کسی فرد کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کا باعث بنیں۔ وہ ملک کی عدالت میں قانونی طور پر قابل عمل ہیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بنیادی حقوق اس نوعیت کے ہیں کہ ان کی خلاف ورزی ہو سکتی ہے۔ ہدایتی اصول، دوسری طرف،

خلاف ورزی کی خصوصیت نہیں رکھتے۔ وہ ان قوانین کی بنیاد کے طور پر موجود ہیں جو ملک کے لیے وضع کیے گئے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ملک کی عدالت میں قانونی طور پر نافذ نہیں ہو سکتے۔ یہ ہدایتی اصولوں کو فطرت میں مثبت بناتا ہے، یعنی ریاست کو ملک کی فلاح و بہبود کے لیے کچھ کام کرنے کی پابند ہے۔

- چونکہ ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، اس کے قوانین میں جمہوریت کے عناصر موجود ہیں۔ بنیادی حقوق اور ہدایتی اصول دونوں ہی جمہوریت کے نظریے کا پرچار کرتے ہیں، لیکن وہ جس طرح کی جمہوریت کا پرچار کرتے ہیں وہ مختلف ہے۔ بنیادی حقوق سیاسی جمہوریت کا پرچار کرتے ہیں، جبکہ ہدایتی اصول سماجی اور معاشی جمہوریت کی تشہیر کرتے ہیں۔ یہ صرف اس لیے ہے کہ دونوں حصوں کے مقاصد مختلف ہیں۔ مزید برآں، بنیادی حقوق فرد کی فلاح و بہبود کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، جب کہ ہدایتی اصول سماجی اور معاشی بہبود کے لیے ہوتے ہیں۔
- ہدایتی اصولوں کے نفاذ کے لیے مناسب قانون سازی کی ضرورت ہے۔ صرف قانون سازی کے ذریعے ہی ہدایتی اصولوں کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ انہیں خود بخود اور اس زبان میں نافذ نہیں کیا جا سکتا جس زبان میں وہ آئین میں شامل ہیں۔ تاہم، بنیادی حقوق قابل نفاذ ہیں۔ ان پر عمل درآمد کے لیے کسی قانون کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بنیادی حقوق پابندیوں سے خالی ہیں۔ ہدایتی اصولوں کی قانونی اور سیاسی پابندیاں ہوتی ہیں، لیکن بنیادی حقوق کی بھی قانونی پابندیاں ہوتی ہیں۔
- اگر کوئی قانون بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہے تو عدالت اس قانون کو غیر آئینی اور ناجائز قرار دے سکتی ہے۔ لیکن عدالتوں کے پاس یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی ہدایتی اصول کی خلاف ورزی کرنے والے کسی قانون کو غیر آئین یا ناجائز قرار دے سکے۔ تاہم، عدالت کی طرف سے قانون کو برقرار رکھا جا سکتا ہے اگر یہ ہدایتی اصول پر اثر ڈالتا ہے۔
- آئین سازوں نے بنیادی حقوق کو فخر کا مقام دیا۔ وہ بنیادی حقوق ہی ہے جن کی ضمانت ہر شہری کے لیے ہے۔ ہدایتی اصولوں کو آئین میں مستقل جگہ دی گئی ہے کیونکہ وہ ملک میں ہونے والی قانون سازی کی سرگرمیوں کی بنیاد بناتے ہیں۔
- بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کے نتیجے میں تعزیرات ہند، 1860 کے مطابق سزا ملتی ہے۔ یہ حقوق ریاست کے خلاف یا کسی فرد (افراد) کے خلاف نافذ کیے جا سکتے ہیں۔ ہدایتی اصولوں کی خلاف ورزی پر کوئی سزا نہیں ہے۔
- بنیادی حقوق کو ہنگامی حالت کے دوران معطل کیا جا سکتا ہے، سوائے زندگی کے بنیادی حق اور ذاتی آزادی کے، جسے ہنگامی حالت میں بھی معطل نہیں کیا جا سکتا۔ ہدایتی اصولوں کو کسی بھی حالت میں کبھی بھی معطل یا محدود نہیں کیا جا سکتا۔
- ہندوستان کا آئین ایسے وقت میں تیار کیا گیا تھا جب بہت سے ممالک کے اپنے آئین تھے۔ اس طرح ہمارے آئین کے بہت سے حصے دوسرے آئین سے لیے گئے ہیں۔ جبکہ ہدایتی اصول آئرش آئین سے لیے گئے ہیں، بنیادی حقوق ریاستہائے متحدہ امریکہ کے آئین سے لیے گئے ہیں۔

3.7 مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کی تنقید (Criticism of Directive Principle of State Policy)

مملکت پالیسی کے ہدایتی اصولوں پر کچھ لوگوں نے تنقید کی ہے۔ دستور ساز اسمبلی کے ارکان کے ساتھ ساتھ دیگر آئینی اور سیاسی ماہرین درج ذیل بنیادوں پر تنقید کی:

1. کوئی قانونی قوت نہیں۔

ہدایات کو بنیادی طور پر ان کے غیر منصفانہ کردار کی وجہ سے تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ جب کہ کے ٹی شاہ (K.T Shah) نے انہیں 'پاکیزہ ضرورتوں' سے تعبیر کیا اور ان کا موازنہ 'بینک پر ایک چیک' سے کیا، جو صرف اس صورت میں قابل ادائیگی ہے جب بینک کے پاس وسائل ہوں'۔ ناصر الدین نے دلیل دی کہ یہ اصول 'نئے سال کی قرار دادوں سے بہتر نہیں ہیں، جو ٹوٹے ہوئے ہیں۔ جنوری کے دوسرے دن'۔ یہاں تک کہ جیسا کہ ٹی ٹی کرشنماچاری نے ہدایات کو 'جذبات کا ایک حقیقی کوڑے دان' کے طور پر بیان کیا۔، کے سی وہیر نے انہیں 'اہداف کا منشور' قرار دیا۔ خواہشات' اور رائے دی کہ وہ محض 'اخلاقی تعظیم' کے طور پر کام کرتے ہیں، اور سر آئیور جینگز کا خیال تھا کہ وہ صرف 'پاک خواہشات' کے طور پر ہیں۔

2. غیر منطقی ترتیب

ناقدین کا خیال ہے کہ ہدایات کو ایک مستقل فلسفے کی بنیاد پر منطقی انداز میں ترتیب نہیں دیا گیا ہے۔ این سری نواسن کے مطابق، 'ہدایتیں نہ تو مناسب طریقے سے درجہ بندی کی گئی ہیں اور نہ ہی منطقی طور پر ترتیب دی گئی ہیں۔ اعلامیہ انتہائی اہم معاشی اور سماجی سوالات کے ساتھ نسبتاً غیر اہم مسائل کو ملا دیتا ہے۔ یہ جدید کو پرانے کے ساتھ جوڑتا ہے اور عقل اور سائنس کے ذریعہ تجویز کردہ دفعات کو خالصتاً جذبات اور تعصب پر مبنی دفعات کے ساتھ جوڑتا ہے۔ سر آئیور جینگز نے بھی نشاندہی کی کہ ان اصولوں کا کوئی مستقل فلسفہ نہیں ہے۔

3. قدامت پسند

سر آئیور جینگز کے مطابق، ہدایات 19 ویں صدی کے انگلستان کے سیاسی فلسفے پر مبنی ہیں۔ اس نے تبصرہ کیا: 'سڈنی ویب اور بیٹریس ویب کے بھوت متن کے صفحات پر گھومتے ہیں۔ آئین کا حصہ چہارم سوشلزم کے بغیر فیبین سوشلزم کا اظہار کرتا ہے۔ انہوں نے رائے دی کہ ہدایتیں بیسویں صدی کے وسط میں ہندوستان میں موزوں سمجھی جاتی تھیں۔ اس سوال کا جواب نہیں دیا جا سکتا کہ کیا وہ اکیسویں صدی کے لیے موزوں ہیں؟ لیکن یہ بہت ممکن ہے کہ وہ مکمل طور پر آؤٹ موڈ ہو جائیں گے۔

4. آئینی تنازعہ

کے سنتھانم نے نشاندہی کی ہے کہ ہدایات آئینی تصادم کا باعث بنتی ہیں (a) مرکز اور ریاستوں کے درمیان، (b) صدر اور وزیر اعظم کے درمیان، اور (c) گورنر اور چیف منسٹر کے درمیان۔ ان کے مطابق، مرکز ان اصولوں کے نفاذ کے سلسلے میں ریاستوں کو ہدایات دے سکتا ہے، اور عدم تعمیل کی صورت میں، مملکت حکومت کو برخاست کر سکتا ہے۔ اسی طرح، جب وزیر اعظم کو کوئی بل ملتا ہے (جو ہدایتی اصولوں کی

خلاف ورزی کرتا ہے)اور پارلیمنٹ سے پاس ہوتا ہے تو صدر اس بل کو اس بنیاد پر مسترد کر سکتے ہیں۔
ملک کی حکمرانی کے لیے بنیادی ہیں اور اس لیے وزارت کو ان کو نظر انداز کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ مملکت سطح پر گورنر اور وزیر اعلیٰ کے درمیان وہی آئینی تنازعہ ہو سکتا ہے۔

3.8 بنیادی حقوق سے باہر ہدایات(DPSP outside of Fundamental Rights)

حصہ IV میں شامل ہدایات کے علاوہ، آئین کے دیگر حصوں میں شامل کچھ دیگر ہدایات بھی ہیں۔ وہ ہیں:

1. خدمات کے لیے SCs اور STs کے دعوے: درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل کے اراکین کے دعووں پر غور کیا جائے گا۔

کی کارکردگی کو برقرار رکھنے کے ساتھ مستقل طور پر غور کرنا انتظامیہ، یونین یا ریاست کے امور کے سلسلے میں خدمات اور عہدوں پر تقرریوں کے لیے (آرٹیکل 335)۔

2. مادری زبان میں تعلیم: یہ ہر ریاست کی کوشش ہوگی اور ریاست کے اندر ہر مقامی اتھارٹی کو مناسب سہولیات فراہم کرنے کے لیے

تعلیم کے ابتدائی مرحلے میں لسانی گروہوں سے تعلق رکھنے والے بچے مادری زبان میں تعلیم کی بندوبست کی جائیگی (آرٹیکل-3A350.
ہندی زبان کی ترقی: ہندی زبان کے پھیلاؤ کو فروغ دینا اور اسے ترقی دینا یونین کا فرض ہوگا۔ ہندوستان کی ثقافت مرکب کے تمام عناصر کے اظہار کے ذریعہ کے طور پر کام کرتا ہے۔ (آرٹیکل 351)۔

مندرجہ بالا ہدایات فطرت میں بھی غیر منصفانہ ہیں۔ جس کی وجہ سے اس بنیاد پر عدلیہ کی طرف سے بھی یکساں اہمیت اور توجہ دی گئی۔

ہے کہ آئین کے تمام حصوں کو ایک ساتھ پڑھا جانا چاہیے۔

3.9 ہدایتی اصولوں کا نفاذ(Implementation of Directive Principle of State Policy)

1950 سے، مرکز اور ریاستوں میں ایک کہ بعد دیگر آنے والی حکومتوں نے متعدد قوانین بنائے اور ہدایتی اصولوں کو نافذ کرنے کے لیے مختلف پروگرام بنائے۔ ان کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے: 1. منصوبہ بندی کمیشن 1950 میں ملک کی ترقی کو منصوبہ بند طریقے سے آگے بڑھانے کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ ایک کہ بعد دیگرے پانچ سالہ منصوبوں کا مقصد سماجی و اقتصادی انصاف کو یقینی بنانا اور آمدنی، حیثیت اور مواقع کی عدم مساوات کو کم کرنا ہے۔ 2015 میں پلاننگ کمیشن کی جگہ نیتی آیوگ (نیشنل انسٹی ٹیوشن فار ٹرانسفارمنگ انڈیا) کے نام سے ایک نئی باڈی تشکیل دی گئی۔ 2. تقریباً تمام ریاستوں نے زرعی معاشرے میں تبدیلیاں لانے اور دیہی عوام کے حالات کو بہتر بنانے کے لیے زمینی اصلاحات کے قوانین پاس کیے ہیں۔ جن میں مختلف اقدامات میں شامل ہیں (a) ثالثوں جیسے زمینداروں، جاگیرداروں، انعامداروں وغیرہ کا خاتمہ؛ (b) کرایہ داری کی اصلاحات جیسے میعاد کی حفاظت، مناسب کرایہ وغیرہ۔ (c) زمینوں پر چھتوں کا نفاذ؛ (d) بے زمین مزدوروں میں

فاضل زمین کی تقسیم؛اور(e) کوآپریٹو فارمنگ۔ 3. کم از کم اجرت کا ایکٹ (1948)،اجرت کی ادائیگی کا ایکٹ (1936)، بونس کی ادائیگی کا ایکٹ (1965)، کنٹریکٹ لیبر ریگولیشن اینڈ ابولیشن ایکٹ (1970)، چائلڈ لیبر پرہیبیشن اینڈ ریگولیشن ایکٹ (1986)، بانڈڈ لیبر سسٹم ابالیشن ایکٹ (1976)، ٹریڈ یونینز ایکٹ (1926)، فیکٹریز ایکٹ (1948)، مائنز ایکٹ (1952)، انڈسٹریل ڈسپیوٹ ایکٹ (1947)، ورک مینز کمپنسیشن ایکٹ (1923) وغیرہ۔ مزدور طبقوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے نافذ کیا گیا ہے۔ 2006 میں حکومت نے چائلڈ لیبر پر پابندی لگا دی تھی۔ 2016 میں، چائلڈ لیبر پرہیبیشن اینڈ ریگولیشن ایکٹ (1986) کا نام بدل کر چائلڈ اینڈ ایڈیلسنٹ لیبر پرہیبیشن اینڈ ریگولیشن ایکٹ، 1986 رکھ دیا گیا۔ 4. میٹرنٹی بینیفٹ ایکٹ (1961) اور مساوی معاوضہ ایکٹ (1976) خواتین کارکنوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے بنائے گئے ہیں۔ 5. عام بھلائی کے فروغ کے لیے مالی وسائل کو بروئے کار لانے کے لیے مختلف اقدامات کیے گئے ہیں۔ ان میں زندگی کی قومیت شامل ہے۔ انشورنس (1956)، چودہ معروف کمرشل کی قومیائی بینکوں (1969)، جنرل انشورنس کی قومیائی (1971)، کا خاتمہ پرائیوی پرس (1971) وغیرہ۔ 6. لیگل سروسز اتھارٹیز ایکٹ (1987) نے غریبوں کو مفت اور قابل قانونی امداد فراہم کرنے اور مساوی انصاف کو فروغ دینے کے لیے لوک عدالتوں کا اہتمام کرنے کے لیے ایک ملک گیر نیٹ ورک قائم کیا ہے۔ لوک عدالت قانونی تنازعات کے مصالحانہ حل کے لیے ایک قانونی فورم ہے۔ اسے سول کورٹ کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ اس کے ایوارڈز قابل نفاذ ہیں، فریقین پر پابند ہیں اور حتمی ہیں کیونکہ ان کے خلاف کسی عدالت میں کوئی اپیل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ 7. کھادی اور گاؤں کی صنعتوں کا بورڈ، کھادی اور گاؤں کی صنعتیں۔ دیہی علاقوں میں کاٹیج انڈسٹریز کی ترقی کے لیے کمیشن، اسمال اسکیل انڈسٹریز بورڈ، نیشنل اسمال انڈسٹریز کارپوریشن، ہینڈلوم بورڈ، دستکاری بورڈ، کوئر بورڈ، سلک بورڈ وغیرہ قائم کیے گئے ہیں۔ 8. کمیونٹی ڈویلپمنٹ پروگرام (1952)، ہل ایریا ترقیاتی پروگرام (1960)، خشک سالی کا شکار علاقہ پروگرام (1973)، کم از کم ضروریات پروگرام (1974)، مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام (1978)، جواہر روزگار یوجنا (1989)، سوورنجینتی گرام سوا روزگر یوجنا (1999)، سمپورنا گرامینا روزگار یوجنا (2001)، نیشنل رورل ایمپلائمنٹ گارنٹی لوگوں کے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لیے (2006) کا پروگرام وغیرہ شروع کیے گئے ہیں۔ 9. جنگلی حیات (تحفظ) ایکٹ، 1972 اور جنگلات (کنزرویشن) ایکٹ، 1980، جنگلی حیات اور جنگلات کے تحفظ کے لیے نافذ کیا گیا ہے۔ بالترتیب مزید، پانی اور فضائی ایکٹ نے اس کے لیے فراہم کیا ہے۔ مرکزی اور ریاستی آلودگی کنٹرول بورڈز کا قیام، جو ماحولیات کے تحفظ اور بہتری میں مصروف ہیں۔ قومی جنگلاتی پالیسی (1988) کا مقصد جنگلات کا تحفظ اور ترقی ہے۔ 10. بہتر زرعی آدانوں، بیجوں، کھادوں اور آبپاشی کی سہولیات فراہم کر کے زراعت کو جدید بنایا گیا ہے۔ مویشی پالنا کو جدید اور سائنسی خطوط پر منظم کرنے کے لیے بھی مختلف اقدامات کیے گئے ہیں۔ 11. تین درجے پنچایتی راج نظام (گاؤں، تعلقہ اور ضلع کی سطح پر) متعارف کرایا گیا ہے تاکہ گاندھی جی کے ہر گاؤں کو ایک جمہوریہ بنانے کے خواب کو حقیقت میں بدلا جا سکے۔ ان پنچایتی راج اداروں کو آئینی حیثیت اور تحفظ فراہم کرنے کے لیے 73 ویں ترمیمی ایکٹ (1992) کو نافذ کیا گیا ہے۔ 12. تعلیمی اداروں، سرکاری خدمات اور نمائندہ اداروں میں ایس سی، ایس ٹی اور دیگر کمزور طبقات کے لیے نشستیں مخصوص ہیں۔ اچھوت (جرائم) ایکٹ، 1955، جسے 1976 میں تحفظِ شہری حقوق ایکٹ کا نام دیا گیا اور درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل (مظالم کی روک تھام) ایکٹ، 1989، کو SCs اور STs اور سماجی ناانصافیوں سے بچانے کے لیے نافذ کیا گیا ہے۔ استحصال 1990

کے 65ویں آئینی ترمیمی ایکٹ نے SCsاور STs کے مفادات کے تحفظ کے لیے قومی کمیشن برائے درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل کا قیام عمل میں لایا۔ 2003 کے 89ویں آئینی ترمیمی ایکٹ نے اس مشترکہ کمیشن کو دو الگ الگ اداروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

3.10 اکتسابی نتائج (Learning Outcome)

اس اکائی کے مطالعہ کرنے کے بعد ہم نے،

- مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کے تعارف اور اس کہ معنی کو جانا۔
- اس کے علاوہ ہم نے مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کے خصوصیات کو سمجھا۔
- اس کی اہمیت اور مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول اور بنیادی حقوق کے درمیان فرق کی معلومات حاصل کی۔
- مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کے باہر بھی آیین میں موجود کچھ ہدایتی اصول کو سمجھا۔

3.11 کلیدی الفاظ (Key words)

- چیف جسٹس : سپریم کورٹ کا سب سے اعلی جج
- سول کورٹ : غیر جرایم پر مبنی عدالت
- کریمنل کورٹ : صرف جرایم پر مبنی عدالت
- عدالتی نظر شانی : اس کے تحت اعلی عدالت عاملہ کے زریعہ بنائے گیے قانون کی تجزیہ کرتا ہے،
- یکساں سول کوڈ : سبھی مذاہب کے لیے ایک ہی طرح کا سول کوڈ

3.12 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

3.12.1۔ معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کو کس ملک سے لیا گیا ہے؟

(a) امریکہ کے دستور سے (b) حکومت ہند ایکٹ 1919 (c) آئیر لینڈ کے دستور (d) ان میں سے کوئی نہیں

2. ہندوستان کے سپریم کورٹ کا افتتاح کب ہوا؟

(a) 28 جنورتی 1950 (b) 18 جنوری 1950 (c) 28 جنوری 1952 (d) 21 جنوری 1955

3. مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کو آئین کے کس حصہ میں رکھا گیا ہے؟

(a) حصہ II (b) حصہ III (c) حصہ IV (d) حصہ V

4. یکساں سول کوڈ آئین کے کس دفعات میں موجود ہے؟

(a) آرٹیکل 40 (b) آرٹیکل 41 (c) آرٹیکل 43 (d) آرٹیکل 44

5؟ پارلیمنٹ بنا ہوتا ہے

(a) چیف جسٹس (b) صرف صدر ہندوستان (c) صرف پارلیمینٹ (d) صدر و پارلیمینٹ

6. مندرجہ ذیل میں سے کون سا آرٹیکل سپریم کورٹ کے قیام کے بارے میں بات کرتا ہے؟

(a) آرٹیکل 176 (b) آرٹیکل 153 (c) آرٹیکل 124 (d) آرٹیکل 324

7. اس وقت ہندوستان میں ہائی کوٹوں کی تعداد کتنی ہے؟

(a) آرٹیکل 25 (b) آرٹیکل 28 (c) آرٹیکل 29 (d) آرٹیکل 21

8. ہندوستان کی فیملی عدالتیں کس ایکٹ کے ذریعہ قائم کی گئیں؟

(a) ایکٹ 1984 (b) ایکٹ 1985 (c) ایکٹ 1986 (d) ایکٹ 1988

9. ہمارے آئین کا آخری ترجمان کون ہے؟

(a) عدلیہ (b) حکومت (c) ایگزیکٹ (d) وزارت انصاف

10. موجود ہبر طانوی عدالتی نظام کی بنیاد کن قوانین پر رکھی گئی ہے؟

(a) عمومی قوانین (b) خصوصی قوانین (c) لیگل قوانین (d) ان میں سے کچھ نہیں

3.12.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کی تعریف بیان کیجئے۔
2. مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کی اہمیت پر روشنی ڈالیئے۔
3. مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول اور بنیادی حقوق کا موازنہ کیجئے۔

4. آئین کے حصہ IV کے باہر کچھ اور مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول موجود ہیں بیان کیجئے۔
5. مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کے نفاذ پر مختصر روشنی ڈالیے۔

3.12.3۔طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

1. مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول اور بنیادی حقوق کے درمیان فرق کا جائزہ لیجئے۔
2. مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کے تعارف اور اس معنی پر روشنی ڈالیے۔
3. مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کا تنقیدی جائزہ لیجئے۔

معروضی سوالات کے جوابات:

1۔	(c)	2۔	(a)	3۔	(c)	4۔	(d)	5۔	(d)
6۔	(c)	7۔	(a)	8۔	(a)	9۔	(a)	10۔	(a)

اکائی 4۔ مجلس قانون ساز

(Legislature)

اکائی کے اجزا:

4.0	تمہید
4.1	مقاصد
4.2	دوایوانی مجلس قانون ساز
4.3	بھارت کی پارلیمنٹ
4.4	لوک سبھا
4.5	راجیہ سبھا
4.6	پارلیمنٹ کے اختیارات وفرائض
4.5	پارلیمنٹ کی مختلف کمیٹیاں
4.6	مسودہ قانون یا بل کی قسمیں
4.7	قانون سازی کا طریقہ
4.8	اکتسابی نتائج
4.9	کلیدی الفاظ
4.10	نمونہ امتحانی سوالات
4.10.1	معروضی جوابات کے حامل سوالات
4.10.2	مختصر جوابات کے حامل سوالات
4.10.3	طویل جوابات کے حامل سوالات

4.0 تمہید (Introduction)

بھارت کی پارلیمنٹ مرکزی مجلس قانون ساز ہے جو دوایوانی ہے اس کے ایوان زیریں کو لوک سبھا اور ایوان بالا کو راجیہ سبھا کہتے ہیں۔ دستور ہند کی دفعہ 79 سے 122 تک دفعات پارلیمنٹ سے متعلق ہیں ان میں لوک سبھا، راجیہ سبھا اُن کی تشکیل، ممبران کی تعداد، ممبران کا الیکشن، الیکشن کے لئے شرائط، ممبران کے حقوق و مراعات، ایوان کے صدر اور ان کے اختیارات و فرائض کے علاوہ پارلیمنٹ کے اختیارات و فرائض کی تفصیل درج ہیں۔ بھارت ایک وفاقی ملک ہے۔ پارلیمنٹ مرکزی فہرست کے موضوعات اور مشترکہ فہرست کے موضوعات پر قانون سازی کا حق رکھتی ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مشترکہ فہرست پر قانون سازی کے لئے اُسے نصف ریاستوں کی منظوری ضروری ہوتی ہے۔

4.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ میں،

- طلبا کو مجلس قانون ساز سے متعلق بہت ساری معلومات حاصل ہو گی۔
- بھارت کے دستور نے پارلیمنٹ کے تعلق سے جو نظام قائم کیا ہے جیسے لوک سبھا، راجیہ سبھا، اُن کی تشکیل، ممبران کے لئے شرائط، الیکشن کا طریقہ کار، ممبران کی برطرفی، ممبران کے حقوق و مراعات کو بھی جانیں گے۔
- لوک سبھا کا اسپیکر اور راجیہ سبھا کا چیرمین اُن کا تقرر برطرفی اور اختیارات و فرائض سے بھی رُوبرو ہوں گے۔
- پارلیمنٹ کے اختیارات و فرائض، قانون سازی کا طریقہ، دستور میں ترمیم کا طریقہ کو سمجھیں گے۔
- پارلیمنٹ کس طرح حکومت پر اپنا کنٹرول رکھتی ہے اس کی معلومات بھی حاصل کریں گے۔
- پارلیمانی طرز حکومت میں وزیر اعظم اور اُس کی مجلس وزراء پارلیمنٹ کے ایوان زیریں لوک سبھا کے سامنے کس طرح جوابدہ ہوتے ہیں اور یہ جوابدہی اجتماعی نوعیت کی ہوتی ہے سمجھیں گے۔
- وزیر کے خلاف بھی عدم اعتماد کی قرارداد پاس ہو جائے تو پوری مجلس وزراء کا ہی خاتمہ ہو جاتا ہے ان باتوں کی بھی معلومات ہو گی۔

4.2 دوایوانی مجلس قانون ساز (Bicameral Legislature)

ایسی مجلسِ قانون ساز جس میں دو ایوان ہوں دوایوانی مجلس قانون ساز کہلاتی ہے۔ ایسی مجلسِ قانون ساز میں ایک ایوان زیریں ہوتا ہے اور ایک ایوان بالا ہوتا ہے۔ بھارت کی پارلیمنٹ دوایوانی مجلس قانون ساز ہے اس کا ایک ایوان لوک سبھا اور دوسرا ایوان راجیہ سبھا ہے۔ لوک سبھا ایوانِ زیریں ہے اور راجیہ سبھا ایوانِ بالا ہے۔

4.3 بھارت کی پارلیمنٹ (Parliament of India)

بھارت کی پارلیمنٹ دوایوانی ہے اس کا ایوان زیریں لوک سبھا اور ایوان بالا راجیہ سبھا ہے دونوں ایوانوں سے مسودہ قانون یا بل پاس ہونے کے بعد صدر جمہوریہ کے دستخط سے قانون کی شکل اختیار کرتا ہے۔ اس لئے پارلیمنٹ لوک سبھا، راجیہ سبھا اور صدر جمہوریہ پر مشتمل ہے جو مرکزی فہرست کے موضوعات پر قانون بناتی ہے۔ بہ وقت ضرورت جب کسی ریاست میں صدر راج ہو۔ وہ ریاستی فہرست کے موضوعات پر بھی قانون بنا سکتی ہے۔ وہ مشترکہ فہرست کے موضوعات پر ریاستوں کے ساتھ مل کر قانون سازی کرتی ہے۔ نئے قانون بناتی ہے پرانے قوانین میں ترمیم کرتی ہے اور جو قانون وقت اور حالات کے مطابق نہ ہوں اُنھیں منسوخ کرتی ہے۔

4.4 لوک سبھا (Lower House)

پارلیمنٹ دوایوانوں پر مشتمل ہے اِس کے ایوان زیریں کا نام لوک سبھا ہے۔ یہ پارلیمنٹ کا طاقتور ایوان ہے جس میں ممبران عوام کی جانب سے براہِ راست منتخب کیئے جاتے ہیں اور یہ ایوان عوام کی نمائندگی کرتا ہے۔ لوک سبھا کے ممبران کا انتخاب بالغ رائے دہی کی بنیاد پر خفیہ طریقہ سے ہوتا ہے۔ جس میں بھارت کا وہ شہری جس کی عمر 18 سال یا اُس سے زیادہ ہو ووٹ دیتا ہے۔

(a) لوک سبھا کی تشکیل (Composition)

لوک سبھا پارلیمنٹ کا ایوان زیریں ہے جس میں عوام کی جانب سے براہِ راست ممبران منتخب کیئے جاتے ہیں۔ لوک سبھا کے ممبران کی تعداد 552 ہیں جو مندرجہ ذیل طریقے سے منتخب کئے جاتے ہیں۔

- 530 ممبران 28 ریاستوں کے حلقۂ انتخاب سے منتخب کیئے جاتے ہیں۔
- 20 ممبران مرکز کے زیر انتظام علاقوں سے منتخب ہوتے ہیں۔
- 2 ممبران اینگلوانڈین فرقے سے صدر جمہوریہ ہند نامزد کرتا تھا۔ حال ہی میں اس توضیعات کو ختم کر دیا گیا ہے۔
- درج فہرست ذاتوں، قبائلیوں کے لئے لوک سبھا میں محفوظ نشستیں ہیں۔

(b) لوک سبھا کی ممبر کے لئے شرائط (Qualifications)

- بھارت کا شہری ہونا۔
- اس کی عمر 25 سال سے کم نہ ہو۔
- پارلیمنٹ نے لوک سبھا کی ممبری کے لئے جو شرائط منظور کی ہیں اُن پر پورا اُترتا ہو / قابلیت
- امیدوار کا نام ملک کے کسی بھی حلقہ انتخاب کی فہرست میں ہونا ضروری ہے۔

(c) وہ شرائط جن کی بنیاد پر لوک سبھا کا اُمیدوار نااہل قرار پاتا ہے (Disqualifications)

- اگر وہ پاگل ہو گیا ہو۔

- مرکزی یا ریاستی حکومت کا ملازم ہو یا
- حکومت کا ٹھیکیدار ہو یا
- بھارت کی شہریت چھوڑ چکا ہو۔

(d)وہ اسباب جن کی بناء پر کوئی شخص نااہل قرار دیا جاسکتا ہے

- کسی عدالت نے خیانت یا رشوت خوری میں مجرم قرار دیا ہو۔
- بھارت کی کسی عدالت نے دو سال سے زیادہ مدت کی قید کی سزا دی ہو۔
- رشوت خوری یا حکومت کی نافرمانی کے جرم میں سرکاری ملازمت سے برطرف کر دیا گیا ہو۔
- اشیاء کی ذخیرہ اندوزی یا نفع خوری میں چھ ماہ کی قید بھگت چکا ہو۔
- الیکشن کا حساب مُعینہ مدّت کے اندر الیکشن کمیشن کو پیش نہ کیا ہو۔

(e)لوک سبھا کی میعاد یا مدّت(Duration or Tenure)

عام طور پر لوک سبھا کی میعاد پانچ سال ہوتی ہے۔ جس کی شروعات اس کی پہلی میٹنگ سے ہوتی ہے۔ صدرِ جمہوریہ لوک سبھا کو پانچ سال سے قبل بھی تحلیل کر سکتا ہے۔ یا ملک میں ناگہانی حالات پیدا ہو جائے تو اس کی میعاد ایک وقت میں ایک سال کے لئے بڑھائی جاسکتی ہے۔ ناگہانی حالات ختم ہونے کی صورت میں یہ میعاد صرف چھ مہینے ہو گی۔

(f)لوک سبھا کے اِجلاس(Sessions of Lok Sabha)

دستور کے مطابق لوک سبھا کے سال میں کم سے کم دو اِجلاس ہونا ضروری ہے دونوں اِجلاسوں کے درمیان چھ ماہ سے زیادہ کا وقفہ نہیں ہونا چاہئے۔ اِجلاس طلب کرنا صدرِ جمہوریہ ہند کا کام ہے۔ وہ کسی بھی وقت لوک سبھا کا اِجلاس بُلا سکتا ہے۔ اِجلاس کی صدارت لوک سبھا کا اِسپیکر کرتا ہے۔ اِجلاس کی کاروائی جاری رکھنے کے لئے کورم کا ہونا ضروری ہے۔ 10 فی صد ممبران کی حاضری کو کورم یا ممبران کی مقررہ تعداد کی موجودگی کو کہتے ہے۔ کورم پورا ہو تب ہی لوک سبھا کے اِجلاس کی کاروائی شروع رہتی ہے نہیں تو اِجلاس ملتوی کر دیا جاتا ہے۔

(g)لوک سبھا کا اسپیکر(Speaker of Lok Sabha)

لوک سبھا کے ممبران اپنے میں سے کسی ایک کو الیکشن کے ذریعہ اِسپیکر بناتے ہیں۔ اِسپیکر کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوک سبھا کا ممبر ہو کسی باہر کے شخص کو اِسپیکر نہیں بنایا جاسکتا۔ اِسپیکر پر جب تک لوک سبھا کے ممبران کا اعتماد رہتا ہے۔ وہ اپنے فرائض انجام دیتا ہے۔ اگر لوک سبھا کے ممبران اسپیکر کے کاموں سے مطمئن نہ ہو تو اُس کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد منظور کر کے اُسے برطرف کر سکتے ہیں۔ یا وہ خود اپنی مرضی سے اِستعفیٰ دے سکتا ہیں۔

(h)لوک سبھا کے اسپیکر کے فرائض(Functions of Lok Sabha Speaker)

دستور کے مطابق لوک سبھا کے اسپیکر کے مندرجہ ذیل فرائض ہیں۔

- لوک سبھا کی صدارت کرنا۔
- ایوان میں نظم وضبط قائم رکھنا۔
- ایوان کے ممبران کو تقریر اور سوالات پوچھنے کی اجازت دینا۔
- بِل مالیاتی ہے یا نہیں اس کے متعلق فیصلہ کرنا۔
- لوک سبھا کی رائے شماری میں برابر برابر ووٹ ہوں تو اپنا فیصلہ کن یا کاسٹنگ ووٹ دینا۔
- دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس کی صدارت کرنا۔
- پارلیمنٹ کی مختلف کمیٹیاں بنانا اور اُن کمیٹیوں کے چیرمین اور ممبران کو نامزد کرنا۔
- لوک سبھا کے ممبران کے حقوق کی حفاظت کرنا۔
- ایوان میں نظم وضبط قائم نہ رہے یا کورم پورا نہ ہونے کی صورت میں ایوان کی کاروائی کو ملتوی کرنا۔

(i)لوک سبھا کا نائب اسپیکر(Deputy Speaker of Lok Sabha)

لوک سبھا کے اِسپیکر کی غیر موجودگی میں اُس کے فرائض انجام دینے کے لئے نائب اسپیکر ہوتا ہے۔ جس کا انتخاب بھی لوک سبھا کے ممبران اپنے میں سے ہی کرتے ہیں۔ نائب اسپیکر، اسپیکر کی غیر موجودگی لوک سبھا کی صدرارت کرتا ہے نائب اِسپیکر پر جب تک ایوان کا اعتماد رہتا ہے۔ وہ اپنے فرائض انجام دیتا ہے۔ ایوان کے ممبران اُسے عدم اعتماد کے ذریعے برطرف کر سکتے ہیں یا وہ خود استعفیٰ دے سکتا ہے۔ یہ رسم ہے اِسپیکر حکمراں جماعت کا ہو اور نائب اِسپیکر حزبِ مخالفت سے تعلق رکھتا ہو۔

4.5 راجیہ سبھا (Upper House)

راجیہ سبھا پارلیمنٹ کا ایوان بالا ہے جو ریاستوں کی نمائندگی کرتا ہے یہ ایک کمزور ایوان ہے۔

(a)راجیہ سبھا کی تشکیل(Composition of Rajya Sabha)

پارلیمنٹ کا ایوان بالا راجیہ سبھا ہے۔ جس کے ممبران کی تعداد 250 ہے۔ جس میں 238 ممبران مختلف ریاستوں کی ودھان سبھاؤں سے اور مرکز کے زیرِ انتظام علاقوں سے منتخب کئے جاتے ہیں۔ 12 ممبران کو صدرِ جمہوریہ نامزد کرتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو علمِ وادب، سائنس، سماجی خدمات یا علوم وفنون میں غیر معمولی خدمات انجام دے چکے ہوں۔

(b)راجیہ سبھا کی ممبری کے لئے شرائط(Term and Condition of Rajya Sabha Members)

دستور کے مطابق راجیہ سبھا کی ممبری کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

- وہ بھارت کا شہری ہو۔
- اُس کی عمر 30 سال سے کم نہ ہو۔
- پارلیمنٹ نے راجیہ سبھا کی جو معیارِ رکنیت طئے کی ہیں اُن پر پُورا اُترتا ہو۔

(c)راجیہ سبھاکاالیکشن(Election of Rajya Sabha)

دستور کے IV جدول کے مطابق ریاستوں کے لئے راجیہ سبھا کی سیٹیں مختص ہیں۔ مرکز کے زیر انتظام علاقوں سے پارلیمنٹ کے بنائے گئے قانون کے مطابق ممبران کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ ریاستوں میں ریاستی مجلس قانون ساز کے ایوان زیریں ودھان سبھا کے ممبران بالراست طریقے سے راجیہ سبھا کے ممبران کا انتخاب کرتے ہیں۔ الیکشن متناسب طریقہ انتخاب کے سنگل ممبر ٹرانسفرایبل ووٹ کے مطابق ہوتا ہے راجیہ سبھا کے امیداوار کے لئے لازم ہے کہ جس ریاست سے وہ الیکشن میں کھڑا ہے وہاں کی ووٹر لسٹ میں اُس کا نام ہو۔ جن اسباب کی بناء پر لوک سبھا کا امیدوار نہ اہل قرار دیا جاتا ہے اُن ہی اسباب کی بناءپر راجیہ سبھا کا امیداوار بھی نااہل قرار دیا جاسکتا ہے

(d)راجیہ سبھا کی میعادیامدّت (Tenure of Rajya Sabha)

دستور کے مطابق راجیہ سبھا ایک مستقل ایوان ہے جو کبھی برخاست نہیں ہوتا ہر دوسال بعد راجیہ سبھا کے کل ممبران میں سے ایک تہائی ممبران ریٹائر ہوتے ہیں اور اُتنی ہی تعداد میں نئے ممبران خالی سیٹوں پر منتخب کئے جاتے ہیں۔ راجیہ سبھا کے ممبر کی میعاد چھ سال ہوتی ہے۔

(e)راجیہ سبھا کے اجلاس(Meeting of Rajya Sabha)

دستور کے مطابق راجیہ سبھا کے سال میں کم سے کم دو اجلاس ہونا ضروری ہے۔ دونوں اجلاسوں کے درمیان چھ ماہ سے زیادہ کا وقفہ نہیں ہونا چاہئے۔ راجیہ سبھا کا اجلاس صدر جمہوریہ طلب کرتا ہے۔ اور اجلاس کی صدرت راجیہ سبھا کا چیرمین یا نائب صدر ہند کرتا ہے۔ اجلاس کی کاروائی کے لئے کورم کا پورا ہونا ضروری ہے کورم دس فیصد ممبران کی حاضری کو کہا جاتا ہے۔ اِجلاس میں کورم پورا نہ ہو تو اِجلاس کی کاروائی ملتوی کردی جاتی ہے۔

(f)راجیہ سبھاکاچیرمینChairman of Rajya Sabha)

بھارت کا نائب صدر راجیہ کا چیرمین ہوتا ہے۔ یہ ایک بربنائے عہدہ ہے کیونکہ راجیہ سبھا کے چیرمین کا انتخاب راجیہ سبھا کے ممبران نہیں کرتے۔ بلکہ جو بھی بھارت کا نائب صدر ہوتا ہے۔ وہ راجیہ سبھا کی صدارت کرتا ہے۔ چونکہ وہ راجیہ سبھا کا ممبر نہیں ہوتا اس لئے وہ ایوان کی رائے شماری میں ووٹ نہیں دے سکتا اور نہ ہی اُسے راجیہ سبھا کے ممبران ہٹا سکتے ہیں اگر اُسے برطرف کرنا ہو تو نائب صدر کو برطرف کرنے کا جو طریقہ ہے اس کے ذریعہ برطرف کیا جاتا ہے۔

(g)راجیہ سبھا کے چیرمین کے فرائض (Functions of Chairman of Rajya Sabha)

دستور کے مطابق راجیہ سبھا کے چیرمین کے حسبِ ذیل فرائض ہیں۔

- راجیہ سبھا کی صدارت کرنا۔
- ایوان میں نظم وضبط قائم رکھنا۔
- ایوان کے ممبران کو تقریر اور سوالات پوچھنے کی اجازت دینا۔
- ایوان کی رائے شماری میں برابر برابر ووٹ ہوں تو اپنا فیصلہ کن یا کاسٹنگ ووٹ دینا۔

- راجیہ سبھا کے ممبران کے حقوق کی حفاظت کرنا۔
- راجیہ سبھا میں نظم وضبط قائم نہ رہے یا کورم پورا نہ ہو تو ایوان کی کاروائی ملتوی کرنا۔

(h) راجیہ سبھا کا نائب چیرمین (Deputy Chairman of Rajya Sabha)

راجیہ سبھا کے چیرمین کی غیر موجودگی میں اُس کے فرائض انجام دینے کے لئے نائب چیرمین ہوتا ہے۔ جس کا تقرر راجیہ سبھا کے ممبران اپنے میں سے ہی کرتے ہیں۔ چونکہ وہ راجیہ سبھا کا ممبر ہوتا ہے۔اس لئے وہ راجیہ سبھا کی رائے شماری میں ووٹ دے سکتا ہے۔ غیر دستوری کام کرنے کی صورت میں راجیہ سبھا کے ممبران اُسے نائب چیرمین کے عہدے سے ہٹا سکتے ہیں۔

پارلیمنٹ کے ممبران کے حقوق ومراعات:

- ممبران کو پارلیمنٹ کے اجلاس میں اپنے خیالات کے اظہار کی آزادی ہے۔
- اگر کوئی ممبر پارلیمنٹ میں تقریر کرتا ہے یا کوئی تحریری خط پیش کرتا ہے تو اُس کے خلاف عدالت میں قانونی کاروائی نہیں کی جاسکتی۔
- پارلیمنٹ کے اِجلاس کے دوران پارلیمنٹ کے ممبر کو جیل میں قید نہیں رکھا جاسکتا۔
- اگر کوئی ممبر کوئی فوجداری جُرم کرے تو اُسے اُس وقت تک گرفتار نہیں کیا جاسکتا جب تک لوک سبھا کا ممبر ہونے کی صورت میں اسپیکر سے یا راجیہ سبھا کا ممبر ہونے کی صورت میں چیرمین سے اجازت نہ لی جائے۔
- گرفتاری کے بعد پارلیمنٹ کا ممبر جیل سے اِسپیکر یا چیرمین سے خط وکتابت کر سکتا ہے۔

4.6 پارلیمنٹ کے اختیارات وفرائض (Powers and Functions of Parliament)

پارلیمنٹ کے اختیارات وفرائض دستور کے مطابق حسب ذیل ہیں۔

(a) قانون سازی کے اختیارات (Legislative Powers , Law Making)

بھارت کی پارلیمنٹ مرکزی فہرست کے تمام موضوعات پر قانون سازی کرتی ہے۔اُسے مشترکہ فہرست کے موضوعات پر ریاستوں کے ساتھ مل کر قانون سازی کرنے کا حق حاصل ہے۔ اگر کسی ریاست میں وِدھان سبھا تحلیل کردی گئی ہو تو اُس ریاست کے لئے پارلیمنٹ کی ریاستی فہرست کے موضوعات پر قانون سازی کرتی ہے۔ بھارت کی پارلیمنٹ ملک کے لئے قانون سازی کرتی ہے۔ قانون بنانا اُس کا بُنیادی مقصد ہے۔ وہ وقت اور حالات کے مطابق نئے قوانین بناتی ہے۔ پُرانے قوانین میں ترمیم کرتی ہے۔ایسے قانون جو وقت اور حالات کے مطابق نہ ہوں اُنھیں منسوخ کرتی ہے۔

(b) انتظامیہ پر کنٹرول کا اختیار (Control Over Executive)

سیاسی انتظامیہ وزیروں کی کونسل ہوتی ہے۔ جس کا سربراہ وزیر اعظم ہوتا ہے۔ وزیروں کی کونسل کی تشکیل پارلیمنٹ سے ہوتی ہے۔ وزیروں کی کونسل میں زیادہ تر وزیر لوک سبھا سے لیئے جاتے ہیں۔ لوک سبھا کے عام الیکشن کے بعد جس جماعت کو لوک سبھا میں اکثریت حاصل ہوتی ہے۔اُسے وزیروں کی کونسل بنانے کا موقع دیا جاتا ہے۔اور وزیروں کی کونسل کو اپنے تمام کاموں کے لئے لوک سبھا کے سامنے جوابدہ رہنا پڑتا

ہے۔اگر لوک سبھا کے ممبران وزیروں کی کونسل یا کسی وزیر کے کاموں سے مطمئن نہ ہوں تو اُن کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد پاس کر کے انہیں برطرف کر سکتے ہے۔پارلیمنٹ مندرجہ ذیل طریقے سے حکومت یا انتظامیہ پر کنٹرول رکھتی ہے۔

(i) تحریک عدم اعتماد لوک سبھا میں منظور کر کے مرکزی حکومت کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

(ii) تحریک التواء کے ذریعہ لوک سبھا میں عارضی طور پر طے شدہ کاروائی کو روک کر کسی موضوع یا مسئلہ پر بحث کروائی جاسکتی ہے۔

(iii) تحریک متوجہ کے ذریعہ وزیروں سے پارلیمنٹ کے ممبران سوالات پوچھ سکتے ہیں اور وزیروں کو اطمنان بخش جواب دینا ہوتا ہے۔

(iv) سرکاری بل کو لوک سبھا کے ممبران مسترد کر سکتے ہیں۔

(v) مالیاتی بل یا تخمینہ میں جو پیش کش وزیروں کی جانب سے کی جاتی ہیں اُن میں کٹوتی کر کے حکومت کی گرفت کی جاسکتی ہے۔

(c) مالیاتی اختیارات (Financial Powers)

پارلیمنٹ کو ملک میں مالیاتی اختیارات حاصل ہیں۔ملک کے مالیات کو کنٹرول کرنے کے لئے پارلیمنٹ سالانہ بجٹ منظور کرتی ہے۔دستور نے لوک سبھا کو تمام مالیاتی اختیارات عطا کئے ہیں۔مالیاتی بل سب سے پہلے لوک سبھا میں پیش کیا جاتا ہے۔لوک سبھا کی منظوری کے بغیر خزانہ سے پیسہ نہیں نکالا جاسکتا اور نہ ہی اس کی منظوری کے بغیر کسی قسم کا ٹیکس لگایا جاسکتا ہے۔وزیر اپنے محکموں کے لئے جو رقمی مطالبات کرتے ہیں۔ اُن پر لوک سبھا کے ممبران ہی بحث و مباحثہ کرتے ہیں اور اُن کے مطالبات میں کمی و زیادتی کر سکتے ہیں۔

مالیاتی بل لوک سبھا سے منظوری کے بعد راجیہ سبھا کو بھیجا جاتا ہے۔راجیہ سبھا اس بل کو اپنے پاس چودہ دنوں تک رُوک سکتی ہیں۔راجیہ سبھا اپنی سفارشات کے ساتھ اُس بل کو لوک سبھا کو لوٹا سکتی ہے۔راجیہ سبھا کی سفارشات کو منظور کرنا یا مسترد کرنا لوک سبھا کی مرضی پر منحصر ہے۔اگر راجیہ سبھا مالیاتی بل کو نہ لوٹائے تو اُسے راجیہ سبھا سے منظور سمجھا جاتا ہے۔

(d) عدالتی اختیارات (Judicial Powers)

(i) پارلیمنٹ صدرِ جمہوریہ کو مواخذہ کے ذریعے برطرف کر سکتی ہے۔

(ii) نائب صدر کو عہدے سے ہٹا سکتی ہے۔

(iii) سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں کو ہٹانے کی قرارداد دو تہائی اکثریت سے منظور کر کے صدر سے اس بات کی سفارش کر سکتی ہے۔

(iv) چیف الیکشن کمشنر کو برطرف کر سکتی ہے۔

(v) کمپٹرولر اینڈ آڈیٹر جنرل کو ہٹا سکتی ہے۔

(vi) لوک سبھا کے ممبران وزیر اعظم یا مجلس وزراء کو عدم اعتماد کے ذریعے ہٹا سکتے ہیں۔

(vii) لوک سبھا کے ممبران اسپیکر اور نائب اسپیکر کو برطرف کر سکتے ہیں۔

(viii) راجیہ سبھا کے ممبران، راجیہ سبھا کے نائب چیرمین کو ہٹا سکتے ہیں۔

(e) پارلیمنٹ کے دیگر اختیارات (Miscellaneous Powers of Parliament)

(i) پارلیمنٹ قومی ہنگامی حالات کے دوران لوک سبھا کی میعاد ایک سال بڑھا سکتی ہے۔

(ii) پارلیمنٹ کے ممبران صدرِ جمہوریہ اور نائب صدر جمہوریہ کے الیکشن میں حصہ لیتے ہیں۔

(iii) لوک سبھا کے ممبران اسپیکر اور نائب اسپیکر کا انتخاب کرتے ہیں۔

(iv) راجیہ سبھا کا نائب چیرمین راجیہ سبھا کی جانب سے منتخب ہوتا ہے۔

(v) ملک کی خارجہ پالیسی کے تعلق سے پارلیمنٹ ہی فیصلہ کرتی ہے۔

(vi) آرڈیننس کو پارلیمنٹ منظوری دیتی ہے۔

(vii) ملک کے اہم معاملات، حالات وواقعات پر پارلیمنٹ میں بحث ومباحثہ ہوتا ہے۔

(f) دستور میں ترمیم (Amendment in Constitution)

دستور کی دفعہ 368 کے تحت پارلیمنٹ دستور میں ترمیم کر سکتی ہے۔ دستور میں کچھ اُمور ایسے ہیں جن میں ترمیم کرنے کے لئے پارلیمنٹ کو نصف ریاستوں کی منظوری حاصل کرنی ہوتی ہے۔

4.7 پارلیمنٹ کی مختلف کمیٹیاں (Different Committee of Parliament)

(a) تخمینہ کمیٹی (Estimate Committee)

تخمینہ کمیٹی میں تیس ممبران ہوتے ہیں جن کا چناؤ تناسبی طریقہ انتخاب کے ذریعے ایک سال کے لئے ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ کے سال کے پہلے اجلاس میں اس کی تشکیل ہوتی ہے۔ لوک سبھا کا نائب اسپیکر اس کمیٹی کا چیرمین ہوتا ہے۔

کمیٹی کے فرائض

یہ کمیٹی ہر سال بجٹ کا بہ غور جائزہ لیتی ہے اخراجات میں کمی کرنے کی صلاح ایوان کو دیتی ہے روپیہ کو خاص مقصد کے لئے متعین کرنا کمیٹی کا کام ہیں کمیٹی اپنی رپورٹ لوک سبھا اور حکومت کو پیش کرتی ہے۔ بجٹ پیش ہونے کے بعد بھی اس کمیٹی کا کام ختم نہیں ہوتا یہ کمیٹی سال بھر اپنے فرائض انجام دیتی ہے۔ اور بہ وقت ضرورت مختلف اداروں پر نظر رکھتی ہے۔

(b) پبلک اکاونٹ کمیٹی (Public Account Committee)

پبلک اکاونٹ کمیٹی میں بائیس ممبران ہوتے ہیں جن میں پندرہ لوک سبھا سے اور سات راجیہ سبھا سے لیے جاتے ہیں۔ ممبران کا انتخاب تناسبی طریقہ انتخاب سے ہوتا ہے۔ وزیر اس کمیٹی کے ممبر نہیں بن سکتے۔ کوئی اعلیٰ سرکاری افسر اس کمیٹی کا صدر ہوتا ہے جس کا تقرر لوک سبھا کا اسپیکر کرتا ہے۔

پبلک اکاونٹ کمیٹی کے فرائض (Functions of Public Account Committee)

(i) کمیٹی حکومت کے حسابات کا معائنہ کرتی ہے اور حکومت ہند کے سالانہ مالی حسابات کی جانچ کرتی ہے۔

(ii) کمیٹی حکومت کے اخراجات پر کڑی نظر رکھتی ہے اور یہ دیکھتی ہے حکومت غیر قانونی اخراجات تو نہیں کر رہی ہے۔

(iii)اس کمیٹی کو کمپٹرولراور آڈیٹر جنرل رپورٹ پیش کرتا ہےاور کمیٹی اُس رپورٹ کی جانچ کرتی ہے۔

(iv) کمیٹی اسٹیٹ کارپوریشن،خود مختار،نیم خود مختار اداروں کی آمدنی اور اخراجات کی جانچ کرتی ہے۔

(v) کمیٹی پارلیمنٹ کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کرتی ہے اس طرح عوام کے پیسوں پر پارلیمنٹ کا کنٹرول رہتا ہے۔

(c)منتخبہ کمیٹی(Select Committee)

مسودہ قانون کی چھان بین کے لئے منتخبہ کمیٹی ہوتی ہے جو بل کے ہر پہلو کا بغور جائزہ لیتی ہے اور ضرورت کے مطابق مسودہ قانون میں ترمیم کرتی ہے۔ منتخبہ کمیٹی کے ممبران کا انتخاب لوک سبھا سے ہوتا ہے۔ اسپیکر کمیٹی کے ممبران کو نامزد کرتا ہے۔ کمیٹی کا ایک صدر اور ایک نائب صدر ہوتا ہے جس کا تقرر اسپیکر کرتا ہے۔ ایک تہائی ممبران کی تعداد کورم ہوتی ہے۔ اور کمیٹی اکثریت سے فیصلہ کرتی ہے۔ کمیٹی اپنے لیے ضمنی کمیٹی بھی بنا سکتی ہے۔ کسی کو بھی گواہی کو بلا سکتی ہے۔ اور کسی بھی ضروری کاغذ کی جانچ کر سکتی ہے۔ کمیٹی کے صدر کو کمیٹی کے کاموں کے لئے حکم دینے کا حق حاصل ہے۔

(d)جوائنٹ کمیٹی(Joint Committee)

کبھی ایسا ہوتا ہے کوئی مسودہ قانون دونوں ایوانوں میں الگ الگ پیش نہ کرتے ہوئے ایک ساتھ دونوں ایوانوں میں رکھا جاتا ہے ایسے مسودہ قانون کی چھان بین کے لئے جوائنٹ کمیٹی ہوتی ہے اُس مسودہ قانون کی جانچ کرتی ہے۔ اس کمیٹی میں لوک سبھا سے دو اور راجیہ سبھا سے ایک اس تناسب میں ممبر لیے جاتے ہیں۔ اس کمیٹی سے دونوں ایوانوں میں خوشگوار تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے۔

4.8 مسودہ قانون یا بل کی قسمیں (Kinds of Bills)

قانون سازی کے لئے جو مسودہ پارلیمنٹ میں پیش کیا جاتا ہے۔ اُسے بل کہا جاتا ہے۔ بل مندرجہ ذیل تین قسم کے ہوتے ہیں۔

(i)عام بل

(ii)مالیاتی بل

(iii)دستوری ترمیمی بل

(i)عام بل

جو بل مالیات سے تعلق نہیں رکھتے عام بل کہلاتے ہیں۔ یہ پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان میں پیش کیے جا سکتے ہیں۔

(ii)مالیاتی بل

ایسے بل جو ٹیکس،قرض اور اخراجات سے متعلق ہوتے ہیں مالیاتی بل کہلاتے ہے اس کے لئے ضروری ہے صدر جمہوریہ کی سفارش سے لوک سبھا میں پیش ہوں۔ لوک سبھا ہی اسے منظور کرتی ہے۔

(iii)دستوری ترمیمی بل

ایسے بل جو دستور میں ترمیم کے لئے رکھے جاتے ہیں انہیں دستوری ترمیمی بل کہتے ہیں۔ یہ بھی کسی بھی ایوان میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔

جو بل وزیر کی جانب سے پیش ہوتے ہیں انہیں سرکاری بل کہتے ہے۔ایسے بل جو کوئی پارلیمنٹ کا ممبر پیش کریں اُسے غیر سرکاری بل کہتے ہے۔

4.9 قانون سازی کا طریقہ(Methods of Law Making)

مسودہ قانون یا بل پارلیمنٹ میں تین خواندگیوں سے گذر کر صدر جمہوریہ کی دستخط سے قانون کی شکل اختیار کرتا ہے قانون بننے کے لئے بل مندرجہ ذیل مراحل سے گزرتا ہے۔

(i)پہلی خواندگی(First Reading)

ایوان کا کوئی بھی ممبر ایک مہینہ پہلے نوٹس دیکر ایوان کے صدر کی اجازت سے ایوان میں بل پیش کر سکتا ہے۔اجازت کے لئے بل کی کاپی و جوہات اور فوائد تحریری شکل میں ایوان میں پیش کرنا ہوتا ہے۔ایوان کے صدر کی اجازت سے ممبر ایوان میں بل کی ہیڈنگ پڑھتا ہے اور اُسے گیزٹ میں شائع کر دیا جاتا ہے یہ بل کی پہلی خواندگی ہے۔

(ii)دوسری خواندگی(Second Reading)

ایک طے شدہ تاریخ کو ایوان میں بل کی دوسری خواندگی شروع ہوتی ہے جس میں بل کی ہر لائن پر بحث ومباحثہ ہوتا ہے اس میں بل پر کھل کر بحث ہوتی ہے بل میں نئی سفارشات، ترمیمات اور بل کی دفعات پر غور کیا جاتا ہے۔اور اس کے بعد بل پارلیمنٹ کی کمیٹی کو سونپ دیا جاتا ہے۔

(iii) کمیٹی اسٹیج(Committee Stage)

اس مرحلہ میں بل پارلیمنٹ کی منتخبہ کمیٹی یا جوائنٹ کمیٹی کو سونپا جاتا ہے جو بل پر غور وخوص کرتی ہے اور بوقت ضرورت اُس میں ترمیمات کرتی ہے بل کے بنیادی ڈھانچہ کو نہیں بدل سکتی قانونی نقطہ نظر سے اُس کی جانچ کرتی ہے اور ایسی بات جو قانون کے مطابق نہ ہو اُسے بل سے ہٹاتی ہے۔اس دوران عوام اور ذرائع ابلاغ بھی اُس بل کے تعلق سے اپنے خیالات واضح کر سکتی ہے۔ایک طے شدہ تاریخ کو مناسب ترمیمات اور شفارشات کے ساتھ اُس بل کو پارلیمنٹ کے ایوان کے سامنے رکھا جاتا ہے۔

(iv)تیسری خواندگی(Third Reading)

مقررہ تاریخ کو ایوان میں بل پیش ہونے کے بعد اُسی کی تیسری خواندگی شروع ہوتی ہے اس میں بل پر ممبران کی عام رائے لی جاتی ہے۔اگر بل کو ایوان اکثریت سے پاس کر دے تو ایک ایوان میں بل منظور سمجھا جاتا ہے اور دوسرے ایوان کو بھیجا جاتا ہے۔

دوسرے ایوان میں بھی بل ان تمام مراحل سے گذرتا ہے اگر دوسرا ایوان بھی اُس بل کو اکثریت سے پاس کر دے تو صدر جمہوریہ کے پاس منظوری کے لئے بھیجا جاتا ہے۔

(v)صدر جمہوریہ کی منظوری(Assent of President of India)

دونوں ایوانوں سے بل پاس ہونے کے بعد صدر کو دستخط کے لئے بھیجا جاتا ہے صدر اگر اس پر دستخط کر دے تو وہ بل قانون کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

صدر اُس بل کو واپس پارلیمنٹ کو لوٹا سکتا ہے اگر پارلیمنٹ اُسے دوبارہ منظور کر دے تو پھر صدر کو اس پر دستخط کرنا لازمی ہوتا ہے۔ اگر صدر بل کو اپنے پاس روک کر رکھ لے جسے پاکٹ ویٹو کہا جاتا ہے اور پارلیمنٹ اُس بل کو پھر سے پاس کر دے تو صدر کو اُس پر دستخط کرنا لازمی ہوتا ہے۔ اگر صدر دستخط نہ کرے اور اُسی اثنا میں لوک سبھا تحلیل ہو جائے تو وہ بل ختم سمجھا جاتا ہے۔

4.10 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد

- طلبا کو مجلس قانون ساز سے متعلق بہت ساری معلومات حاصل ہوا۔
- بھارت کے دستور نے پارلیمنٹ کے تعلق سے جو نظام قائم کیا ہے جیسے لوک سبھا، راجیہ سبھا، اُن کی تشکیل، ممبران کے لئے شرائط، الیکشن کا طریقہ کار، ممبران کی برطرفی، ممبران کے حقوق و مراعات کو بھی جانا۔
- لوک سبھا کا اسپیکر اور راجیہ سبھا کا چیرمین اُن کا تقرر برطرفی اور اختیارات و فرائض سے بھی رُوبرو ہوئے۔
- پارلیمنٹ کے اختیارات و فرائض، قانون سازی کا طریقہ، دستور میں ترمیم کا طریقہ کو سمجھا۔
- پارلیمنٹ کس طرح حکومت پر اپنا کنٹرول رکھتی ہے اس کی معلومات بھی حاصل کیا۔
- پارلیمانی طرز حکومت میں وزیر اعظم اور اُس کی مجلس وزراء پارلیمنٹ کے ایوان زیریں لوک سبھا کے سامنے کس طرح جوابدہ ہوتے ہیں اور یہ جوابدہی اجتماعی نوعیت کی ہوتی ہے سمجھا۔
- وزیر کے خلاف بھی عدم اعتماد کی قرارداد پاس ہو جائے تو پوری مجلس وزراء کا ہی خاتمہ ہو جاتا ہے ان باتوں کی بھی معلومات ہوا۔

4.11 کلیدی الفاظ (Keywords)

آئین/دستور

آئین/دستور کسی بھی ملک کا بنیادی قانون ہے جو حکومت کے مختلف اعضاء کی شکل اور اس کی کارکردگی کی تعین کرتا ہے۔

بنیادی حقوق

شروعاتی انسان حقوق جو ہندوستان کے آئین میں توضع کی گئی اور سبھی بہتری کو اس کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے۔

4.12 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

4.12.1۔معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1۔لوک سبھامیں..... ممبران صدر جمہوریہ نامزد کرتا ہے۔

2(a) 10(b)

12(c) 15(d)

2۔راجیہ سبھاکا بربنائے عہدہ.....ہے۔

(a)اسپیکر (b)گورنر

(c)صدر (d)نائب صدر

3۔لوک سبھاکی رائے شماری میں برابر برابر ووٹ ہوتو.....اپنافیصلہ کن ووٹ دیتاہے

(a)اسپیکر (b)وزیراعظم

(c)صدر نشین (d)صدر جمہوریہ

4۔مرکزی مجلس وزراء کو برطرف کرنے کا حق.....کوہے۔

(a)لوک سبھا (b)ودھان سبھا

(c)راجیہ سبھا (d)ودھان پریشد

5۔پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس کی صدارت.....کرتاہے۔

(a)اسپیکر (b)وزیراعظم

(c)صدر نشین (d)صدر جمہوریہ

6۔لوک سبھا،راجیہ سبھااور.....پر پارلیمنٹ مشتمل ہے۔

(a)اسپیکر (b)وزیراعظم

(c)صدر نشین (d)صدر جمہوریہ

7۔راجیہ سبھا کے نائب چیرمین کو برطرف.....کرتی ہے۔

(a)لوک سبھا (b)پارلیمنٹ

(c)راجیہ سبھا (d)ودھان پریشد

8۔پارلیمنٹ کے ایوان زیریں.....ہے۔

(a)لوک سبھا (b)ودھان سبھا

(c)راجیہ سبھا (d)ودھان پریشد

9۔.....کے دستخط کے بعد بل قانون کی شکل اختیار کرتا ہے۔

(a)اسپیکر (b)وزیر اعظم

(c)صدر نشین (d)صدر جمہوریہ

10۔لوک سبھا کے اسپیکر کو.....برطرف کرتی ہے۔

(a)لوک سبھا (b)راجیہ سبھا

(c)دونوں (d)ان میں سے کوئی نہیں

4.12.2۔ مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

1. لوک سبھا کے اسپیکر پر نوٹ لکھ کر اُس کے اختیارات تحریر کیجئے۔
2. لوک سبھا اور راجیہ سبھا میں فرق واضح کیجئے۔
3. پارلیمنٹ کے ممبر کے حقوق و مراعات پر روشنی ڈالے۔
4. راجیہ سبھا کے چیرمین پر تفصیل سے نوٹ لکھئے۔
5. لوک سبھا کی تشکیل، ممبران کے لئے شرائط اور ایوان کے صدر پر نوٹ لکھئے۔

4.12.3۔طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

1. پارلیمنٹ کے اختیارات و فرائض تفصیل سے تحریر کیجئے۔
2. ثابت کیجئے لوک سبھا ایک طاقتور ایوان ہے۔

3. راجیہ سبھا ایک کمزور ایوان ہے اپنے خیالات قلمبند کیجئے۔

معروضی سوالات کے جوابات:

1۔	(a)	2۔	(d)	3۔	(a)	4۔	(a)	5۔	(d)
6۔	(d)	7۔	(b)	8۔	(a)	9۔	(d)	10۔	(c)

اکائی 5۔ عاملہ

(Executive)

اکائی کے اجزا:

5.0	تمہید
5.1	مقاصد
5.2	انتظامیہ کا پس منظر
5.3	تنظیم کے اصول
5.6	انتظامیہ کے فرائض
5.7	عاملہ کی مدت
5.8	انتخاب کے طریقے
5.9	اختیارات میں اضافہ
5.10	اکتسابی نتائج
5.11	کلیدی الفاظ
5.12	نمونہ امتحانی سوالات
5.12.1	معروضی جوابات کے حامل سوالات
5.12.2	مختصر جوابات کے حامل سوالات
5.12.3	طویل جوابات کے حامل سوالات

5.0 تمہید (Introduction)

اس اکائی میں ہم "جمہوریت میں انتظامیہ کا کردار" کے بارے میں تفصیل سے تذکرہ کریں گے اور اس کے بارے میں کچھ بنیادی باتیں جان لینا ضروری ہے تاکہ طالب علم اسے اچھی طرح سے مطالعہ کرنے کے بعد سارے مختلف سوالوں کا جواب دینے کے لائق بن جائے۔ اس باب میں ہم انتظامیہ کا پس منظر، تنظیم کے اصول اور انتظامیہ کے مختلف اقسام، انتظامیہ کے فرائض، انتظامیہ کی مدت، چیف انتظامیہ کے انتخاب کے

طریقے و فوائد اور نقصانات اور جدید دور میں انتظامیہ کے اختیارات میں اضافہ کے بارے میں تفصیل سے تذکرہ کیا جائے گا تاکہ طالب علم سارے سوالوں کے جو اس باب سے متعلق ہو، جواب دینے لائق بن جائے گا۔ انتظامیہ حکومت کا دوسرا عضو ہے جو مقننہ کے بنائے ہوئے قوانین کا نافذ کرتا ہے۔ قانون کے نفاذ کے معاملے میں ہر شخص چاہے وہ ریاست کا چیف عاملہ ہو یا پھر اونچے اور نچلی سطح کے افسران، انتظامیہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ وزراء اور افسران انتظامیہ کے حصے ہوتے ہیں۔

5.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ میں طلبا

- جمہوریت میں انتظامیہ کا کردار "انتظامیہ کا پس منظر، تنظیم کے اصول اور انتظامیہ کے مختلف اقسام کو سمجھیں گے۔
- انتظامیہ کے فرائض، انتظامیہ کی معیاد، چیف انتظامیہ کے انتخاب کے طریقے و فوائد اور نقصانات کی معلومات حاصل کریں گے۔
- جدید دور میں انتظامیہ کے اختیارات میں اضافہ کے بارے میں اچھی طرح سے معلومات حاصل کریں گے۔
- جمہوریت میں انتظامیہ کے بارے میں بھی تفصیل سے کیا گیا ہے تاکہ طالب علم اس کے سارے پہلوؤں کا مطالعہ کر سکے۔
- چیف عاملہ کے انتخاب کے طریقے یا عاملہ کی تشکیل کے طریقے سے بھی واقف ہوں گے۔

5.2 انتظامیہ کا پس منظر (Background of Executive)

عام زبان میں، حکومت (عاملہ) برانچ کے برابر ہے۔ اس عام غلط فہمی کو اس حقیقت سے منسوب کیا جا سکتا ہے کہ جمہوری ریاستوں میں مقننہ کو تفویض کردہ اہم کردار کے ساتھ نہیں ہیں۔، عاملہ حکومت کی آپریٹو مشینری کا بنیادی محرک ہوتا ہے۔ جیسا کہ کوری نے مشاہدہ کیا، "حکومت کا جوہر ایک عاملہ (انتظامیہ) ہے۔ مقننہ اور عدلیہ اس کو آئین سازی کے لیے محض آلہ کار ہیں"۔ وقت کے لحاظ سے، انتظامیہ حکومت کے دیگر اداروں سے پہلے ہے۔ منظم معاشرے کے پہلے مرحلے میں غیر پابند انتظامی اتھارٹی جس کی کوئی اندرونی منطق نہ ہو، خصعصت کی ترقی تھی۔ صرف آئینی یا جمہوری سیاست کی آمد کے ساتھ ہی مقننہ اور عدلیہ نے ضروری حدود کے ساتھ انتظامیہ کا سامنا کرنا شروع کیا۔ یہ ابھرتے ہوئے ادارے عاملہ اتھارٹی پر حد بندی کرتے ہیں۔ اہمیت کے لحاظ سے بھی، انتظامیہ، سیاست کی عصری دنیا میں، ایک اہم مقام پر فائض ہے۔ حکومت کے کام کے اظہار اور ان کے مختلف اعضاء میں مربوط اتھارٹی کے ساتھ اظہار خیال صرف ایک سادہ معاشرے میں ہی کیا جا سکتا ہے۔ تکنیکی انقلاب کے دباؤ میں روایتی معاشرے کی ٹوٹ پھوٹ نے افراتفری کی قوتوں کو جنم دیا جنہیں منصوبہ بند طریقے سے نظم وضبط کرنا تھا۔ اقتصادی منصوبہ بندی کے نتیجے میں عملداری کے اختیارات میں اضافہ ہوا ہے۔

حکومت کے عمل کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک پالیسی سازی سے منسلک ہے، اور دوسرا پالیسی کو نافذ کرنے کے عمل میں شامل تکنیکی خصوصیات سے ہے۔ عام طور پر، پالیسی سازی سیاسی انتظامیہ کی واحد ذمہ داری ہے جو حکومت کے مختلف محکموں کی صدارت کرنے والے افراد کا ایک چھوٹا گروپ ہے۔ وہ پالیسیوں کے معمار ہیں جو حکومتی مشینری کے کام کی رہنمائی کرتے ہیں۔ کسی خاص سیاسی جماعت سے

وابستگی، اور دفتر کی عارضی مدت سیاسی انتظامیہ کے امتیازی نشانات ہیں۔ کچھ ممالک جیسے انگلینڈ اور بھارت میں، سیاسی انتظامیہ کو کابینہ یا وزراء کی کونسل کے طور پر نامزد کیا جا سکتا ہے، کچھ دوسرے ممالک جیسے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں اسے صدارت کے نام سے جانا جاتا ہے۔ پارلیمانی جمہورت میں، کابینہ کے علاوہ ایک برائے نام انتظامیہ ہوتا ہے، جو آئینی شخصیت کا سربراہ ہوتا ہے۔ انگلینڈ میں بادشاہ برائے نام یا سجاوٹی عاملہ ہے، اور بھارت میں صدر تقریباً اسی طرح کے عہدے پر فائز ہیں۔ وہ رسمی ہیں اور حقیقی سربراہ نہیں ہیں حالانکہ وہ عوامی پالیسیاں بنانے میں کافی اثر ورسوخ استعمال کر سکتے ہیں۔

پالیسی سازی کے ساتھ ساتھ پالیسی پر عمل درآمد ایک نازک کام ہے جس کے لئے تکنیکی علم اور معلومات کے وسیع پیمانے پر ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ہزاروں سرکاری ملازمین فراہم کرتے ہیں جو غیر سیاسی، مستقل انتظامیہ کی تشکیل کررہے ہیں۔ سیاسی غیر جانبداری اور مدت ملازمت میں مستقل مزاجی سول سروس کو کابینہ یا صدارت سے ممتاز کرتی ہے۔ اس طرح حکومت کے عاملہ شاخ دو عناصر پر مشتمل ہوتی ہے، سیاسی اور غیر سیاسی۔ اسے وسیع طور پر کہا جائے تو "ان تمام کارکردگی اور ایجنسیوں کی مجموعی یا مکملیت کو قبول کرتا ہے جن کا تعلق ریاست کی مرضی کے نداذ سے ہے جیسا کہ اس کی مرضی کو قانون کے لحاظ سے وضع کیا گیا ہے اور اس کا اظہار کیا گیا ہے"۔ لیکن ایک محدود اور زیادہ واقف معنوں میں، برائے نام سربراہ اور اس کے وزراء کو حکومت کے پارلیمانی نظام کے طور پر نامزد کر دیا جاتا ہے، اور صدارتی نظام میں صدر اور اس کے سیاسی مشیر انتظامیہ میں شامل ہوتے ہیں۔

5.3 تنظیم کے اصول (Principles of Organization)

5.3.1 واحد اور کثیر انتظامیہ (Single/Solitary and Plural Executives)

انتظامیہ کی تنظیم ان مخصوص فرائض کی قریب سے پیروی کرتی ہے جن کی عام طور پر اس عضو سے توقع کی جاتی ہے۔ کسی ادارے کا تنظیمی نمونہ جیسے پالیسی بنانے اور قوانین پر عمل درآمد کی ذمہ داری سونپی گئی ہے یونیٹ بنیادی طور پر اس عضو کے فریم ورک سے مختلف ہوگی جس کا بنیادی کام غور و فکر اور غور و فکر ہے۔ ساختی طور پر، اس لیے، انتظامیہ برانچ مقننہ سے مختلف ہے۔ تنظیمی اتحاد ایک فعال، پر جوش انتظامیہ کا نشان ہے۔ لہذا، انتظامی طاقت ایک فرد یا افراد کے چھوٹے جسم میں مرکوز ہونی چاہئے۔ انتظامیہ کو تقسیم کرنا اسے کمزور کرنا ہے۔ یہ واحد سربراہی انتظامیہ کے لئے وسیع پیمانے پر حمایت کی وضاحت کرتا ہے جس میں امریکی صدارت بہترین ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب حکومت کے تمام تر اختیارات کسی ایک آدمی کے ہاتھوں میں سونپ دیئے جاتے ہیں تو ایسے انتظامیہ کو واحد انتظامیہ کہتے ہیں جب کہ انتظامیہ سے متعلق تمام تر اختیارات جب ایک سے زائد لوگوں کے ہاتھوں میں مرتکز ہو تو ایسی انتظامیہ کو کثیر انتظامیہ یا پھر اجتماعی انتظامیہ کہتے ہیں۔

اٹلی میں موسولینی کی، جرمنی میں ہٹلر کی، تنزانیہ میں جولیئس نائریرے کی اور اسپین میں جنرل فریکو کی آمرانہ حکومت واحد انتظامیہ کی بہترین مثالیں ہیں۔ ان ممالک میں آمر اپنی طاقت کے زور پر انتظامیہ کا مالک و مختار تھا۔ تمام تر انتظامی اقدام اسی کے نام پر لئے جاتے تھے۔ جمہوریت میں بھی واحد انتظامیہ کی نظیر ملتی ہے۔ اس ضمن میں امریکی صدر کی مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ بہت سارے ماہرین ہندوستانی

وزیر اعظم کو بھی اسی زمرے میں رکھنے کے قائل ہیں۔ان کی دلیل کے وزیر اعظم کابینہ کے دیگر ممبران کی طرح ایک ممبر تو ہے مگر کابینہ پر اس کی آمریت قائم ہوتی ہے حتمی طور پر وہی ہوتا ہے جو وزیر اعظم چاہتا ہے۔اس کے ہاتھ میں تمام اختیارات ہوتے ہیں اور اس کے ایما پر وزراء اپنے اپنے فرائض کو انجام دیتے ہیں۔

انتظامیہ کی جمع شکل، جو آج تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے، ماضی میں غیر معمولی نہیں تھی۔مثال کے طور پر، ریپبلکن رام کے آئین نے دو قونصلوں کے لیے مربوط اختیارات فراہم کیے ہیں۔کثیر انتظامیہ کے زندہ آثار آج سوئٹزرلینڈ میں دریافت کیے جا سکتے ہیں جہاں انتظامیہ طاقت کو سات افراد پر مشتمل کونسل کے زریعہ مکمل طور پر ہم آہنگی کی حیثیت حاصل ہے، اور سوویت روس میں بھی جہاں انتظامیہ کا اختیار تینتیس ارکان کے پریزیڈیم کے پاس ہے۔جبکہ سویٹزرلینڈ میں اس ادارے نے کامیابی سے کام کیا ہے "بنیادی طور پر سوئس لوگوں کی بعض عادات اور روایات کی وجہ سے اور چونکہ زمین پہلے ہی مقامی تجربے کے ذریعے تیار کی گئی تھی"، سوویت یونین میں جمع یا کثیر انتظامیہ کی کامیابی کو وجود میں لایا جاسکتا ہے۔ایک یک سنگی ریاست کے ڈھانچے کا جس پر ایک یک سنگی پارٹی حکومت کرتی ہے۔

کثیر انتظامیہ کا اس بنیاد پر دفاع کیا جاتا ہے کہ یہ اختیارات کے غلط استعمال کے خلاف ایک حفاظتی اقدام ہے جس کی طاقت کا انحاد عام طور پر حوصلہ افزائی کرتا ہے۔یہ بہتر فیصلے پر پہنچتا ہے کیونکہ مردوں کے ایک گروپ سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ایک فرد سے زیادہ علم اور سمجھ بوجھ کے مالک ہوں گے۔لیکن عملی طور پر تقسیم اور اختلاف کے ذریعے اختیارات کو کمزور کرنے کے لیے کثیر ایتظامیہ پایا گیا ہے۔ریاستہائے متحدہ امریکہ کی طرح واحد سربراہی انتظامیہ، تیزی سے فیصلہ کرنے اور بھرپور طریقے سے کام کرنے کی صلاحیت کے باوجود، بے داغ نہیں ہے۔یہ "اختیارات کی مرکزیت کی طرف لے جاتا ہے جس کا ہمیشہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ فیصلے جاہلانہ طور پر لیے جاتے ہیں؛ یہ ماتحتوں کی طرف سربراہ کی چاپلوسی کی طرف جاتا ہے، ناگزیریت کے نظریہ کی طرف بھی جاتا ہے جو بالآخر صدارتی نااہلی کے نظریے میں بدل جاتا ہے"۔

وزیر اعظم کے لیے مخصوص ترجیحات کے ساتھ کابینہ کا نظام بہترین قسم کا انتظامیہ لگتا ہے۔چونکہ یہ کسی ایک فرد کی غلطی پر مبنی نہیں ہے، یہ انتظامیہ کام میں غلطیوں کو کم کرنے کا باعث بنتا ہے۔کابینہ کا نظام بھی سوئس قسم کے کثیر انتظامیہ سے افضل ہے۔اجتماعی ذمہ داری اور سیاسی یکسانیت کے بنیادی اصول کے لیے کارپوریٹ ذہن تیار ہوتا ہے۔مزید برآں، وزیر اعظم کی طرف سے فراہم کردہ قیادت کا مسلسل سلسلہ پورے نظام کو متحرک اور متحرک کرتا ہے، اور اسے ایک واحد شکل دیتا ہے۔

سویزرلینڈ کا سیاسی نظام کثیر انتظامیہ کی بہترین مثال ہے۔سوئزرلینڈ میں انتظامیہ سے متعلق تمام تر اختیارات وفاقی کونسل کو سونپ دیئے گئے ہیں۔وفاقی کاؤنسل میں کل سات ممبران ہوتے ہیں جو اختیارات و رتبہ کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مساوی ہیں۔وفاقی کاؤنسل کے ممبران کا انتخاب سوئزرلینڈ مقننہ کے دونوں ایوان کے مشترکہ اجلاس میں ہوتا ہے۔ساتوں ممبران برابر برابر اختیارات کے مالک ہوتے ہیں۔وگاقی کاؤنسل کا ایک صدر ہوتا ہے جو کاؤنسل کی میٹنگ کی صدارت کرتا ہے۔مگر اس کے رتبے کا موازنہ کسی ملک کے وزیر اعظم یا صدر سے نہیں کیا جاسکتا ہے۔

5.3.2 پارلیمانی اور غیر پارلیمانی انتظامیہ (Parliamentary and Non-Parliamentary Executives)

انتظامیہ کو مختلف ممالک میں مقننہ کے ساتھ تعلقات کی بنیاد پر منظم کیا جاتا ہے۔ جب انتظامیہ مقننہ کے ساتھ قریبی تعاون سے کام کرتا ہے، اور اس کی مرضی کا پابند ہوتا ہے، تو یہ ایک پارلیمانی انتظامیہ ہوتا ہے۔ اس قسم کی انتظامیہ تقریباً قانون ساز کمیٹی کی طرح ہے۔ یہ اس وقت تک اقتدار میں رہتا ہے جب تک اسے مقننہ کا اعتماد حاصل ہو۔ اس قسم کے انتظامیہ کے فوائد کا خلاصہ لاسکی نے کیا ہے۔ سب سے پہلے، یہ اپنی پالیسی میں لچک کو یقینی بناتا ہے جو عمل میں تعطل کو روکتا ہے جو اس وقت ہوتا ہے جب امریکی صدر کانگریس سے اختلاف کرتے ہیں۔ دوم، مقننہ کی ایک سرکردہ کمیٹی کے طور پر انتظامیہ اپنی پالیسی کی اس طرح وضاحت کرنے کے قابل ہے جو ذمہ دارانہ توجہ اور منظم تنقید کو یقینی بناتا ہے۔ تیسرا، مقننہ کی ایک کمیٹی کے طور پر انتظامیہ کے پاس "معاملات کے ذریعے رجحان کو آگے بڑھانے" کا موقع ہے۔ لیکن اس قسم کی انتظامیہ میں، ایگزکٹو پاور کے بڑھنے کا خطرہ ہے۔ پارٹی ڈسپلن کی سختی ایگزیٹو کو مقننہ کو کنٹرول کرنے اور ضرورت سے مزیدہ اختیارات حاصل کرنے کے قابل بناتی ہے، جس کی وجہ سے رامسے مئر 'کابینہ کی آمریت' کے رجحان کو کہتے ہیں.

صدارتی حکومت یا مقررہ انتظامی نظام وہ ہے جو مقننہ کے عمل سے غیر منقولہ ہے۔ انتظامیہ کا نامیاتی حصہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کے سامنے جوابدہ ہے۔ حکومت کے دو اعضاء کے درمیان ہم آہنگی کی یہ کمی، جیسا کہ فائنر کا مشاہدہ ہے، ان کے اطلاق کے قانون ساز مرکز سے علم کے انتظامی ذرائع کو الگ کرتا ہے۔ مقننہ سے انتظامیہ کی اس علیحدگی سے نظام میں کبھی کبھار تعطل پیدا ہوتا ہے۔ انتظامیہ ایک پالیسی پر عمل کرنے کی خواہش کر سکتا ہے، جب کہ مقننہ بالکل مختلف پالیسی پر عمل کر سکتی ہے۔ اس کے نتیجے میں لامحالہ حکومتی کارکردگی ختم ہو جاتی ہے۔ اس نظام کے لیے قابلیت کا دعویٰ یہ ہے کہ مقننہ سے انتظامیہ کی علیحدگی عاملہ کے ظلم کو روکتی ہے۔

ان دونوں قسم کی انتظامیہ کے متعلقہ خوبیوں اور خامیوں کے عقلی حساب سے، پارلیمانی انتظامیہ مقررہ یا غیر پارلیمانی انتظامیہ سے افضل معلوم ہوتی ہے۔ ووٹروں کی بڑھتی ہوئی سیاسی تعلیم اور ہر ترقی یافتہ جمہوری ریاست میں ایک موثر اپوزیشن کی نشوونما پارلیمانی انتظامیہ کے غاصبانہ ہونے کے لالچ کو روکتی ہے۔ لیکن اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ عصری فلاحی ریاستوں میں 'قیادت کا کنسرٹ' فراہم کرتا ہے، جو فائنر کہتا ہے۔

سوئس عاملہ، جو کہ بذات خود ایک طبقہ ہے، پارلیمانی اقسام کی کچھ خصوصیات کو یکجا کرتا ہے۔ وفاقی کونسل کے اراکین کا انتخاب وفاقی اسمبلی کرتی ہے، اور حکومت کی ان دو شاخوں کے درمیان قریبی تعاون ہے۔ اس سلسلے میں، سوئٹزرلینڈ کی وفاقی کونسل پارلیمانی عاملہ سے مشابہت رکھتی ہے۔ ایک ہی وقت میں، وفاقی کونسل مقننہ کی مرضی سے ہٹنے کے قابل نہیں ہے؛ لہذا یہ صدارتی یا غیر پارلیمانی عاملہ کے کلاسیکل خیال سے مطابقت رکھتا ہے۔ لیکن کونسل پارلیمانی انتظامیہ نہیں، "کیونکہ یہ مقننہ کی قیادت نہیں کرتی، اور اس کے ذریعے بے گھر نہیں ہوتی۔ نہ ہی یہ مقننہ سے آزاد ہے، جیسا کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ اور دیگر جمہوریہ کے انتظامیہ سے جنہوں نے اس نام نہاد 'صدارتی نظام' سے قرض لیا ہے، اور اگرچہ اس میں ان دونوں اسکیموں کی کچھ خصوصیات ہیں، لیکن یہ دونوں سے مختلف ہے"۔

5.3.3 حقیقی اور برائے نام انتظامیہ (Real and Nominal Executive)

جب انتظامیہ سے متعلق تمام تر اختیارات اصولی طور پر کسی ایسے شخص کے ہاتھوں میں مرتکز کر دیئے جاتے ہیں جو عملاً خود حکومت تو نہیں کرتا مگر اس کے نام پر دیگر لوگ حکومت کرتے ہیں تو ایسے انتظامیہ کو برائے نام انتظامیہ کہا جاتا ہے جب کہ اس کے نام پر حکومت کرنے والے کو انتظامیہ کو حقیقی انتظامیہ کہتے ہیں۔ اس زمرے کی بہترین مثال ہندوستان اور انگلینڈ ہے۔ ہمارے بھارت میں دستور کے ذریعہ تمام تر انتظامی اختیارات صدر ہند کے ہاتھوں میں مرتکز کر دیئے گئے ہیں۔ مگر حقیقتاً ان اختیارات کا استعمال وزیر اعظم اور ان کی رہنمائی میں کابینہ کرتی ہے۔ اس طرح وزیر اعظم کی رہنمائی میں کابینہ حقیقی انتظامیہ ہوئی جب کہ صدر ہند برائے نام انتظامیہ، ٹھیک اسی طرح سے انگلینڈ میں بادشاہ/ برائے نام انتظامیہ ہے جب کہ حقیقی حکمراں وزیر اعظم ہے۔ ان ملکوں میں حقیقی حکمراں حکومت کا سربراہ ہوتا ہے جب کہ برائے نام انتظامیہ ملک کا سربراہ ہوتا ہے۔ ملک کا حاکم برائے نام انتظامیہ ہوتا ہے مگر حکومت حقیقی حکمراں کرتا ہے۔

5.3.4 منتخب اور موروثی انتظامیہ (Elected and Hereditary Executive)

تاریخ شاہد ہے کہ جدید سیاسی نظام سے قبل حکمراں کو نامزد کرنے کا رواج قائم تھا۔ یہ رواج موجودہ دور میں بھی قائم ہے۔ موروثی انتظامیہ اس کی ایک شکل ہے۔ اس طرح کے انتظامیہ میں حکمراں کو نامزد کیا جاتا ہے۔ حکمراں کا تعلق ایک ہی خاندان سے ہوتا ہے۔ مثلاً انگلینڈ میں بادشاہت ایک ہی خاندان کے لوگوں کی میراث ہوتی ہے۔ موروثی انتظامیہ برائے نام ہوتا ہے جب کہ اصل اختیارات کا مالک کوئی اور ہوتا ہے۔ جب کہ منتخب انتظامیہ موروثی نہیں ہوتا اس کا باضابطہ انتخاب ہوتا ہے۔ یہ انتخاب کہیں بالواسطہ تو کہیں بلا واسطہ ہوتا ہے۔ ہندوستان کا صدر اس کی مثال ہے۔ صدر ہند کا انتخاب مرکزی و صوبائی مقننہ کے ممبران کے ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ ممبران عوام کے ذریعہ چن کر آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس طرح صدر ہند بلا واسطہ طور پر عوام کا منتخب نمائندہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ سوئزرلینڈ کا مقننہ وہاں کی انتظامیہ وفاقی کونسل کو منتخب کرتی ہے۔

کسی ریاست کا انتظامیہ یا تو موروثی یا انتخابی یا دونوں ہو سکتا ہے، اور انتخابات مختلف شکلیں لے سکتے ہیں جن میں عوام کے براہ راست انتخاب سے لے کر مقننہ کے بالواسطہ انتخاب تک۔ انگلینڈ میں بادشاہ جو قانونی طور پر، چیف انتظامیہ ہے، موروثی سربراہ ہے۔ موروثی انتظامیہ کی اہمیت یہ ہے کہ وہ قومی روایت کا رمحافظ۔ بیگھوٹ، انگلینڈ کی موروثی بادشاہت کا دفاع کرتے ہوئے، نمایاں طور پر ریمارکس دیتے ہیں: "تبدیلیوں کے دور میں یہ ایک آرام دہ اور پر سکون دیتا ہے، یہاں تک کہ اگر محض نفسیاتی، لنگر اندازی اور استحکام کا احساس، بکنگھم پیلس میں بادشاہ کے ساتھ، لوگ اپنے بستروں پر زیادہ خاموشی سے رہتا ہے سوتے رہتا ہے"۔ لیکن عصری دنیا میں موروثی انتظامیہ کا خیال عوامی حمایت حاصل کرنے میں ناکام ہے۔ اسے ماضی کی میراث سمجھا جاتا ہے اور اس کا جمہوری نظام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جنوبی امریکہ کی کچھ ریاستوں اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ریاستی گورنروں کے انتخاب میں بھی عوام کے براہ راست انتخاب کے اصول پر عمل کیا جاتا ہے۔ انتظامیہ کے انتخاب کا یہ طریقہ جمہوری خیال کے ساتھ کامل موافق ہے، اور، یہ ریاست کے معاملات میں عوام کا جوش و

خروش پیدا کرتا ہے۔ یہ طریقہ مزید ایک مضبوط انتظامیہ کو یقینی بناتا ہے کیونکہ انتظامیہ کا اختیار براہ راست لوگوں سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اس طریقہ کار میں شامل خطرہ یہ ہے کہ اس طرح کے انتخابات ڈیما گوجی اور عوامی جذبے سے کافی حد تک متعصب ہوتے ہیں، اور اس پر مقابلہ کرنے والوں کی خوبیوں کی ذہانت سے جانچ نہیں ہوتی۔

منتخب الیکٹورل کالج کے ذریعے بالواسطہ انتخاب کے طریقہ کار کی پیروی کچھ ممالک میں کی جاتی ہے، خاص طور پر ریاستہائے متحدہ میں وفاقی انتظامیہ کے انتخاب میں۔ لیکن ریاستہائے متحدہ کی وفاقی انتظامیہ کا انتخاب کا یہ نظام ایک عجیب موڑ کے ذریعے، عملی طور پر، تقریباً براہ راست ہو گیا ہے۔ انتخاب کا یہ نظام، جیسا کہ اس کے حامیوں کا کہنا ہے کہ عوامی جذبے کی خرابی سے محفوظ ہے جیسا کہ براہ راست انتخابات میں ظاہر ہوتا ہے، اور ساتھ ہی یہ قابل انتخابی حلقوں کے ایک چھوٹے سے ادارے کو انتخاب کا حق دے کر نسبتاً معقول انتخاب کو یقینی بناتا ہے۔ ہیملٹن نے ریاستہائے متحدہ کے صدر کے بالواسطہ انتخاب کے طریقہ کار کا دفاع کرتے ہوئے کہا: عام عوام سے اپنے ہم وطنوں کے ذریعے منتخب کردہ افراد کی ایک چھوٹی سی تعداد کے پاس اتنی پیچیدہ تفتیش کے لئے ضروری معلومات اور فہم کے حامل ہونے کا زیادہ امکان ہو گا"۔ لیکن بالواسطہ انتخاب کی یہ خوبی عملی طور پر اپنی اہمیت کھو دیتی ہے کیونکہ پارٹی لائن اصل ووٹرز اور منتخب انتخان کرنے والوں سے یکساں گزرتی ہے۔

کچھ ریاستوں میں جیسا کہ سوئٹزرلینڈ میں، انتظامیہ کا انتخاب مقننہ کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ ان ممالک میں جہاں پارلیمانی انتظامیہ یا کابینہ کا نظام ہے، انتظامیہ کا حقیق انتخاب بھی قانون ساز شاخ ہی کرتی ہے۔ برائے نام انتظامیہ صرف باضابطہ طور پر کابینہ کا انتخاب کرتا ہے، لیکن یہ انتخاب مقننہ کی واضع خواہش کے ساتھ مکمل طور پر متفق ہونا چاہیے۔ انتخاب کے اس طریقہ کار کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اختیارات کی علیحدگی کے اصول کی خلاف ورزی کرتا ہے اور انتظامیہ کو مقننہ کے ضمیمہ کی حیثیت سے کم کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ، یہ طریقہ "مہذب امیروں کو مقننہ کے ووٹ حاصل کرنے کے لیے بد عنوان طریقے، سودے بازی اور سرپرستی کے وعدوں کو استعمال کرنے پر اکساتا ہے"، اور "مقننہ پر ایک سیاسی فعل مسلط کرتا ہے جو قانون سازی کے اس کے بنیادی کام سے اجنبی ہے"۔ اس طریقہ کار کی خوبیوں کا داعیٰ یہ ہے کہ یہ انتظامیہ اور مقننہ کے درمیان تعاون کو یقینی بناتا ہے جو کہ اچھی حکومت کی شرط ہے، اور ایک منتخب، مجاز ادارے کے ذریعے انتظامیہ کے ذہین انتخاب کا باعث بنتا ہے۔

5.3.5 غیر سیاسی یا مستقل انتظامیہ (Non-Political or Permanent Executive)

انتظامیہ کی طرز غیر سیاسی نوعیت کی ہوتی ہے۔ یہ لوگ صلاحیت و لیاقت کی بنیاد پر مقابلہ جاتی طریقے سے منتخب ہوتے ہیں۔ یہ مستقل طور پر چنے جاتے ہیں۔ عوامی انتخاب سے ان کا دور دور کا واسطہ نہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ عوام کے ذریعہ منتخب نہیں ہوتے گویا کہ چند برسوں کے لئے ان کا انتخاب نہیں ہوتا اور چونکہ یہ افسران بلاواسطہ طور پر عوام کے ذریعہ منتخب نہیں ہوتے اس لئے یہ اپنے فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں بالواسطہ طور پر عوام کے تئیں ذمہ دار نہیں ہیں۔ ان افسران کو بیوروکریٹ بھی کہا جاتا ہے۔ سیاسی انتظامیہ کے ذریعہ مرتب کئے ہوئے

پالیسیوں کو کے یہ نفاذ کرنے کا کام کرتی ہے۔ ہندوستان میں آئی اے ایس، آئی پی ایس، آئی ایف ایس ریاستی سول افسران اس زمرے میں آتے ہیں۔

5.3.6 یا غیر مستقل انتاظامیہ (Political or Non-Permanent Executive)

انتظامیہ کی یہ قسم سیاسی نوعیت کی ہوتی ہے۔ یہ لوگ مقابلہ جاتی امتحانات کے ذریعہ نہیں بلکہ عوام کے ووٹوں سے چن کر آتے ہیں۔ ان کا انتخاب چند برسوں کے لئے ہوتا ہے اور پھر دوبارہ منتخب ہونے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ کسی ملک میں ان کا معیار چار سال تو کسی ملک میں پانچ سال اور کسی ملک میں ان کا معیار سات سال کا ہوتا ہے۔ چونکہ یہ لوگ عوام کے ذریعہ منتخب ہوتے ہیں اس لئے یہ اپنے ہر کام کے لئے بالواسطہ اور بلاواسطہ طور پر عوام کے تئیں ذمے دار ہوتے ہیں۔ یہ لوگ عموماً مجلس وزراء کے ممبران ہوتے ہیں اور ملک کے لئے پالیسیاں مرتب کرتے ہیں۔ انتظامیہ کے یہ ممبران بہت سارے ممالک میں مقننہ کے ممبر بھی ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ لوگ بیک وقت حکومت کے پہلے دو اعضاء سے جڑے ہوتے ہیں جب کہ امریکہ میں انتظامیہ کے لوگ مجلس قانون ساز کے ممبر نہیں ہوتے۔ غیر سیاسی انتظامیہ کے بہت سارے اقسام ہیں جو الگ الگ ملک میں الگ الگ نام سے جانے جاتے ہیں۔

5.3.7 قلیل مدتی اور طویل مدتی انتظامیہ (Short-Term and Long-Term Executives)

کسی ریاست کے چیف انتظامیہ کے عہدے کی مطلوبہ مدت کے بارے میں مختلف آراء کا اظہار کیا گیا ہے۔ جب کہ فرانسیسی جمہوریہ کے صدر کا انتخاب سات سال کی مدت کے لیے ہوتا ہے، ہندوستان کا صدر پانچ سال کی مدت کے لیے اور ریاستہائے متحدہ کے صدر کا انتخاب چار سال کی مدت کے لیے ہوتا ہے۔ امریکہ کی کچھ ریاستوں میں چیف انتظامیہ کا انتخاب ایک سال کے لیے کیا جاتا ہے۔

طویل مدتی کے خلاف بنیادی دلیل یہ ہے کہ یہ طاقت کے غلط استعمال کو ایک فتنہ فراہم کرتا ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ایک قلیل مدتی انتظامیہ ایک اچھی طرح سے سمجھے جانے والے، طویل مدتی اقدام کو وضع کرنے اور لاگو کرنے کے لیے پر جوش محسوس نہیں کر سکتا۔ دوم، وہ مطلوبہ عمل کی ہدایت کے لیے اتنے مختصر وقت میں ضروری تجربہ حاصل نہیں کر سکتا۔ مزید برآں، "مختصر مدت کے لیے انتخابات کا بار بار ہونا ضروری ہوتا ہے، جس میں ناگزیر خلفشار اور کاروبار میں خلل پڑتا ہے جو اہم سیاسی مقابلوں سے الگ نہیں ہوتے"۔ چار یا پانچ سال کی مدت کو چیف انتظامیہ کا مثالی دور سمجھا جاتا ہے۔ یہ اتنا لمبا نہیں ہے کہ انتظامیہ کو طاقت کا غلط استعمال کرنے پر آمادہ کرے، اور نہ ہی فائدہ مند پالیسی بنانے کے لیے اس کے جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لیے بہت کم ہے۔

پارلیمانی انتظامیہ یا کابینہ کی کوئی معینہ مدت نہیں ہوتی۔ یہ اس وقت تک دفتر میں رہتا ہے جب تک اسے مقننہ کا اعتماد حاصل ہو۔ لیکن عملی طور پر یہ اگلے انتخابات تک اپنے عہدے پر برقرار ہے۔ برطانوی کابینہ کو ہاؤس آف کامن کی اکثریتی جماعت کی حمایت حاصل ہوتی ہے، مثال کے طور پر، مکمل پارلیمانی مدت کے لیے قواعد۔ صرف ایک کثیر الجماعتی نظام میں، جہاں کوئی بھی جماعت مقننہ میں اکثریت حاصل کرنے کے قابل نہیں ہوتی، وزارتی عدم استحکام کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

چیف انتظامیہ کے دوبارہ انتخاب کا مسئلہ مدت سے گہرا تعلق ہے۔ ریاستہائے متحدہ میں ایک ابتدائی کنونشن جو صدر کے عہدے کی مدت کو دو میعادوں تک محدود کرتا تھا، بالآخر 1951 میں آئینی ترمیم کے ذریعے ایک قانون میں تبدیل ہوا۔ اس لائن کے ساتھ سوچ بھارت میں واضع ہے، اور امید کی جاتی ہے کہ یہ چند سالوں میں ایک صحت مند کنونشن میں تبدیل ہو گا۔

چیف انتظامیہ کے دوبارہ انتخاب کے خلاف دلیل یہ ہے کہ اس دفتر کے اختیارات اور وقار کو دوبارہ انتخاب کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس اعلیٰ عہدہ سے وابستہ فرائض سے غفلت برتی جائے گی اور عوام کی فلاح و بہبود کو نقصان پہنچے گا۔ سازش اور بدعنوانی انتخابی حکومت کی فطری خرابیاں ہیں جب سربراہ مملکت دوبارہ منتخب تو یہ برائیاں عروج پر پہنچ جاتی ہیں اور ملک کے وجود سے سمجھوتہ کر لیتی ہیں"۔

دوبارہ انتخاب کا میرٹ پالیسی کے تسلسل اور بھرپور تجربہ رکھنے میں مضمر ہے۔ منصوبہ بندی تسلسل کا تقاضا کرتی ہے اور اس لیے ایک موثر منصوبہ کامیابی کے ساتھ نہیں چلایا جا سکتا، جب تک کہ چیف انتظامیہ اپنے دفتر میں کافی عرصے تک کام کرنے کے قابل نہ ہو۔ یہ انتظامیہ کے دوبارہ انتخاب کے حق میں ایک اہم دلیل ہے۔ دوم، ایک مختصر مدت کے لیے انتظامیہ کی پابندی اچھے رویے کی حوصلہ افزائی کو کم کر دے گی"۔ تیسرا، نااہلی کا کوئی بھی قانون یا روایتی اصول چیف انتظامیہ کو اپنے ذاتی مفادات کی تسکین کے لیے اپنے مختصر اصول کا بہترین استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

اس معاملے پر درست رویہ یہ لگتا ہے کہ چیف انتظامیہ کو دوسری مدت کے لیے دوبارہ انتخاب کا اہل ہونا چاہیے، بشرطیکہ ایک مدت زیادہ سے زیادہ پانچ سال سے زیادہ نہ ہو۔ تیسری مدت کے لیے دوبارہ انتخاب کو قانون یا کنونشن کے ذریعے نااہل قرار دیا جانا چاہیے۔ دس سال کا عرصہ بھرپور انتخابی تجربہ حاصل کرنے اور ترقی کی منصوبہ بند طویل مدتی اسکیموں کو نافذ کرنے کے لیے قابل ستائش ہے۔ ایک ہی وقت میں، یہ مدت اتنی لمبی نہیں ہے کہ چیف انتظامیہ کو غاصب بننے پر آمادہ کر سکے۔

5.4 انتظامیہ کے فرائض (Functions of Executive)

موجودہ دور میں حکومت سے متعلق تمام تر فرائض انتظامیہ ہی کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں۔ حالانکہ انتظامیہ کا خاص کام مقننہ کے ذریعہ بنائے ہوئے قوانین کو نافذ کرنا ہوتا ہے۔ مگر موجودہ دور میں انتظامیہ اس دائرے سے نکل کر وسیع فرائض انجام دیتی ہے۔ انتظامیہ کے فرائض حسب ذیل ہیں:

5.4.1 قانون کا نفاذ (Implementation of Law)

ریاست کے داخلے معاملے میں سربراہ ہونے کے ناطے انتظامیہ قوانین کا نفاذ کرتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انتظامیہ کا سربراہ ذیلی افسران کی تقرری، برخاستگی اور نگرانی کرتا ہے۔ حالانکہ بعض ملکوں میں اونچی سطح کے افسران کی تقرری کی توثیق مقننہ سے بھی کرانی پڑتی ہے، بعض ملکوں میں انتخاب کے ذریعہ افسران کی تقرری ہوتی ہے۔ ورنہ مقابلہ جاتی طریقہ سے افسران کا انتخاب تو عام ہے۔ قوانین کے نفاذ کے

لئے انتظامیہ آرڈیننس، سرکولر اور مختلف قسم کی ہدایت جاری کرتی ہے۔ قوانین کے نفاذ کے لئے انتظامیہ طاقت کا بھی سہارا لیتی ہے جو اس کے کام کا ایک اہم حصہ ہوتا ہے۔

5.4.2 دوہری ذمے داری (Double Responsibility)

پارلیمانی نظام میں انتظامیہ کے ارکان مقننہ کے حصے ہوتے ہیں۔ مجلس وزراء کے سبھی ممبران پارلیمنٹ کے ممبر ہوا کرتے ہیں۔ اس طرح بیک وقت وہ دو اہم فرائض نبھاتے ہیں۔ قوانین وضع کرنا اور پھر ان قوانین کا نفاذ کرنا، یہاں تک کہ صدارتی طرز میں جہاں انتظامیہ کے ارکان مقننہ کے ممبر نہیں ہوتے ہیں وہاں بھی کسی نہ کسی طرح سے قانون سازی میں اپنا کردار نبھاتے ہیں۔ مقننہ کے اجلاس کے طلب، ملتوی یا پھر تحلیل میں کہیں نہ کہیں انتظامیہ کا بھی رول ہوتا ہے۔ انتظامیہ کے ممبران (کابینہ) مقننہ میں بل پیش کرتے ہیں اور اس بل کو پاس کرانے میں وہ اہم رول ادا کرتے ہیں۔ بعض ملکوں میں مقننہ کے ذریعہ پاس کئے گئے قانون کو انتظامیہ کا سربراہ ویٹو کر دیتا ہے۔ جرمنی میں مقننہ کے بنائے ہوئے قانون کو صدر ویٹو کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اس قانون کو عوام کے سامنے رائے دہی کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ انتظامیہ کو ویٹو کرنے کا اختیار اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ مقننہ کو اس کے حدود میں رکھ سکے تاکہ بہتر سے بہتر قوانین بنائے جائیں۔ ساتھ ہی ساتھ انتظامیہ اپنے دستوری اختیارات کا تحفظ بھی کر سکے۔ امریکہ میں مقننہ اس امید پر چند ایسے قوانین بناتی ہے جو عوام کی مانگ ہوتی ہے کہ صدر اسے ویٹو قرار دے ہی دے گا۔ مقننہ خود عوامی مانگ کی مخالفت کرنے کے بجائے صدر کے کاندھوں پر تھوپ دیتی ہے۔

5.4.3 عدالتی فرائض (Judicial Function)

مجرموں کی سزا میں تخفیف، تبدیلی یا پھر مکمل معافی کا اختیار انتظامیہ کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ جرائم کے تعلق سے قوانین میں سختی کو سدھارنے کا یہ طریقہ مانا جاتا ہے۔ سزا کے اعلان کے بعد نئے شہادت کے آنے کی وجہ سے انتظامیہ سزا میں تبدیلی، تخفیف یا پھر معاف کر سکتی ہے۔ چونکہ سزا معاف کرنے کا انتظامیہ کا یہ اختیار مکمل انسانیت نوازی پر منحصر ہوتا ہے۔ اس لئے انتظامیہ بغیر کسی گواہ و شہادت کے کسی بھی مجرم کو معاف کر سکتا ہے۔ ہندوستان میں صدر کو سزا معاف کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ لیکن ملک سے غداری کرنے پر عام معافی کا اختیار پارلیمنٹ کو دیا گیا ہے۔

5.4.5 فوجی فرائض (Military Functions)

بیرونی حملے کے خلاف ریاست کی علاقائی سالمیت کی حفاظت کرنا چیف عاملہ (انتظامیہ) کا کام ہے۔ انتظامیہ سربراہ عام طور پر ریاست کی فوجی قوتوں کا کمانڈر انچیف ہوتا ہے۔ یہ مسلح افواج کو برقرار رکھتا ہے۔ یہ جنگ کا اعلان کرتا ہے اور طے شدہ طریقہ کار کے تحت امن کو ختم کرتا ہے۔ جنگ کے اوقات میں، عاملہ بہت زیادہ طاقت کا استعمال کرتا ہے۔ وہ مارشل لاء قائم کر سکتا ہے اور شہریوں کے آئینی حقوق کو معطل کر سکتا ہے۔ وہ فوج کی ضرورت کی بنیاد پر حکومت کے اختیارات کو بڑھا سکتا ہے۔ امریکہ میں، صرف کانگریس کو جنگ کا اعلان کرنے کا اختیار

حاصل ہے، لیکن صدر کانگریس پر دباؤ ڈال سکتا ہے۔ لوگ اسے قومی بحران پر قابو پانے کے لیے ایک عارضی اقدام سمجھتے ہیں۔ جنگ کے حقیقی اعلان یا اس کے خاتمے اور امن کے خاتمے کے لیے مقننہ کی رضامندی کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ مالیات پر اس کا کنٹرول ہے۔

5.4.6 مالی افعال یا فرائض (Financial Functions)

عاملہ یا انتظامیہ کو کچھ مالیاتی کام بھی سونپا جاتا ہے۔ یہ بجٹ تیار کرتا ہے اور اسے مقننہ میں پیش کرتا ہے۔ یہ مقننہ کی اجازت سے لوگوں اور اداروں سے مختلف ٹیکس لگاتا اور وصول کرتا ہے۔ مزید، مقننہ کی منظوری کے بعد، یہ مختلف محکموں کو وسائل مختص کرتا ہے اور ترقیاتی سرگرمیوں کے لیے استعمال کرتا ہے۔ یہ آڈٹ کے ذریعے محکموں کے ذریعے کیے جانے والے اخراجات کو کنٹرول کرتا ہے۔ یہ عوامی قرضے بھی بناتا ہے اور کئی عوامی فلاح و بہبود اور منصوبہ بند اسکیموں کی مالی اعانت کے لیے شہریوں اور بیرونی ممالک سے قرض لاتا ہے۔ عاملہ مالی استحکام اور ملک کی اقتصادی ترقی کے لیے درکار تمام افعال انجام دیتا ہے۔

5.4.7 انتظامی فرائض (Executive Function)

انتظامیہ کا سربراہ عموماً ملک کے ملٹری فورس کا کمانڈر ان چیف ہوتا ہے۔ اس ناطے وہ دفاعی افسران کی تقرری اور برخاستگی بھی کرتا ہے۔ حالانکہ انتظامیہ جنگ کا اعلان کر سکتا ہے مگر اس کے لئے مقننہ کی منظوری لینی پڑتی ہے کیوں کہ ملک کے مالیات کا محافظ مقننہ ہوتا ہے مگر خارجی امور پر انتظامیہ کا کنٹرول ہونے کے سبب وہ جنگ کو ناگزیر پیش کر کے مقننہ سے آسانی کے ساتھ منظوری لے لیتا ہے۔ جنگ کے دوران انتظامیہ کے اختیارات میں نمایاں توسیع ہو جاتی ہے۔ وہ عوام کے بنیادی حقوق کو سلب کر سکتا ہے۔ ملک میں مارشل قانون نافذ کر سکتا ہے۔

5.4.8 سفارتی فرائض (Diplomatic Function)

سفارت کاری سے متعلق تمام تر اختیارات انتظامیہ کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ چونکہ عالمی سطح پر انتظامیہ کا سربراہ ملک کی نمائندگی کرتا ہے اس لئے وہ جنگ کا اعلان اور امن کا معاہدہ بھی کر سکتا ہے۔ وہ دوسرے ممالک میں سفیروں کی تقرری کرتا ہے اور دوسرے ملکوں سے آئے ہوئے سفیروں کا خیر مقدم بھی کرتا ہے۔ سفیروں کا خیر مقدم سے مراد متعلقہ ملک کے متعلقہ ملک کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ اختیار انتظامیہ کے سربراہ کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ بعض ملکوں میں انتظامیہ کے ذریعہ لئے گئے عالمی نوعیت کے معاہدے کو مقننہ سے توثیق بھی کرانی پڑتی ہے۔ سوئزرلینڈ میں کسی عالمی معاہدے کو عوام کے ذریعہ بھی توثیق کرائی جاتی ہے۔

5.4.9 متفرق افعال یا فرائض (Miscellaneous Functions)

عاملہ یا انتظامیہ کئی فلاحی کام انجام دیتا ہے جیسے لوگوں کو تعلیمی سہولیات فراہم کرنا، ٹرانسپورٹ اور مواصلاتی سہولیات کو بڑھانا، ریاست میں تجارت اور تجارت کو فروغ دینا۔ چونکہ ریاست ایک فلاحی ریاست کے طور پر ابھر رہی ہے، یہ کنٹرول، قانون سازی اور ہدایت کرتی ہے۔ چیف عاملہ کو منصوبوں کا ترجمہ کرنے اور پھر ان کو نافذ کرنے کا کام سونپا جاتا ہے۔ چیف عاملہ کو ملک کی سالمیت اور معیشت کے تحفظ کے

لیے وسیع ہنگامی اختیارات سونپے گئے ہیں۔ایگزیکٹیو یہ دیکھنے کے لیے ذمہ دار ہے کہ عوامی افادیت کی خدمات جیسے ریلوے، پوسٹس اور ٹیلی گراف، روڈویز وغیرہ کی مناسب دیکھ بھال کی جاتی ہے۔

مجموعی طور پر موجودہ دور میں بلا تفریق طرز نظام انتظامیہ کے اختیارات میں قابل قدر اضافہ ہوا ہے انتظامیہ حالانکہ حکومت کے دوسرے اعضاء کے دائرے میں مداخلت نہیں کرتی مگر اپنے کردار سے ان کے فیصلے کو حد درجہ متاثر کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ پارلیمانی نظام میں تو انتظامیہ کے ممبران پارلیمنٹ کے بھی ممبر ہوتے ہیں۔اس طرح ان کے اختیارات دوبالا ہو جاتے ہیں۔ مگر صدارتی طرز حکومت میں جہاں انتظامیہ کے ممبران مقننہ کے ممبر نہیں ہوتے ہیں۔وہاں بھی مقننہ کے کاموں پر انتظامیہ حاوی ہونے کی کامیاب کوشش کرتی ہے۔

5.5 عاملہ کی مدت (Tenure of the Executive)

مدت کا مطلب دفتر کی مدت ہے۔موروثی عاملہ تاحیات اقتدار میں رہتا ہے۔ میعاد جتنی لمبی ہوتی ہے، عاملہ اپنے عہدے پر فائز محسوس ہوتا ہے اور اختیارات کے غلط استعمال کا امکان ہوتا ہے۔ منتخب عاملہ کی مدت مقرر ہے۔ہندوستان میں عاملہ کا انتخاب پانچ سال کی مدت کے لیے کیا جاتا ہے۔امریکہ میں، یہ چار سال کے لیے منتخب ہوتا ہے۔ فرانس میں، یہ سات کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔عہدے پر رہنے کے لیے عاملہ کی بھی زیادہ سے زیادہ حد ہے۔یو ایس اے میں صدر صرف دو میعاد (8 سال) کے لیے منتخب کیا جا سکتا ہے۔بھارت میں، صدر، آئین کے مطابق، صرف دو میعادوں (10 سال) کے لیے اقتدار میں رہ سکتا ہے۔ کابینہ کی حکومتوں کے لیے کوئی مقررہ مدت نہیں ہے۔ کابینہ اس وقت تک اقتدار میں رہتی ہے جب تک کہ انہیں پارلیمنٹ کی حمایت حاصل ہو۔ایگزیکٹیو کی مدت نہ تو بہت لمبی ہو اور نہ ہی بہت مختصر-اتنی لمبی نہ ہو کہ طاقت کے غلط استعمال کے لالچ میں جھک جائے اور اچھی سیاست کے فائدے سے انکار کرنے کے لیے بہت مختصر ہو۔ صحیح قدم دوسری مدت کے لیے دوبارہ انتخاب کے لیے اہلیت ہو گا، اگر واحد مدت چار سے پانچ سال سے زیادہ نہ ہو۔آٹھ یا دس سال کا عرصہ انتظامی تجربہ حاصل کرنے اور خود مختار بننے کی گنجائش کو محدود کرتے ہوئے ترقی کی طویل مدتی اسکیموں کو نافذ کرنے کے لیے کافی طویل ہے۔

5.6 چیف عاملہ کے انتخاب کے طریقے یا عاملہ کی تشکیل کے طریقے

(Methods of Electing chief executive)

1۔موروثی (Hereditary)

بادشاہی حکومتیں عموماً وراثت کے قانون کے ذریعے موروثی اصول پر مبنی ہوتی ہیں۔یہ طریقہ برطانیہ، نیپال، یونان، جاپان وغیرہ ممالک میں اپنایا جاتا ہے۔ان ریاستوں میں موروثی عاملہ کے پاس صرف برائے نام طاقت ہوتی ہے۔

فوائد (Advantages)

(1)اس نظام میں انتخابات نہیں ہوتے اور بادشاہ تاحیات تخت پر نشین رہتا ہے۔اس طرح بادشاہ انتخابی اخراجات اور گروہ بندی سے آزاد ہے جو صدارتی انتخابات میں ہوتے ہیں۔

(2) چونکہ بادشاہ کسی پارٹی کی مدد سے منتخب نہیں ہوتا،اس لیے اسے کسی پارٹی کو مطمئن نہیں کرنا پڑتا۔اس لیے وہ بغیر کسی خوف کے اپنے فرائض سرانجام دیتا ہے۔

(3)محدود بادشاہت ملک کی ترقی میں معاون ہوتی ہے اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی۔

نقصانات (Disadvantages)

(1) یہ ضروری نہیں کہ قابل بادشاہ کا جانشین قابل ہو۔عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ایک عقلمند حکمران کا غیر دانشمند جانشین ہوتا ہے۔یہ ملک کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔

(2)بعض اوقات بادشاہ کی موت کے بعد جانشینی کے حوالے سے بہت سے تنازعات سامنے آتے ہیں جو پوری سلطنت کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں۔

(3)ایک مطلق العنان بادشاہ عوام کی پرواہ نہیں کرتا اور وہ لوگوں کی آزادی کو چھین سکتا ہے۔

2۔ڈائریکٹ پاپولر الیکشن(Direct Popular Election)

چیف عاملہ کے انتخاب کا ایک اور طریقہ براہ راست مقبول انتخابات کے ذریعے ہے۔وہ ممالک جہاں کے شہری براہ راست اپنے عاملہ سربراہ کا انتخاب کرتے ہیں انہیں رپبلکن ریاستوں کے نام سے جانا جاتا ہے۔اس وقت یہ طریقہ چلی، میکسیکو، پیرو اور برازیل میں رائج ہے۔امریکہ میں ریاستوں کے گورنر عوام کے ذریعے منتخب ہوتے ہیں۔

فوائد(Advantages)

(1)یہ نظام جمہوریت کے تصور کے مطابق ہے۔

(2)عوام سیاسی معاملات میں گہری دلچسپی لیتے ہیں۔

(3)لوگ ایک ایسے شخص کو اپنا صدر منتخب کرتے ہیں جو ان کے لیے ذمہ دار ہو۔

نقصانات(Disadvantages)

(1)الیکشن کے وقت پارٹی میں احساس بیدار ہوتا ہے جو کہ ملک کے لیے نقصان دہ ہے۔

(2) عام لوگوں کے پاس زمین کے اعلیٰ ترین عہدے کے امیدوار کی خوبیوں کا صحیح فیصلہ کرنے کا کوئی شعور نہیں ہے۔عام آدمی سیاسی جماعتوں کی شعلہ انگیز تقاریر، نعروں اور دیگر حربوں سے متاثر ہوتا ہے۔

(3) یہ نظام مہنگا ہے۔ صدارتی انتخابات کے امیدواروں کے پاس عام طور پر اتنی رقم نہیں ہوتی کہ وہ ہزاروں کینوسرز کو شامل کر سکیں۔

(4) اگر صدر بہت مقبول ہے، تو وہ تمام اختیارات کو بار بار استعمال کرتا ہے۔ وہ اپنے حامیوں کو اعلیٰ عہدے دے کر خوش کرتا ہے اور خود ایک مطلق العنان بن جاتا ہے۔

(5) جب انتخابات طویل وقفوں کے بعد ہوتے ہیں تو ہمیں ان لوگوں کا سیاسی شعور نظر آتا ہے جب ان کا امیدوار صدر منتخب ہوتا ہے وہ میں اپنے حامیوں سے کئی واعدے پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

3۔الیکٹورل کالج کے ذریعے بالواسطہ انتخابات(Indirect Election by Electoral College)

چیف عاملہ کے بالواسطہ انتخاب کا طریقہ دنیا کے اکثریتی جمہوری ممالک میں رائج ہے۔اس طریقہ کار کے تحت چیف عاملہ کا انتخاب بالواسطہ طور پر عوام اور براہ راست عوام کے نمائندوں کے ذریعے کیا جاتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ عوام الیکٹورل کالج کے ارکان کو منتخب کرتے ہیں اور بعد میں عاملہ کا انتخاب کرتے ہیں۔ چیف عاملہ کے انتخاب کا مقصد ختم ہونے کے بعد الیکٹورل کالج کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔مثال کے طور پر، امریکہ میں صدر کا انتخاب بالواسطہ طور پر ہوتا ہے۔

فوائد(Advantages)

(1) اس نظام میں ووٹرز کے نمائندے صدر کا انتخاب احتیاط سے کرتے ہیں۔ براہ راست انتخابات میں عام ووٹر جوش و خروش سے متاثر ہوتا ہے لیکن بالواسطہ انتخابات میں ایسا نہیں ہوتا-اس طرح یہ نظام جذبات سے پاک ہے۔

(2) اس نظام میں کوئی جوڑ توڑ اور اشتعال انگیز پروپیگنڈہ نہیں ہوتا۔

(3) بالواسطہ انتخابات میں براہ راست انتخابات کے مقابلے میں کم وقت اور پیسہ خرچ ہوتا ہے۔

(4) عوام کے نمائندے زیادہ تجربہ کار، زیادہ پڑھے لکھے اور قابل افراد ہوتے ہیں۔

نقصانات(Disadvantages)

(1) الیکٹورل کالج کے ذریعے الیکشن دراصل براہ راست الیکشن ہیں۔امریکہ اس کی واضح مثال ہے۔الیکٹورل کالج بنانے والے افراد اس شرط پر منتخب ہوتے ہیں کہ منتخب ہونے کے بعد انہیں فلاں فلاں شخص کو صدر منتخب کرنا ہوگا۔

(2) چونکہ یہ نظام عملی طور پر براہ راست نظام بن چکا ہے، اس لیے انتخابات پر کروڑوں روپے خرچ کیے جاتے ہیں۔

(3)الیکٹورل کالج کے ممبران کا انتخاب پارٹی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔اس طرح انہیں اپنے قائدین کی ہدایات پر عمل کرنا ہوگا اور وہ آزادانہ طور پر ووٹ نہیں ڈال سکتے۔

4۔مقننہ کے ذریعہ بالواسطہ انتخاب(Indirect Election by the Legislature)

کچھ ممالک میں چیف عاملہ کا انتخاب مقننہ کے ذریعے کیا جاتا ہے۔مقننہ کے ارکان عاملہ کو منتخب کرنے کے لیے ایک 'الیکٹورل کالج' میں تشکیل دیتے ہیں۔مثال کے طور پر، ہندوستان میں صدر کا انتخاب ایک الیکٹورل کالج کے ذریعے کیا جاتا ہے جس میں پارلیمنٹ اور ریاستی مقننہ کے منتخب اراکین شامل ہوتے ہیں۔مقننہ کے ذریعہ چیف عاملہ کے انتخاب کا یہ طریقہ سوئٹزرلینڈ، اٹلی، پولینڈ وغیرہ میں رائج ہے۔

فائدے(Advantages)

(1)مقننہ کے ذریعہ عاملہ کا انتخاب ان کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔

(2)مقننہ کے ارکان عام لوگوں سے زیادہ سمجھدار اور تجربہ کار ہوتے ہیں۔اس لئے وہ صحیح طریقے سے ریاست کے سربراہ کا انتخاب کرتے ہیں۔

(3)یہ بدعنوانی اور افراتفری کسی قدر دور کرتا ہے، جو براہ راست انتخابات میں ممکن ہے۔

نقصانات(Disadvantages)

(1) یہ نظام اختیارات کی علیحدگی کے نظریہ کے خلاف ہے، کیونکہ مقننہ کے ذریعے منتخب ہونے والا عاملہ اس کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بن جاتا ہے۔

(2)اس سے عاملہ کی آزادی ختم ہو جاتی ہے، کیونکہ صدر کو اپنے انتخاب اور دوبارہ انتخاب کے لیے مقننہ کی حمایت پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔صدر کو اپنے فائدے کے لیے مقننہ کے نامناسب دباؤ کے سامنے جھکنا پڑتا ہے۔

(3) بعض اوقات ایک ہوشیار شخص خود کو منتخب کروانے کے لیے مقننہ سے جھوٹا وعدہ کرتا ہے۔چانسلر کینٹ نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ، "نمائندہ ادارے کی طرف سے تمام منتخب ممبران کو/کنندگان مذموم مقاصد حاصل کرنے کے لیے مجبور کیا جاتا ہے۔

(4)جب مقننہ عاملہ کا انتخاب کرتی ہے، تو اس کی توجہ کافی طویل عرصے تک انتخابات میں لگی رہتی ہے، جو بالآخر مقننہ کے روزمرہ کے کام میں رکاوٹ بنتی ہے۔

(5)جب مقننہ عاملہ کا انتخاب کرتی ہے، تو اسے کئی سیاسی گروپوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے اور یہاں تک کہ آزاد اراکین کو بھی کسی ایک پارٹی یا دوسری پارٹی کی حمایت کرنی پڑتی ہے۔

5۔نامزدگی(Nomination)

نامزد عاملہ عام طور پر کچھ بڑی طاقتوں پر منحصر ہوتا ہے۔آسٹریلیااور کینیڈا کے گورنر جنرل مقبول منتخب قانون سازوں کی سفارشات کی بنیاد پر برطانوی ملکہ کے ذریعہ نامزد کیے جاتے ہیں۔ہندوستان میں ریاستوں کے گورنر اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے لیفٹیننٹ گورنرز کا تقرر ہندوستان کے صدر کرتے ہیں۔چیف عاملہ کی تقرری میں اپنایا جانے والا ہر طریقہ خوبیوں اور خامیوں سے خالی نہیں۔کم سے کم خامیوں والا طریقہ اختیار کیا جائے۔

فائدے(Advantages)

(1)اس نظام کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ ایک قابل شخص کو گورنر جنرل مقرر کیا جاتا ہے۔

(2)اس نظام میں سربراہ مملکت کی تقرری بغیر کسی احسان اور خوف کے کی جاتی ہے۔

(3)ریاست کا سربراہ اس نظام میں پارٹی سیاست سے بالاتر ہے۔

نقصانات(Disadvantages)

(1)حکومت اپنے نوآبادیات کی حفاظت کرنے والے شخص کو بطور گورنر جنرل نامزد کرتی ہے۔

(2)یہ ضروری نہیں کہ قابل ترین شخص کو گورنر جنرل مقرر کیا جائے۔کالونیوں میں تمام تقرریاں برطانوی ملکہ وزیر اعظم کی سفارشات پر کرتی ہیں۔برطانوی وزیر اعظم اکثریتی پارٹی کے رہنما ہیں اور اپنی پارٹی کو خوش کرنے کے لیے ان کی تقرری کا انتظام کرتے ہیں۔ڈومینینز میں بھی، گورنر جنرل کا انتخاب اس ملک کے وزیر اعظم کی سفارشات پر ہوتا ہے۔اس طرح یہ ممکن ہے کہ وزیر آعظم عہدے کے لیے اپنے کسی حامی کی سفارش کریں۔

5.7 جدید دور میں عاملہ کے اختیارات میں اضافہ

Rise or increase in the powers of executive in modern times

جدید دور میں، عاملہ بہت کی اہمیت میں اضافہ ہو ہے۔مندرجہ ذیل وجوہات یا عوامل عاملہ کے اختیارات میں تیزی سے اضافے کے ذمہ دار ہیں:

قانون سازی کا زیادہ بوجھ(Legislative Overburden)

تقریباً تمام ریاستوں میں مقننہ پر ریاست کے بڑھتے ہوئے کاموں کا بوجھ ہے۔اس کے نتیجے میں مقننہ صرف ان امور پر وسیع کنٹرول کی مشق کرتی ہے جس کی عمل درآمد کو عاملہ پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس میں کوئی مداخلت نہیں کی جاتی ہے۔

مسائل کی پیچیدہ نوعیت(Complex Nature of Problems)

موجودہ دور کے پیچیدہ مسائل سے نمٹنے کے لیے عاملہ کو وسیع اختیارات کی ضرورت ہے۔

منصوبہ بندی(Planning)

آج ہر ریاست نے اقتصادی ترقی کے لیے بڑے پیمانے پر منصوبہ بندی کی ہے۔جیسا کہ عاملہ کو مختلف منصوبوں کے ذریعے دیکھنا ہوتا ہے،اسے وسیع اختیارات سونپنے ہوتے ہیں۔

سیاسی جماعتیں(Political Parties)

مختلف نظاموں کے ساتھ تمام ریاستوں میں اچھی طرح سے منظم جماعتوں کے عروج نے بھی عاملہ کے اختیارات میں کافی اضافہ کیا ہے۔

تفویض کردہ قانون سازی(Delegated Legislation)

تفویض شدہ قانون سازی کے اصول نے بھی جدید دور میں عاملہ کی اہمیت کو بڑھادیا ہے۔مقننہ قانون سازی کرتی ہے جس پر عمل درآمد کے لیے قواعد وضوابط، تفصیلی ضمنی قوانین اور ضوابط وضع کیے جاتے ہیں۔

عاملہ کی مہارت(Expertise of Executive)

انتظامیہ بہت تکنیکی ہوگئی ہے اور ماہرین ہی اسے سمجھ سکتے ہیں اور عاملہ ماہرین پر مشتمل ہے۔

وقت کا عنصر(Time Factor)

مقننہ کے پاس وقت بہت کم ہے اور وہ خاص طور پر کسی چیز پر توجہ دینے سے قاصر ہے۔ایگزیکٹیو ایکٹ کو نافذ کرنے کے لیے وہ کل وقتی کام کرتا ہے۔

لوگوں سے قربت(Social Approach)

عاملہ ایک بڑی تعداد پر مشتمل ہے اور وہ لوگوں کے ساتھ کام کرتے ہیں۔لوگ عام طور پر اپنے مسائل کے ازالے کے لیے عاملہ یا انتظامیہ سے رجوع کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا کے علاوہ دیگر عوامل بھی ہیں جیسے صنعت کاری کی ترقی، عدم پابندی، سوشلسٹ نظریات کا ظہور اور پھیلاؤ، افراط زر کے رجحانات، مزدوروں کی فلاح و بہبود کے اقدامات وغیرہ جو بدلتے حالات میں عاملہ کے اختیارات اور افعال میں اضافے کا باعث بنے ہیں۔

5.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد طلبا،

- جمہوریت میں انتظامیہ کا کردار "انتظامیہ کا پس منظر، تنظیم کے اصول اور انتظامیہ کے مختلف اقسام کو سمجھیں گے۔
- انتظامیہ کے فرائض، انتظامیہ کی معیاد، چیف انتظامیہ کے انتخاب کے طریقے و فوائد اور نقصانات کی معلومات حاصل کریں گے۔
- جدید دور میں انتظامیہ کے اختیارات میں اضافہ کے بارے میں اچھی طرح سے معلومات حاصل کریں گے۔
- جمہوریت میں انتظامیہ کے بارے میں بھی تفصیل سے کیا گیا ہے تاکہ طالب علم اس کے سارے پہلوؤں کا مطالعہ کر سکے۔
- چیف عاملہ کے انتخاب کے طریقے یا عاملہ کی تشکیل کے طریقے سے بھی واقف ہوں گے۔

5.9 کلیدی الفاظ (Keywords)

موروثی اصول (Hereditary Principle)

قدیم زمانے میں دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں بادشاہت کام کرتی تھی۔ بادشاہت میں، جانشینی کا اصول موروثی تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بادشاہ کی موت کے بعد اس کے بیٹے یا اس کی غیر موجودگی میں اس کے قریبی رشتہ داروں میں سے کسی کو بادشاہ بنایا جاتا تھا۔

آمریت (Dictatorship)

جب قوم کے تمام اختیارات ایک شخص کے ہاتھ میں ہوں تو اسے آمریت کہتے ہیں۔ ڈکٹیٹر کسی خاص پارٹی یا فوج کی مدد سے اقتدار سنبھالتا ہے اور بعد میں وہ اس ملک کا خود مختار حاکم بن جاتا ہے۔

مالیاتی افعال (Financial Functions)

اگرچہ مقننہ قومی خزانہ کو کنٹرول کرتی ہے، پھر بھی عاملہ بجٹ تیار کرتی ہے اور اسے مقننہ سے منظور کرانے کی کوشش کرتی ہے۔

خارجہ تعلقات (Foreign Relations)

عاملہ ہو یا انتظامیہ بیرونی ممالک کے ساتھ سیاسی تعلقات قائم کرتا ہے۔ ہماری حکومت نے تقریباً تمام بڑے ممالک کے ساتھ سیاسی یا تجارتی تعلقات قائم کیے ہیں۔ صدر دوسرے ممالک میں سفارتی نمائندوں کا تقرر کرتا ہے اور بیرونی ممالک کے نمائندوں کا استقبال کرتا ہے۔

5.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

5.10.1۔ معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1۔ برطانوی ولی عہد اور بھارتی صدر کس عاملہ کی مثال ہیں؟

(a) حقیقی (b) برائے نام (c) دونو (d) کوئی نہیں

2۔ عام طور پر چیف ایگزیکیٹو یا انتظامیہ کو کتنے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے؟

(a) دو (b) تین (c) چار (d) پانچ

3۔ موروثی عاملہ مندرجہ ذیل میں رائج ہے؟

(a) جاپان (b) نیپال (c) بھوٹان (d) یہ سبھی

4۔ بالواسطہ طور پر منتخب صدارتی عاملہ کس ملک میں موجود ہے؟

(a) بھارت (b) امریکہ (c) دونوں (d) ان میں سے کوئی نہیں

5۔ کینیڈا اور آسٹریلیا کے گورنر جنرل کس کے ذریعے نامزد ہوتے ہیں؟

(a) برطانوی ملکہ (b) برطانوی وزیر اعظم (c) دونوں (d) کوئی نہیں

6۔ امریکہ کس قسم کے عاملہ کی بہترین مثال ہے؟

(a) پارلیمانی عاملہ (b) غیر پارلیمانی عاملہ (c) دونوں (d) کوئی نہیں

7۔ عام طور پر پارلیمانی انتظامیہ یا کابینہ کی مدت کیا ہوتی ہے؟

4(a) 5(b) 6(c) (d) کوئی معینہ مدت نہیں

8۔فرانس میں عاملہ یاانتظامیہ کو کتنے مدت کے لئے چناجاتاہے؟

7(d) 6(c) 5(b) 4(a)

9۔ہمارے بھارت میں عاملہ کی مدت کتنے برس کی ہوتی ہے؟

8(d) 7(c) 6(b) 5(a)

10۔امریکہ میں عاملہ کی مدت کتنے سال کی ہوتی ہے؟

8(d) 5(c) 4(b) 2(a)

5.10.2۔مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

1. انتظانیہ سے کیامراد ہے؟
2. جدید دور میں عاملہ کے اختیارات میں اضافہ کے وجوہات بیان کیجئے؟
3. نامزد عاملہ کے تین فواعد مختصراً بیان کیجئے۔
4. انتظامیہ کے مختلف قشمیں پر غور کیجئے۔
5. مقننہ کے ذریعہ بالواسطہ انتخاب کے دو نقصانات پر روشنی ڈالیں؟

5.10.3۔طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

1. انتظامیہ کے فرائض کو تفصیل سے بیان کیجیے۔
2. صدر عاملہ کے انتخاب کے مختلف طریقے کیاہیں؟
3. عاملہ کے اختیارات اور فرائض بیان کیجیے۔

معروضی سوالات کے جوابات:

(d)	5۔	(c)	4۔	(d)	3۔	(a)	2۔	(b)	1۔
(b)	10۔	(a)	9۔	(a)	8۔	(b)	7۔	(b)	6۔

اکائی۔6عدلیہ

(Judiciary)

اکائی کی اجزا

6.0	تمہید
6.1	مقاصد
6.2	ہندوستانی عدلیہ
6.3	سپریم کورٹ
6.4	ہائی کورٹ
6.4.1	ججوں کی تقرری
6.4.2	ججوں کی اہلیت
6.4.3	حلف
6.4.4	ججوں کی معیاد
6.5	فاسٹ ٹریک کورٹ
6.6	عدلیہ کے فرائض
6.7	عدلیہ کی آزادی
6.8	اکتسابی نتائج
6.9	کلیدی الفاظ
6.10	نمونہ امتحانی سوالات
6.10.1	معروضی جوابات کے حامل سوالات
6.10.2	مختصر جوابات کے حامل سوالات
6.10.3	طویل جوابات کے حامل سوالات

6.11 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

6.0 تمہید(Introduction)

ہندوستانی آئین نے ایک مربوط عدالتی نظام قائم کیا ہے جس میں سب سے اوپر سپریم کورٹ اور اس کے نیچے ہائی کورٹ ہے۔ ہائی کورٹ کے نیچے ماتحت عدالتوں کی درجہ بندی ہے۔ 1935 کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ سے اختیار کردہ عدالتوں کا یہ واحد نظام مرکزی قوانین کے ساتھ ساتھ ریاستی قوانین کو بھی نافذ کرتا ہے۔ جمہوری حکومت کے تین اعضاء ہیں عاملہ، مقننہ اور عدلیہ۔ عدلیہ کا کام ہے حکومت کے ذریعہ بنائے گئے قانون کی جانچ پڑتال کرے اور اس بات کی یقین دہائی کرے کے وہ قانون آئین کے مطابق ہے یا نہیں۔

6.1 مقاصد(Objective)

اس اکائی کا مقصد ہے طلبا کو،

- عدلیہ کے معنی و مفہوم سمجھانا۔
- عدلیہ کی ضرورت واہمیت اور اس کے فرائض سے واقف کروانا۔
- ہندوستانی عدلیہ کے نظام اور اس کی ساخت کی معلومات فراہم کرانا۔
- سپریم کورٹ کی ساخت، ججوں کا تقرر اور اس کی اہلیت کی جانکاری دینا۔
- ہائی کورٹ کی ساخت، ججوں کا تقرر، اہلیت اور حلف کے بارے میں معلومات دینا۔

6.2 ہندوستانی عدلیہ(Indian Judiciary)

ہندوستانی عدلیہ دنیا کے سب سے زیادہ بااثر اداروں میں سے ایک ہے۔ اسے برطانوی حکمرانی نے دوسری صدی کے طویل نوآبادیاتی حکمرانی کے بعد تعمیر کیا تھا۔ یہ یہاں کی حکومت کا ایک اہم حصہ ہے۔ 1950 کے بعد سے عدلیہ نے آئین کی ترجمانی اور اس کے تحفظ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ عدلیہ بنیادی حقوق کے تحفظ کے ذریعہ ہندوستان میں جمہوریت کو مستحکم کرتی ہے۔

حکومت ہند کی تین بڑی شاخیں ہیں۔ مقننہ، عدلیہ اور عاملہ۔ عدلیہ حکومت ہند کی ایک اہم شاخ ہے۔ یہ ایک آزاد ادارہ ہے اور یہ عاملہ اور مقننہ سے الگ ہے۔ عدلیہ اس طرح کام کرتی ہے کہ وہ عاملہ اور مقننہ دونوں کو اپنے بنیادی کردار میں رکھتی ہے۔ اس کا اصل کام لوگوں کو انصاف فراہم کرانا ہے۔ ہندوستانی عدلیہ کو قانونی نظام برطانوی نوآبادیاتی حکمرانی سے وراثت میں ملا۔ عدالتوں کا نظام حکومت ہند ایکٹ 1935 کے ذریعہ اپنایا گیا ہے، یہ مرکزی قوانین کے ساتھ ساتھ ریاستی قوانین کو بھی نافذ کرتا ہے۔

ہندوستانی عدلیہ مالی لحاظ سے مقننہ یا انتظامیہ پر منحصر نہیں ہے۔ آئین کے مطابق، قانون سازوں کو ججوں کی تنخواہوں اور الاؤنسز کی ادائیگی کی اجازت نہیں ہو گی۔ ججوں کے اقدامات اور فیصلوں پر ذاتی طور پر تنقید نہیں کی جاسکتی ہے۔ اگر کسی پر توہین عدالت کا الزام ثابت ہوا تو عدلیہ کو اسے سزا دینے کا حق حاصل ہے۔ پارلیمنٹ ججوں کے طرز عمل پر صرف اس وقت بحث کر سکتی ہے جب وہ ان کو ہٹانے کی تجویز پر غور کر رہی ہو۔

ہندوستان میں عدلیہ کا نظام انصاف منفرد ہے۔ دنیا کے دیگر ممالک کے برعکس، ہندوستان میں صوبائی سطح پر علیحدہ عدلیہ کا ڈھانچہ موجود نہیں ہے۔ ہندوستان میں عدلیہ کا ڈھانچہ ایک اہرام کی طرح ہے۔ اس کے اوپری حصے میں سپریم کورٹ پھر ہائی کورٹ اور بعد میں ضلعی عدالت موجود ہے۔ ضلعی عدالت کے ماتحت مختلف قسم کی عدالتیں آتی ہیں۔ ضلعی سطح پر عدلیہ کا ڈھانچہ بھی منقسم ہوتا ہے۔ ضلعی عدالتوں کے تحت جو عدالتیں آتی ہیں انہیں "نچلی عدالت" کہا جاتا ہے۔

6.3 سپریم کورٹ(Supreme Court)

ہندوستان کی سپریم کورٹ کا افتتاح گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کے تحت 28 جنوری 1950 کو ہوا۔ سپریم کورٹ نے برٹش پرائیوی کونسل کی جگہ لی۔ مزید برآں، ہندوستانی آئین کے آرٹیکل 124 سے 147 میں سپریم کورٹ کے ڈھانچے، تقرری، اختیارات، طریقہ کار وغیرہ سے متعلق احکامات درج ہیں۔ یہ دستور کا ترجمان محافظ اور شہریوں کے بنیادی حقوق کا ضامن ہے۔ سپریم کورٹ دہلی میں واقع ہے اور اس کی نوعیت فیڈرل کورٹ کی ہے۔ سپریم کورٹ کے ججوں کی تعداد چیف جسٹس سمیت 34 ہے۔ اصل میں سپریم کورٹ کے ججوں کی تعداد 31 تھی (چیف جسٹس سمیت) بعد میں زیادہ کام کے سبب ستمبر 2019 کو ان کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔

سپریم کورٹ کے چیف جسٹس صدر کے ذریعہ مقرر ہوتے ہیں۔ کابینہ گورنر، وزیر اعلی اور چیف جسٹس آف انڈیا سب عدالتی تقرریوں کے عمل کو متاثر کرتے ہیں۔ ہندوستان کی عدلیہ میں چیف جسٹس کی تقرری کے معاملے میں، یہ رواں برسوں سے ایک روایت بن چکی ہے کہ اس عہدے پر سپریم کورٹ کا سینئر ترین جج مقرر ہوتا ہے۔

لیکن اس میں دو مستثنیات ہیں یعنی 1973 اور 1975 میں سینئر ججوں کے باوجود ایک جونیئر جج کو چیف جسٹس بنایا گیا۔ عدلیہ میں تقرریوں کے سلسلے میں وزرا کی کونسل کو حقیقی اختیار حاصل ہے۔ وزرا کی کونسل جج کی تقرری کی سفارش کر سکتی ہے لیکن اسے عہدے سے نہیں ہٹا سکتی۔ سپریم کورٹ کے جج 65 سال کی عمر تک منصب پر فائز رہ سکتے ہیں۔ بدعنوانی کی صورت میں ہی جج کو ہٹایا جاسکتا ہے۔ جج کی برطرفی کی تجویز پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں خصوصی اکثریت سے منظوری کے بعد صدر مملکت فیصلہ کرتا ہے۔

6.3.1. ہائی کورٹ(High Court): ہندوستان کا ہائی کورٹ سپریم کورٹ کے نیچے کام کرتا ہے۔ ریاست کی عدالتی انتظامیہ میں یہ اول پوزیشن پر فائز ہے۔ 1866 میں کلکتہ، بمبئی اور مدراس میں اعلی عدالتیں قائم کی گئیں۔ آئین میں ہر ریاست کے لئے ایک ہائی کورٹ کا آپشن موجود ہے، لیکن 1956 کے 7 ویں ترمیمی ایکٹ کے ذریعے، ایک یا زیادہ ریاستوں میں ایک ہی ہائی کورٹ ہو سکتا ہے۔

اس وقت ہندوستان میں 25 اعلی عدالتیں ہیں، جن میں تین ایک سے زیادہ ریاستوں کے لئے کام کرتی ہیں۔ مرکزی خطوں میں دہلی کا اپنا ایک ہائی کورٹ ہے۔

بیشتر ہائی کورٹوں کا بنیادی کام نچلی عدالتوں کی اپیلوں اور دستور ہند کے آرٹیکل 226 کے تحت رٹ درخواستوں پر مشتمل ہے۔ رٹ جیورسڈکشن بھی ہائی کورٹ کا اصل دائرہ اختیار ہے۔ ہر ہائی کورٹ کے علاقائی دائرہ اختیار صوبے کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ ان عدالتوں میں ججوں کا تقرر ہندوستان کے صدر، چیف جسٹس، ہائی کورٹ کے چیف جسٹس، اور ریاست کے گورنر سے مشاورت کے بعد کرتے ہیں۔

ہائی کورٹ کے تحت متعدد اقسام کی عدالتیں ہیں، انہیں آئین میں ماتحت عدالتیں کہا جاتا ہے۔ یہ اسٹیٹ ایکٹ کی بنیاد پر تشکیل دی گئی ہیں۔ مختلف ریاستوں میں ان کے مختلف نام اور مختلف حیثیت ہے۔ لیکن وسیع تر تناظر میں ان کے تنظیمی ڈھانچے ایک جیسے ہیں۔ ہر ریاست کو اضلاع میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر ضلع میں ضلعی عدالت ہے۔ ان ضلعی عدالتوں کے تحت متعدد نچلی عدالتیں ہیں، جیسے سیشن کورٹ، ذیلی عدالت، مصنف مجسٹریٹ عدالت، سیکنڈ کلاس اسپیشل جوڈیشل مجسٹریٹ کورٹ، فیکٹری لاء اور لیبر قوانین کے لئے خصوصی منصف مجسٹریٹ عدالت وغیرہ۔ ضلعی عدالتوں کا مرکزی کام ماتحت عدالتوں سے اپیلوں کی سماعت کرنا ہے۔ لیکن عدالت اصل معاملات کو بھی خصوصی حیثیت کے طور پر اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہے۔

ماتحت عدالتوں میں ایک ضلعی جج کی عدالت اور ایک اور منصف جج کی عدالت ہوتی ہے۔ ضلعی سطح پر ماتحت عدالت ڈسٹرکٹ جج یا کورٹ آف سیشن جج کے نام سے مشہور ہے۔ عدالت کی یہ سطح ایڈیشنل جج، جوائنٹ جج، اور اسسٹنٹ جج کی عدالتوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ضلعی جج اور سیشن جج کی عدالت ضلعی سطح پر ابتدائی دائرہ اختیار کی مرکزی عدالت ہے۔ آئین کی دفعات کے مطابق، ایک ہی افسر سول اور فوجداری قوانین کے تحت کام کرتا ہے اور اسے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان عدالتوں کا مالی دائرہ اختیار محدود نہیں ہے۔ یہ عدالتیں ایسے مقدمات کی سماعت کر سکتی ہیں جن میں سزا ایک سال سے زیادہ نہ ہو۔

ماتحت عدالتوں کا دوسرا کلاس منسیف جج یا سول جج یا فرسٹ کلاس جوڈیشل مجسٹریٹ کی عدالت کے نام سے جانا جاتا ہے۔ عام طور پر یہ عدالتیں بلاک (تحصیل) کی سطح پر قائم ہوتی ہیں، جن کے دائرہ اختیار میں متعدد تعلقہ یا تحصیل شامل ہو سکتے ہیں۔

6.3.2 فیملی کورٹ (Family Court): فیملی عدالتیں ایکٹ 1984 کے ذریعہ قائم کی گئیں، جن کا بنیادی مقصد شادی اور خاندانی مسائل سے نمٹنا ہے۔ ریاستی حکومت ان علاقوں میں فیملی کورٹ قائم کر سکتی ہے جہاں کی آبادی 10 لاکھ سے زیادہ ہے یا جہاں ضروری سمجھا جائے۔ مجموعی طور پر، ان عدالتوں کے قیام کا مطلب خاندانی ماحول کو پرامن بنانا ہے۔ نیز، اگر کوئی خاندانی مسئلہ ہے تو، اسے جلد از جلد حل کیا جائے۔

6.3.3. فاسٹ ٹریک کورٹ (Fast Track court): یہ ایڈیشنل سیشن کورٹ ہے، ان کو طویل التواء میں پائے جانے والے جرائم اور زیر سماعت وعدوں کے فوری تصرف کے لئے تشکیل دیا گیا ہے۔ یہ ایڈیشنل سیشن کورٹ ہے، جو طویل التواء میں پائے جانے والے جرائم

کو جلد از جلد نمٹانے اور زیر سماعت وعدوں کے تحت کام کرتا ہے۔ اس کے پیچھے وجہ یہ تھی کہ طویل قانونی چارہ جوئی کی وجہ سے انصاف کا نقصان ہوتا تھا اور انصاف کی قابو پانے کی طاقت کم ہو جاتی تھی اور جیل میں قیدیوں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا تھا۔

سن 2000 میں گیارہواں فائنش کمیشن تشکیل دیا گیا جس کے چیئرمین پروفیسر سید علیم احمد خسرو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سابقویس یت ھے۔ کمیشن نے عدالتوں میں زیرالتواء مقدمات مٹانے کے لئے 1734 فاسٹٹریک عدالتیں بنانے کی سفارش کی۔ ججوں کا انتخاب متعلق ہر یاستوں ہائی کورٹ کرتے ہیں۔ فاسٹ ٹریک کورٹ کے ججوں کو ایڈہاک کے بنیاد پر مقرر کیا جاتا ہے۔ بنیادیطور پر بھرتی کے تین ذرائع ہیں۔ پہلے اہل عدالت یافسران کی ترقی؛ دوسرا، ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ ججوں کی تقرر یاور تیسرا متعلق ہر یاست کے بار کے ممبر۔ ابتدائی طور پر فاسٹٹریک عدالتیں پانچ سال (2000–2005) کی مدت کے لئے قائم کی گئیں۔ تاہم، 2005 میں، عدالت عظم یلنے مرکزی حکومت کو یہاسک مجاریر کھنے کی ہدایت کی، جسے 2010-2011 تک بڑھایا گیا تھا۔ مارچ 2011 میں حکومت نے اسے بند کر دیا۔ اگرچہ مرکزی حکومتنے فاسٹٹریک عدالتوں کو بہتر بنانے کے لئے ریاستوں کو مالی امداد دینا بند کر دی، لیکن ریاستی حکومتوں کو اختیار ہے کہ اپنے فنڈ سے فاسٹٹریک عدالتوں کو قائم کر سکتی ہیں۔

6.3.4. لوک عدالت (Lok Adalat): لوک عدالت سے مراد عوام کا دربار ہے۔ یہ ایک ایسا مرحلہ ہے جہاں تنازعات باہمی رضامندی سے حل کیے جاتے ہیں۔ یہ گاندھی جی کے اصولوں پر مبنی ہے۔ تنازعات کے حل کے لئے لوک عدالت ایک متبادل ذریعہ ہے۔ دو جماعتوں کے مابین تنازعہ کو ہر سطح پر جیسے سپریم کورٹ کی سطح، ہائی کورٹ کی سطح، ضلعی عدالت کی سطح پر باہمی رضامندی سے حل کرنے کے لئے لوک عدالت بینچ کی تشکیل دی گئی ہے۔

ہر لوک عدالت میں دو مفاہمت کے ممبران ہوتے ہیں، ان میں سے ایک ورکنگ یا ریٹائرڈ جوڈیشل آفیسر ہوتا ہے اور دوسرا مفاہمت کا وکیل یا طبیب ہو سکتا ہے۔ فریقین کی باہمی رضامندی مقدمات کے تصفیہ کی اساس ہوتی ہے۔ اس قسم کا تصفیہ غیر قانونی اور عوامی پالیسی کے منافی نہیں ہونا چاہئے۔ اس عدالت میں دو طرح کے تنازعات حل کئے جاتے ہیں:

(A) عدالت میں زیرالتوا مقدمات کا تصفیہ - ان لوک عدالتوں میں باہمی معاہدے کے ذریعہ تمام قسم کے سول اور فوجداری مقدمات بھی طے کیے جاتے ہیں، سوائے مجرمانہ مقدمات میں جہاں قانون کے بغیر صلح ممکن نہیں ہے۔

(B) عدالت جانے سے پہلے تصفیہ - تنازعات جو عدالت کے روبرو دائر نہیں کیے گئے ہیں ان کو بھی قانونی چارہ جوئی کی سطح پر لوک عدالتوں میں حل کیا جاسکتا ہے یعنی دونوں فریقوں کی رضامندی کے ساتھ۔

لوک عدالت کی خصوصیات (Characteristics of Lok Adalat)

اس میں عدالت کی کوئی فیس نہیں ہے۔ اگر عدالت میں زیرالتواء قانونی چارہ جوئی میں عدالتی فیس بھی جمع کر دی جاتی ہے، تو لوک عدالت میں تنازعہ طے ہو جانے کے بعد فیس واپس کر دی جاتی ہے۔ اس میں دونوں فریق جج کے ساتھ یا تو خود یا ایڈوکیٹ کے ذریعے بات کر سکتے ہیں جو باقاعدہ عدالت میں ممکن نہیں ہے۔ لوک عدالت کا بنیادی معیار غیر رسمی اور فوری انصاف پر مبنی ہے۔

لوک عدالت کی طرف سے پاس ایوارڈ دونوں جماعتوں کے لئے پابند ہے۔اسے فرمان کہا جاتا ہے اور اس کے خلاف کوئی اپیل نہیں ہوتی

6.4 ہائی کورٹ(High Court)

ہندوستانی واحد مربوط عدالتی نظام میں ہائی کورٹ کام کرتی ہے۔

سپریم کورٹ کے نیچے لیکن ماتحت عدالتوں کے اوپر۔ایک ریاست میں عدلیہ ایک ہائی کورٹ اور ماتحت عدالتوں کے درجہ بندی پر مشتمل ہوتی ہے۔ہائی کورٹ ایک ریاست کی عدالتی انتظامیہ میں اعلیٰ مقام رکھتی ہے۔ہائی کورٹ کا ادارہ ہندوستان میں 1862 میں اس وقت شروع ہوا جب کلکتہ، بمبئی اور مدراس میں ہائی کورٹس قائم کی گئیں۔1866 میں الہ آباد میں چوتھی ہائی کورٹ قائم کی گئی۔وقت کے ساتھ ساتھ، ہر صوبے میں ہائی کورٹ کا قیام عمل میں آیا۔

برطانوی ہندوستان میں اس کی اپنی ہائی کورٹ تھی۔1950 کے بعد ہائی کورٹ ایک صوبے میں موجود متعلقہ ریاست کے لیے ہائی کورٹ بن گئی۔ہندوستان کا آئین ہر ریاست کے لیے ایک ہائی کورٹ کا انتظام کرتا ہے، لیکن 1956 کے ساتویں ترمیمی ایکٹ نے پارلیمنٹ کو دو یا دو سے زیادہ ریاستوں یا دو یا زیادہ ہر یاستوں اور ایک مرکز کے زیر انتظام علاقے کے لیے مشترکہ ہائی کورٹ قائم کرنے کا اختیار دیا۔ایک ہائی کورٹ کا علاقائی دائرہ اختیار ریاست کے علاقے کے ساتھ شریک ہے۔اسی طرح، ایک مشترکہ ہائی کورٹ کا علاقائی دائرہ اختیار متعلقہ ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے ساتھ مل کر ہے۔

اس وقت ملک میں 25 ہائی کورٹس ہیں۔ان میں سے چھ مشترکہ ہائی کورٹس ہیں۔دہلی واحد مرکز کے زیر انتظام علاقہ ہے جس کی اپنی ایک ہائی کورٹ ہے (1966 سے)۔دیگر مرکز کے زیر انتظام علاقے مختلف ریاستی ہائی کورٹس کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔پارلیمنٹ ہائی کورٹ کے دائرہ اختیار کو کسی بھی یونین ٹیریٹری تک بڑھا سکتی ہے یا ہائی کورٹ کے دائرہ اختیار کو کسی بھی یونین ٹیر ٹیری سے خارج کر سکتی ہے۔

نام، قیام کا سال، علاقائی دائرہ اختیار اور نشست (کے ساتھ تمام 25 ہائی کورٹس کے بنچ یا بنچز کا تذکرہ اس باب کے آخر میں ٹیبل 4.1 میں دیا گیا ہے۔آئین کے حصہ VI میں آرٹیکل 214 سے 231 تک ہائی کورٹس کی تنظیم، آزادی، دائرہ اختیار، اختیارات، طریقہ کار اور اسی طرح سے متعلق ہیں۔

ہر ہائی کورٹ (چاہے خصوصی ہو یا عام) چیف جسٹس اور ایسے دوسرے ججوں پر مشتمل ہوتی ہے جیسا کہ صدر وقتاً فوقتاً تقرری کے لیے ضروری سمجھتا ہے۔اس طرح، آئین ہائی کورٹ کی طاقت کی وضاحت نہیں کرتا اور اسے صدر کی صوابدید پر چھوڑ دیتا ہے۔اس کے مطابق، صدر وقتاً فوقتاً ہائی کورٹ کی طاقت کا تعین اس کے کام کے بوجھ کے لحاظ سے کرتا ہے۔

6.4.1 ججوں کی تقرری(Appointment of Judges)

ہائی کورٹ کے ججوں کا تقرر صدر کرتے ہیں۔ چیف جسٹس کا تقرر صدر کے ذریعہ چیف جسٹس آف انڈیااور متعلقہ ریاست کے گورنر سے مشاورت کے بعد کیا جاتا ہے۔ دیگر ججوں کی تقرری کے لیے متعلقہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سے بھی مشاورت کی جاتی ہے۔ دو یا دو سے زیادہ ریاستوں کے لیے مشترکہ ہائی کورٹ کے معاملے میں، تمام متعلقہ ریاستوں کے گورنروں سے صدر مشورہ کیا کرتا ہے۔

سیکنڈ ججز کیس (1993) میں سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا کہ ۔ہائی کورٹ کے جج کی تقرری کی جاسکتی ہے، جب تک کہ وہ اندر نہ ہو۔ چیف جسٹس آف انڈیا کی رائے کے مطابق۔ تیسرے جج کیس (1998) میں سپریم کورٹ نے رائے دی کہ ان کی تقرری کے معاملے میں ہائی کورٹ کے ججوں، چیف جسٹس آف انڈیا کو ایک کالجیم سے مشورہ کرنا چاہیے۔ سپریم کورٹ کے سینئر ترین ججز۔ اس طرح، چیف کی واحد رائے صرف ہندوستان کاانصاف 'مشاورت' کے عمل کو تشکیل نہیں دیتی۔

2014 کے 99ویں آئینی ترمیمی ایکٹ اور 2014 کے نیشنل جوڈیشل اپوائنٹمنٹ کمیشن ایکٹ نے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس میں ججوں کی تقرری کے کالجیم سسٹم کی جگہ ایک نئی باڈی بنادی ہے جسے نیشنل جوڈیشل اپائنٹمنٹ کمیشن (NJAC) کہا جاتا ہے۔ تاہم، 2015 میں، سپریم کورٹ نے 99ویں آئینی ترمیم کے ساتھ ساتھ NJAC ایکٹ دونوں کو غیر آئینی اور کالعدم قرار دیا ہے۔

نتیجتاً، پہلے کا کالجیم نظام دوبارہ فعال ہو گیا۔ یہ فیصلہ سپریم کورٹ نے فورتھ ججز کیس (2015) میں سنایا۔ عدالت نے رائے دی کہ نیا نظام (یعنی این جے اے سی) عدلیہ کی آزادی کو متاثر کرے گا۔

6.4.2 ججوں کیاہلیت (Qualifications of Judges)

ہائی کورٹ کے جج کے طور پر تعینات ہونے والے شخص کے لیے درج ذیل اہلیت ہونی چاہیے:

1. اسے ہندوستان کا شہری ہونا چاہیے۔

2. اسے ہندوستان کے علاقے میں دس سال تک عدالتی دفتر رکھنا چاہیے۔ یا (b) اسے ہائی کورٹ (یا ہائی کورٹس) کے وکیل ہونے کا دس سال کا تجربہ چاہیے۔ مندرجہ بالا سے، یہ واضح ہے کہ آئین نے ایک کا تعین نہیں کیا ہے

ہائی کورٹ کے جج کے طور پر تقرری کے لیے کم از کم عم 35 سالاور اس کے ریٹائرمینٹ کے لیے 62 رکھا گیا ہے۔ ہائی کورٹ کے جج کے طور پر ایک ممتاز قانون دان کی تقرری کو ترجیح دی گئی ہے۔

6.4.3 حلف(Oath of Judges)

ایک شخص جسے ہائی کورٹ کا جج مقرر کیا گیا ہو، اپنے دفتر میں داخل ہونے سے پہلے، حلف لینا اور اس کی رکنیت لینی پڑتی ہے۔

ریاست کے گورنر یا اس مقصد کے لیے اس کی طرف سے مقرر کردہ کسی شخص کے سامنے تصدیق کی جاتی ہے۔ اپنے حلف میں، ہائی کورٹ کے جج قسم کھاتے ہیں:

1. ہندوستان کے آئین پر سچا ایمان اور وفاداری رکھنا۔

2. ہندوستان کی خود مختاری اور سالمیت کو برقرار رکھنا۔

3. صحیح اور ایمانداری سے اور اپنی بہترین صلاحیت، علم اور فیصلہ دفتر کے فرائض بلاخوف وخطرہ کے انجام دیتا ہے۔

4. آئین اور قوانین کو برقرار رکھنا شامل ہے۔

6.4.4 ججوں کی میعاد (Tenure of Judges)

آئین نے کسی ہائی کورٹ کے جج کی میعاد کا تعین نہیں کیا ہے۔ تاہم، یہ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل چار دفعات ہیں۔

1. وہ 62 سال کی عمر تک اس عہدے پر فائز رہتا ہے۔ اگر کوئی سوال کی عمر کے بارے میں اُٹھتی ہے تو صدر کو چیف جسٹس آف انڈیا سے مشاورت کے بعد فیصلہ کرنا ہے اور صدر کا فیصلہ حتمی سمجھا جاتا ہے۔

2. وہ صدر کو خط لکھ کر اپنے عہدے سے استعفیٰ دے سکتا ہے۔

3. اُسے صدر کے ذریعہ اپنے عہدے سے پارلیمنٹ کی سفارش پر ہٹایا جاسکتا ہے۔

4. وہ اپنا عہدہ اس وقت خالی کرتا ہے جب اسے سپریم کورٹ کا جج مقرر کیا جاتا ہے یا جب اس کا تبادلہ کسی اور ہائی کورٹ میں ہوتا ہے۔

6.5 فاسٹ ٹریک کورٹ (Fast Track Court)

یہ ایڈیشنل سیشن کورٹ ہے، ان کو طویل التواء میں پائے جانے والے جرائم اور زیر سماعت وعدوں کے فوری تصرف کے لیے تشکیل دیا گیا ہے۔ یہ ایڈیشنل سیشن کورٹ کو طویل التواء میں پائے جانے والے جرائم کو جلد از جلد نمٹانے اور زیر سماعت وعدوں کے تحت تشکیل دیا گیا ہے۔ اس کے پیچھے وجہ یہ تھی کہ طویل قانونی چارہ جوئی کی وجہ سے انصاف کا نقصان ہوتا تھا اور انصاف کی قابو پانے کی طاقت کم ہو جاتی تھی اور جیل میں قیدیوں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ سنہ 2000 میں گیارہواں فائینانس کمیشن تشکیل دیا گیا جس کے چیئرمین پروفیسر سید علی محمد خسرو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سابق وی سی تھے۔ کمیشن نے عدالتوں میں زیر التواء مقدمات نمٹانے کے لیے 1734 فاسٹ ٹریک عدالتیں بنانے کی سفارش کی۔ ججوں کا انتخاب متعلقہ ریاستوں کی ہائی کورٹ کرتے ہیں۔ فاسٹ ٹریک کورٹ کے ججوں کو ایڈہاک بنیاد پر مقرر کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر بھرتی کے تین ذرائع ہیں۔ پہلے اہل عدالتی افسران کی ترقی؛ دوسرا، ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ ججوں کی تقرری اور تیسرا متعلقہ ریاست کے بار کے ممبر۔ ابتدائی طور پر فاسٹ ٹریک عدالتیں پانچ سال (2000–2005) کی مدت کے لیے قائم کی گئیں۔

تاہم، 2005 میں، عدالت عظمیٰ نے مرکزی حکومت کو یہ اسکیم جاری رکھنے کی ہدایت کی۔

6.6 عدلیہ کے فرائض (Functions of Judiciary)

عدلیہ کسی بھی حکومت کی روشنی ہے۔ سیاسی نظام کی نوعیت اس کے فرائض کا نظم وضبط ہے۔ یہ وفاقی حکمرانی کے نظام میں متوازن کے طور پر کام کرتا ہے۔ قانون اور دستور کا ترجمان ہونے کی وجہ سے، اسے شہری آزادیوں اور حقوق کا محافظ سمجھا جاتا ہے۔ لارڈ برائس نے اسے گڈ گورننس (Good Governance) کی آزمائش قرار دیا۔ گارنر نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر محکمہ میں انصاف موجود نہیں ہے تو سول سوسائٹی نہیں بن سکتی۔ عدلیہ کے مندرجہ ذیل اہم فرائض ہیں۔

1۔ فیصلہ کرنا: عدلیہ کا بنیادی کام انصاف کرنا ہے۔ جو شخص قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے تو عاملہ اسے پکڑ کر عدالتوں کے سامنے پیش کرتی ہے۔ عدلیہ فوجداری اور دیوانی دونوں طرح کے مقدمات میں جج کرتی ہے۔ شہریوں کے مابین اکثر شہری لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں جب کہ فوجداری معاملات میں ایک طرف حکومت اور دوسری طرف شہری شامل ہوتے ہیں۔

2۔ قانون کی ترجمانی کرنا: عدلیہ عاملہ اور مقننہ کے ذریعے بنائے گئے قوانین کی ترجمانی کرتی ہے۔ کئی بار قوانین غیر واضح اور آئین کے منافی ہوتے ہیں۔ ان کی وضاحت کیے بغیر ان پر عملدرآمد کا مطلب انسانی حقوق اور آزادیوں کو سلب کرنے جیسا ہوگا۔ عدلیہ ہی اعلیٰ طاقت ہونے کے سبب اس طرح کے قوانین کی حتمی ترجمان ہوتی ہے۔ اگر کوئی قانون واضح نہیں ہے تو ہندوستان اور امریکہ میں عدلیہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ذہانت، صوابدید اور اخلاقیات کی بنا پر فیصلہ کرے۔

3 ۔آئین کی حفاظت کرنا: عدلیہ ہی آئین کی اصل محافظ ہے۔ آئین کے وقار اور تقدس کو برقرار رکھنے کے لیے، وہ مقننہ اور عاملہ کے ذریعہ آئین کے خلاف بنائے گئے قوانین کو غیر آئینی قرار دے سکتی ہے۔ عدلیہ کو ہندوستان اور امریکہ میں عدالتی فیصلوں کے جائزے کا حق حاصل ہے

4۔ شہری حقوق اور آزادیوں کا تحفظ: ہر ملک میں عدلیہ کو شہری آزادیوں اور حقوق کا محافظ سمجھا جاتا ہے۔ ان کے تحفظ کے لیے، عدلیہ حکومت کو خود مختاری سے روکتی ہے اور بنیادی حقوق کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں کسی بھی شہری یا ادارے کو سزا دیتی ہے۔ ان کی حفاظت کے لیے، وہ فیصلے بھی جاری کر سکتی ہے۔ اگر کسی شخص کے حقوق اور آزادیوں کو کوئی نقصان پہنچا ہے تو وہ عدلیہ میں پناہ لے سکتا ہے۔ بنیادی حقوق کی آزادی کے تحفظ کے لیے، عدلیہ کو یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ عاملہ اور مقننہ کے ذریعے بنائے گئے قوانین کو غیر قانونی قرار دے۔ لہذا، عدلیہ شہری آزادیوں کے حقوق کی محافظ ہے۔

5۔ مشاورتی کام: بہت سے ممالک میں، عدلیہ حکومت کو مشورہ بھی دیتی ہے۔ لیکن عدلیہ کے مشورے کو قبول کرنا ہے یا نہیں اس کا انحصار حکومت کی مرضی پر ہے۔ عدلیہ اس کے لیے حکومت کو مجبور نہیں کر سکتی۔ ہندوستان میں بھی صدر نے کئی معاملات میں سپریم کورٹ سے

مشاورت کی ہے۔ کینیڈا، آسٹریلیا، سویڈن، پاناما وغیرہ میں بھی عدلیہ سے مشورہ کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا بحث کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ عدلیہ شہری حقوق اور آزادی کا محافظ ہے۔ آئین کا ترجمان ہونے کی حیثیت سے، یہ حکومت کے دیگر دو اعضاء کو کنٹرول کرنے کا ایک موثر ذریعہ بھی ہے۔

6.7 عدلیہ کی آزادی (Freedom of Judiciary)

عدلیہ سیاسی عمل کا ایک حصہ ہے جو شہری آزادیوں اور حقوق کو حکومت یا سیاسی طاقت کے غلط استعمال سے بچاتا ہے۔ اس وجہ سے، خود عدلیہ کا غیر جانبدار اور خود مختار ہونا ضروری ہے تاکہ اس سے عوام کو کوئی پریشانی نہ ہو اور وہ شہری آزادیوں اور حقوق کے تحفظ کے کام میں رکاوٹ نہ بنے۔ عدلیہ کی آزادی جمہوریت کی کامیابی کی اساس ہے۔ وفاقی اور صدارتی حکمرانی والے ممالک کے ساتھ ساتھ آمرانہ حکومتوں والی ریاستوں میں بھی عدلیہ کی آزادی بہت اہم ہے۔ ہیملٹن نے لکھا کہ "کسی بھی ملک کا قانون کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، یہ آزاد اور غیر جانبدار محکمہ انصاف کے بغیر بے جان ہے۔" وفاقی حکومت کے نظاموں میں، عدلیہ کی آزادی اس سے بھی زیادہ اہم ہے۔ صرف منصفانہ اور آزاد عدلیہ ہی مرکز اور ریاستوں کے مابین تنازعات کو صحیح طریقے سے حل کر سکتی ہے۔ گارنر نے عدلیہ کی آزادی کو لازمی قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔ "اگر ججوں میں صلاحیت، سچائی اور فیصلے دینے کی آزادی نہیں ہے تو اس کے بعد عاملہ کا پورا ڈھانچہ کھوکھلا دکھائی دے گا اور اُس بلند مقصد کو حاصل نہیں کر سکے گا جس کے لیے وہ بنایا گیا ہے۔"

عدلیہ کی آزادی کا مطلب (Meaning of Judiciary Freedom) عدلیہ کی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ جج اپنا فیصلہ دیتے وقت اپنی صوابدید پر عمل کریں اور بیرونی دباؤ سے آزاد رہیں، یعنی عاملہ اور مقننہ کے مداخلت سے۔ عدلیہ کی آزادی کی تعریف کرتے ہوئے سی ایف اسٹرانگ نے لکھا، "عدلیہ کی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ ججوں میں بدعنوانی نہیں ہونی چاہئے اور انہیں مقننہ اور عاملہ کے ذریعے کنٹرول نہیں کیا جانا چاہئے۔" عدلیہ کی آزادی عدالتی غیر جانبداری کی بنیاد ہے۔

6.8 عدالتی نظرثانی کی طاقت (Power of Judicial Review)

عدالتی نظرثانی ہائی کورٹ کا اختیار ہے کہ وہ مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے قانون سازی اور انتظامی احکامات کی آئینی حیثیت کا جائزہ لے۔ جانچ پڑتال کرنے پر اگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آئین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں (الٹرا وائرس)، تو انہیں ہائی کورٹ غیر قانونی، غیر آئینی اور ناجائز (Null and void) قرار دے سکتی ہے۔ نتیجتاً، حکومت کی طرف سے ان کو نافذ نہیں کیا جا سکتا اگرچہ 'عدالتی نظرثانی' کا جملہ کہیں بھی استعمال نہیں ہوا ہے۔ آئین، آرٹیکل 13 اور 226 کی دفعات واضح طور پر ہائی کورٹ کو عدالتی نظرثانی کا اختیار دیتی ہیں۔ کسی قانون سازی کے نفاذ یا عاملہ آرڈر کی آئینی جواز کو ہائی کورٹ میں چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ مندرجہ ذیل تین بنیادوں پر:

(a) یہ بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہے (حصہ III)

(b)یہ اس اتھارٹی کی اہلیت سے باہر ہے جس نے اسے بنایا ہے،اور

(c)یہ آئینی دفعات کے منافی ہے۔

1976 کے 42ویں ترمیمی ایکٹ نے ہائی کورٹ کے عدالتی نظرثانی کے اختیارات کو کم کر دیا۔اس نے ہائی کورٹس کو کسی بھی مرکزی قانون کے آئینی جواز پر غور کرنے سے روک دیا۔تاہم،1977 کے 43ویں ترمیمی ایکٹ نے اصل پوزیشن کو بحال کر دیا۔

6.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcome)

اس اکائی کے مطالعہ کرنے کے بعد ہم نے

- سپریم کورٹ اور اس کی ساخت کو جانا۔
- چیف جسٹس اور اس اہلیت، تقرر اور اس کی معیاد کی بھی معلومات حاصل کی۔
- ہائی کورٹ کی ساخت کیا ہے اس کو بھی سمجھا۔
- ہائی کورٹ کے ججوں کا تقرر،اہلیت اور حلف لینے کو بھی تفصیل سے جانا۔

6.10 کلیدی الفاظ (Key words)

- چیف جسٹس : سپریم کورٹ کا سب سے اعلی جج
- سول کورٹ : غیر جرایم پر مبنی عدالت
- کریمنل کورٹ : صرف جرایم پر مبنی عدالت
- عدالتی نظرشانی : اس کے تحت اعلی عدالت عاملہ کے زریعہ بنائے گیے قانون کی تجزیہ کرتا ہے،

6.11 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

6.11.1۔معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

1.ہندوستان کے سپریم کورٹ کا افتتاح کس ایکٹ کے تحت ہوا؟

(a)گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ،1935 (b)حکومت ہند ایکٹ1919(c)پٹس انڈیا ایکٹ1773 (d)ان میں سے کوئی نہیں

2.ہندوستان کے سپریم کورٹ کا افتتاح کب ہوا؟

(a)28جنورتی1950 (b)18جنوری1950 (c)28جنوری1952 (d)21جنوری1955

3.ہندوستان کے سپریم کورٹ کے ججوں کی تعداد کتنی ہے؟

30(a) 31(b) 32(c) 34(d)

4.سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا تقرر کون کرتا ہے؟

(a)صدر ہندوستان (b)وزیر اعظم (c)پارلیمینٹ (d)وزارت انصاف

5.کون سپریم کورٹ کے جج کو ہٹا سکتا ہے؟

(a)چیف جسٹس (b)صرف صدر ہندوستان (c)صرف پارلیمینٹ (d)صدر اور پارلیمینٹ

6.مندرجہ ذیل میں سے کون سا آرٹیکل سپریم کورٹ کے قیام کے بارے میں بات کرتا ہے؟

(a)آرٹیکل176 (b)آرٹیکل153 (c)آرٹیکل124 (d)آرٹیکل324

7.اس وقت ہندوستان میں ہائی کورٹس کی تعداد کتنی ہے؟

(a)آرٹیکل25 (b)آرٹیکل28 (c)آرٹیکل29 (d)آرٹیکل21

8.ہندوستان کی فیملی عدالتیں کس ایکٹ کے ذریعہ قائم کی گئیں؟

(a)ایکٹ1984 (b)ایکٹ1985 (c)ایکٹ1986 (d)ایکٹ1988

9.ہمارے آئین کا آخری ترجمان کون ہے؟

(a)عدلیہ (b)حکومت (c)ایگزیکٹ (d)وزارت انصاف

10.موجودہ برطانوی عدالتی نظام کی بنیاد کن قوانین پر رکھی گئی ہے؟

(a)عمومی قوانین (b)خصوصی قوانین (c)لیگل قوانین (d)ان میں سے کچھ نہیں

6.11.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

1. ہندوستانی سپریم کورٹ کی ساخت پر مختصر نوٹ لکھئے۔
2. ہندوستان میں فیملی کورٹ کے مقاصد اور اس کے فرائض کی وضاحت کیجئے۔

3. فاسٹ ٹریک کورٹ کی ہندوستان میں ضرورت کیوں محسوس کی گئی جائزہ لیجئے۔
4. نظام عدل کی ضرورت کیوں درکار ہے؟ واضح کیجئے۔
5. تمام جمہوری ممالک میں آزاد اور غیر جانبدار عدلیہ کے نظام کی اہمیت پر روشنی ڈالیئے۔

6.11.3۔ طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ہندوستانی عدلیہ پر تفصیلی روشنی ڈالیئے۔
2. عدلیہ کی آزادی پر ایک نوٹ لکھئے۔
3. عدلیہ کے فرائض کو تفصیل سے بیان کیجئے۔

معروضی سوالات کے جوابات:

1۔	(a)	2۔	(a)	3۔	(d)	4۔	(a)	5۔	(d)
6۔	(c)	7۔	(a)	8۔	(a)	9۔	(a)	10۔	(d)

اکائی 7۔ ہندوستان کے دستور کی وحدانی اور وفاقی خصوصیات

(Unitary and Federal Features of the Indian Constitution)

اکائی کے اجزا:

7.0	تمہید
7.1	مقاصد
7.2	دستور کے معنی اور مفہوم
7.3	دستور کی ضرورت
7.4	دستور کے فرائض
7.5	دستور کے اقسام
7.6	ہندوستانی دستور کے اہم ذرائع
7.7	ہندوستانی دستور کی اہم خصوصیات
7.8	اکتسابی نتائج
7.9	کلیدی الفاظ
7.10	نمونہ امتحانی سوالات
7.10.1	معروضی جوابات کے حامل سوالات
7.10.2	مختصر جوابات کے حامل سوالات
7.10.3	طویل جوابات کے حامل سوالات

7.0 تمہید (Introduction)

عزیز طلبہ آج ہم ہندوستان کے دستور کی خصوصیات کا مطالعہ کریں گے۔ ہر ملک کو منظم طریقہ سے چلانے کے لیے کچھ بنیادی اصولوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان بنیادی اصولوں کے بغیر سماج یا ملک کو نہیں چلایا جاسکتا ہے۔ اس لئے ہمیں دستور کی ضرورت ہوتی ہے۔ دستوران بنیادی اصولوں اور قانون کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ کسی ملک کی حکومت چلائی جاتی ہے۔ یہ کسی بھی ملک کا بنیادی قانون ہوتا ہے جو حکومت کے مختلف چیزوں کا خاکہ اور اہم فرائض کا تعین کرتا ہے، ساتھ ہی یہ حکومت اور ملک کے شہریوں کے درمیان تعلقات بھی قائم کرتا ہے۔ ہندوستان کے دستور میں بنیادی طور پر ایک دیباچہ، 350 دفعات، 22 حصہ اور 8 شیڈول تھے۔ لیکن فی الحال اس میں ایک دیباچہ ، 25 حصہ، 470 دفعات موجود ہیں۔ ہندوستانی دستور ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی سربراہی میں ایک حلقہ ساز کمیٹی نے لکھا۔ اس کو لکھنے میں تقریباً 2 سال 11 ماہ اور 18 دن لگے۔ اسے 26 نومبر 1949 کو اپنایا گیا (جو یوم قانون کے طور پر منایا جاتا ہے) اور 26/ جنوری 1950 کو مکمل طور پر نافذ کیا گیا (جو یوم جمہوریہ کے طور پر منایا جاتا ہے) دستور میں وقتاً فوقتاً متعدد ترامیم کی جاتی رہیں۔ اس طرح 42 ویں دستوری ترمیمی ایکٹ 1976 کے ذریعہ دستور میں کئی تبدیلیاں کی گئی ہیں۔

7.1 مقاصد (Objectives)

عزیز طلبہ اس اکائی میں ہم:

- دستور کے معنی اور مفہوم پر روشنی ڈالیں گے۔
- دستور کے مختلف ذرائع کا ذکر کریں گے۔
- دستور کی خصوصیات کا مطالعہ کریں گے۔
- دستور کے فرائض کا مطالعہ کریں گے۔

7.2 دستور کے معنی اور مفہوم (Meaning and Definition of Constitution)

دستور ہر مملکت کا اعلیٰ قانون ہوتا ہے۔ یہ حکومت کی تنظیم، اختیارات اور فرائض فراہم کرتا ہے۔ یہ مملکت کی بنیادی خصوصیات اور شہری اور ریاست کے درمیان تعلق کی بھی وضاحت کرتا ہے۔ یہ مملکت کی بقا میں داخلی قانونی اختیار کا بنیاد اور آسان الفاظ میں ہم دستور کو ریاست کا دستوری قانون کہہ سکتے ہیں۔ دستور قانون کو ریاست کا اعلیٰ اور بنیادی قانون ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ مملکت کی حکومت تنظیم اور اس کے فرائض کو بیان کرتا ہے۔ حکومت صرف وہی اختیار استعمال کر سکتی ہے جو اسے دستور فراہم کرتا ہے۔

دستور لفظ انگریزی کے لفظ Constitute سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے بنانا، قائم کرنا یا تحریر کرنا۔ وولسی کے مطابق دستور اصولوں کا مجموعہ ہے جس کے مطابق حکومت کے اختیارات، حکومت کے حقوق اور دونوں کے درمیان تعلقات کا ایڈجسٹ کیا جاتا ہے۔ ایک دستور

بنیادی خاکہ ہوتا ہے جو حکومت کی ساخت اور اختیارات سے متعلق ہوتا ہے۔اس میں شہریوں کے حقوق اور فرائض بھی شامل ہوتے ہیں۔ہر مملکت کا بنیادی اصول ہوتا ہے جو حکومت کے اعضاء کے درمیان اختیارات کی تقسیم کو کنٹرول کرتا ہے۔

لارڈس برائس کے مطابق دستور قوانین اور رسم ورواج کا مجموعہ ہوتا ہے جس سے مملکت کی زندگی کو رفتار حاصل ہوتی ہے۔

میک آئیور کے مطابق "دستور وہ قانون ہو جو مملکت کو چلاتا ہے"۔

جیلینک کے مطابق "دستور عدالتی قوانین کا ایک ادارہ ہے جو مملکت کے اعلیٰ ترین اعضاء کا تعین کرتا ہے۔ان کے تخلیق کے طریقوں،ان کی باہمی تعلقات،ان کے دائرہ عمل اور مملکت سلسلے میں ان ہی سے ہر ایک کا بنیادی مقام متعین کرتا ہے"۔

گلکرسٹ کے مطابق "مملکت کا دستور وہ قواعد وضوابط ہے جو تحریری یا غیر تحریری ہیں جو حکومت کی تنظیم، حکومت کے مختلف اعضاء میں اختیار کی تقسیم اور ان عمومی اصولوں کا تعین کرتا ہے جن پر ان اختیارات کا استعمال کیا جاتا ہے"۔

ارسطو کے مطابق دستور وہ طریقہ ہے جس کے ذریعہ ریاست کے تمام شہری یا جزوی حصہ ایک دوسرے کے سلسلہ میں منظم ہوتے ہیں۔

لیوس کے مطابق "دستور وہ نظام اور خود مختار طاقت کی تقسیم کمیونٹی یا حکومت ہے"

لیکاک کے مطابق "دستور حکومت کی شکل ہے"۔

آسٹن کے مطابق "دستور حکومت کا ڈھانچہ طئے کرتا ہے"۔

7.3 دستور کی ضرورت (Need of the Constitution)

مختلف وجوہات کی بناپر ایک دستور کی ضرورت ہوتی ہے۔

- بنیادی قانون کے ذریعہ حکومت کے اختیارات کو روکنا۔
- شہریوں کے حقوق کا تحفظ کرنا۔
- قانون کی حکمرانی کا اصول قائم کرنا۔
- مملکت کو انتشار سے محفوظ رکھنا۔
- مملکت کی خود مختار طاقت کے عمل کی وضاحت کرنا۔
- موجودہ اور آنے والی نسلوں کو من مانی حکومت سے محدود کرنا۔

7.4 دستور کے فرائض (Functions of the Constitution)

دستور کے فرائض مندرجہ ذیل ہیں۔

- دستور سیاسی برادری کے حدود کا اعلان اور تعین کر سکتا ہے۔
- سیاسی برادری کی نوعیت، اختیارات کا اعلان اور وضاحت کر سکتا ہے۔
- قومی برادری کی شناخت اور اقتدار کا اظہار کر سکتا ہے۔
- دستور شہریوں کے حقوق اور فرائض کا اعلان اور وضاحت کر سکتا ہے۔
- دستور کمیونٹی کے سیاسی اداروں کو قائم اور منظم کر سکتا ہے۔ حکومت کے مختلف اداروں کی تعریف، ان کی ساخت اور اختیارات کا تعین کرتا ہے اور فرائض اور ان کے درمیان تعلقات کو منظم کرتا ہے۔
- دستور حکومت کی مختلف سطحوں پر ذیلی مملکتی برادریوں کے درمیان طاقت کو تقسیم کر سکتا ہے۔
- دستور مملکت کی سرکاری مذہبی شناخت کا اعلان کر سکتا ہے اور مقدس اور سیکولر حکام کے درمیان تعلقات کی حد بندی کر سکتا ہے۔
- دستور مخصوص سماجی، معاشی یا ترقیاتی مقصد کے لیے حیثیت کا پابند کر سکتا ہے۔
- یہ حکومت کو پرامن طریقہ سے تبدیل کرنے کا طریقہ بتا کر سیاسی استحکام کو برقرار رکھتا ہے۔
- یہ ملک میں افراد کے حقوق اور آزادیوں کا تحفظ کرتا ہے۔
- دستور بتاتا ہے کہ حکومت کتنے وقت تک اپنے عہدہ پر رہ سکتی ہے۔
- دستور اس عمل کو بیان کرتا ہے کہ کس طرح دستور کو ترمیم کیا جاتا ہے۔
- ایک دستور سیاسی قائد کو بہت زیادہ طاقتور اور آمر بننے سے روکتا ہے۔
- دستور قومیت اور اقتدار اعلیٰ کی علامت کے طور پر کام کرتا ہے۔

7.5 دستور کی اقسام (Types of Constitution)

دستور کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

1. تحریری دستور (Written Constitution)
2. غیر تحریری دستور (Un Written Constitution)
3. لچیلا دستور (Flexible Constitution)
4. سخت دستور (Rigid Constitution)
5. تیار شدہ دستور (Evolved Constitution)

6. نافذ شدہ دستور (Enacted Constitution)

(1) تحریری دستور (Written Constitution)

تحریری دستور وہ دستور ہوتا ہے جو تحریری شکل میں ہو۔ جس کے اصول اور ضوابط تحریری شکل میں ہوتے ہیں۔ ایسا دستور جو منظم اور احتیاط سے لکھا گیا ہو اور جو کتابی شکل میں تمام تفصیلات پر مشتمل ہو۔ جس کا کسی بھی وقت حوالہ دیا جاسکتا ہے تحریری دستور کہا جاتا ہے۔ تحریری دستور میں تمام تفصیلات واضح طور سے لکھی ہوتی ہے، ہر تحریری دستور میں ترمیم کے لئے ایک طریقہ کار واضح ہوتا ہے۔ ہر دستور میں ایک ترمیمی نظام کا ہونا ضروری ہوتا ہے کیونکہ اس کے بغیر دستور کو وقت کے تقاضوں کے مطابق تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ اس طریقہ کار کے مطابق وقتاً فوقتاً کی جانے والی دستوری ترامیم بھی تحریری دستور کا حصہ ہیں۔ اس طرح کا دستور امریکہ، فرانس، کینیڈا، جاپان اور ہندوستان کا دستور ہے۔ اس طرح کا دستور سخت اور لچیلا ہو سکتا ہے۔ ایک تحریری دستور وفاقی یا وحدانی ہو سکتا ہے۔ تحریری دستور میں دستور کو بنیاد تسلیم کر کے نئے قانون بنائے جاتے ہیں۔

(2) غیر تحریری دستور (Un Written Constitution)

غیر دستوری دستور ایک ایسا دستور ہوتا ہے جس کے قواعد وضوابط تحریری شکل میں نہیں ہوتے ہیں بلکہ رسم ورواج پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس قسم کا دستور جزوی طور پر تحریری ہوتا ہے۔ ایک غیر تحریری دستور ہمیشہ ایک تیار شدہ دستور ہوتا ہے اور یہ کوئی نافذ شدہ دستور نہیں ہوتا ہے، ایک غیر تحریری دستور کئی سالوں کے عملہ تجربے اور عوام کے سیاسی انداز سے پروان چڑھتا ہے۔ غیر تحریری دستور ایک دستاویز میں نہیں ہوتا ہے لیکن مختلف ذرائع جیسے کہ قوانین، کنونسز اور عدالتی فیصلوں میں موجود ہوتا ہے۔ اس کی تخلیق کی کوئی مخصوص تاریخ نہیں ہوتی ہے۔ اور یہ واضح نہیں ہوتا۔ غیر دستوری عام طور پر کسی ملک کی تاریخ ترقی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ پارلیمنٹ اس ملک میں سپریم ہوتی ہے۔ جہاں غیر تحریری دستور ہوتے ہیں۔ عدلیہ کے اختیار محدود ہوتے ہیں۔ موجودہ دور میں انگلستان کا دستور غیر تحریری دستور کی بہترین مثال ہے۔

(3) لچیلا دستور (Flexible Constitution)

لچیلا دستور سے مراد ایک ایسا دستور جس میں بغیر کسی مشکلات کے آسانی سے ترمیم یا تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ دستوری نقطہ نظر سے ایسے دستور کو لچکدار دستور کہا جاتا ہے۔ جن میں عام قانون کی منظوری اور دستور میں ترمیم کا عمل ایک جیسا ہے۔ اس طرح کے دستور کو پارلیمنٹ کے اراکین کے ووٹ کی سادہ اکثریت کے ساتھ ترمیم کیا جاسکتا ہے۔ عام طور پر اس طرح کے دستور چھوٹے ممالک استعمال کرتے ہیں۔ برطانیہ، گھانا، اٹلی اور نیوزی لینڈ شامل ہیں۔ لچکدار دستور تحریری اور غیر تحریری دونوں ہو سکتا ہے۔

(4)سخت دستور(Rigid Constitution)

سخت دستور وہ ہوتے ہیں جنہیں آسانی سے تبدیل یا ترمیم نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ اس کے لیے خصوصی اور عام طور پر مشکل عمل درکار ہوتا ہے۔امریکہ ،آسٹریلیااور سوئٹزرلینڈ کے دستور سخت دستور کی بہتر مثال ہیں۔ہندوستان کا دستور جزوی طور پر سخت ہے۔ایک سخت دستور کو ملک کا سب سے بنیادی قانون سمجھا جاتا ہے اسے خود مختار عوام کی بنیادی مرضی تصور کیا جاتا ہے۔

اس کی ترمیم کا طریقہ مشکل ہے۔اس میں ترمیم کے لئے مقننہ کو ایک مخصوص،عام طور پر 2/3یا3/4 کی اکثیرت سے ترمیمی بل پاس کرنا ہوتا ہے۔

(5)تیار شدہ دستور (Evolved Constitution)

ایک تیار شدہ دستور وہ ہے جو تاریخ میں ایک متعین وقت پر کسی مخصوص دستور ساز اسمبلی میں تیار نہ کیا گیا ہو۔بلکہ جس کے مختلف اصول بتدریج فروغ پائے ہوں۔آسان الفاظ میں تیار شدہ دستور کسی شخص یا اسمبلی میں ایک مقررہ تاریخ پر نہیں بنایا ہو۔بلکہ وقت کے ساتھ۔ساتھ ملک کے سیاسی اور سماجی حالات کے پیش نظر اس کے مختلف اصول وقتاً فوقتاً متعین ہوتے رہتے ہیں۔برطانیہ کا دستور تیار شدہ دستور کی بہترین مثال ہے۔برطانیہ کا دستور نہ تو کسی دستور ساز اسمبلی نے تیار کیا تھا اور نہ تو کسی مقرر تاریخ پر نافذ کیا گیا ہے لیکن اس کے مختلف اصول ----------دور سے لیکر آج تک آسانی سے دستیاب ہیں۔

(6)نافذ شدہ دستور (Enacted Constitution)

نافذ شدہ دستور وہ دستور ہوتا ہے جو ایک مخصوص دستور ساز اسمبلی کے ذریعہ تیار کیا گیا ہے جسے تاریخ میں ایک خاص وقت پر نافذ کیا گیا ہو۔مثال کے طور پر،ہندوستان کا دستور دستور ساز اسمبلی کے ذریعہ تیار کیا ہوا دستور ہے۔اس کو1946 میں دستور ساز اسمبلی نے بنایا تھا۔جو خاص طور پر دستور کا مسودہ تیار کرنے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔یہ دستور بالآخر 26/نومبر1949 کو دستور ساز اسمبلی سے منظور ہوااا ور26جنوری1950 کو نافذ ہوا۔اسی طرح امریکہ کا دستور1787 میں فلاڈلفیا کنونشن کے ذریعہ تیار کیا گیا تھااور1789 میں نافذ کیا گیا تھا۔دنیا میں بنائے گئے دستور کی اور بھی بہت سے مثالیں ہیں جیسے روس،سوئٹزرلینڈ،پاکستان،بنگلہ دیش،جاپان اور سری لنکا وغیرہ کے دستور

7.6ہندوستانی دستور کی خصوصیات (Features of the Indian Constitution)

دنیا کے ہر تحریری دستور میں اپنی منفرد خصوصیات ہوتی ہے اور ہندوستانی دستور اس سے مستثنیٰ نہیں ہے لیکن ہندوستانی دستور میں بہت سی نمایاں خصوصیات ہیں جو اسے دوسرے دستوروں سے ممتاز بناتی ہیں۔

(1)دیباچہ(Preamble): ہمارا دستور دیباچہ سے شروع ہوتا ہے۔دیباچہ بھی ہمارے دستور کا ایک اہم حصہ ہے۔دیباچہ کا مقصد دستور سازوں کے اہداف کے بارے میں خیال فراہم کرنا ہے۔دستور کا باقی حصہ بننے کے بعد دیباچہ کو دستور میں شامل کیا گیا ہے۔دستور کی مختلف

دفعات دیباچہ کے مطابق ہیں۔ دیباچہ کے تحت دئے گئے مقصد میں دستور کا بنیادی ڈھانچہ شامل ہے۔ دستور کا دیباچہ اس کی روح ہے۔ دیباچہ کو ہندوستانی دستور کا تعارفی دستاویز کہا جاتا ہے۔ 1976 میں 42 ویں دستوری ترمیم قانون کے ذریعہ اس میں ترمیم کیا گیا تھا جس میں تین نئے الفاظ سماجوادی، سیکولر اور سالمیت جوڑا گیا تھا۔ دیباچہ ہندوستان کے تمام شہریوں کو انصاف، آزادی اور مساوات کی حفاظت کرتا ہے۔ لوگوں کے درمیان بھائی چارے کو فروغ دیتا ہے۔

ہندوستانی دستور کا دیباچہ شروع ہوتا ہے۔

"ہندوستان کی عوام، ہندوستان کو ایک خود مختار، سماجی، سیکولر، جمہوریہ اور اس کے تمام شہریوں کے لیے تشکیل دینے کا عزم کرتا ہے:

انصاف، سماجی، معاشی اور سیاسی

غور و فکر، اظہار، عقیدہ، مذہب اور عبادت کی آزادی

حیثیت، اور مواقع کے مساوات حاصل کرنے کے لیے اور

ان سب کے درمیان ایک ایسے بھائی چارے کو فروغ دینا جو فرد کے وقار اور قوم کے اتحاد اور سالمیت کو یقینی بنائے

اپنے پختہ عزم کے بعد اس دستور ساز اسمبلی میں آج کے دن یعنی 26 نومبر 1949 کو اس دستور کو اپناتے ہوئے، نافذ کرنے اور اپنے کو وقف کرتے ہیں"۔

(2) دنیا کا وسیع اور جامع دستو (World Largest Constitution)

ہندوستان کا دستور دنیا کا سب سے جامع اور وسیع دستور ہے۔ دستور نافذ ہوتے وقت اس میں اصل میں 395 دفعات اور 8 شیڈول اور 22 حصہ تھے۔ ہندوستان کا دستور ترمیم ہونے کے بعد اس میں 470 دفعات 12 شیڈول اور 25 حصہ ہو گئے۔

امریکہ کے دستور میں 7 دفعات، کنیڈا کے دستور میں 147 دفعات، آسٹریلیا کے دستور میں 128، جنوبی افریقہ کے دستور میں 153 اور سوئٹزرلینڈ کے دستور میں 123 دفعات اب تک شامل ہیں۔

(3) تحریری اور تیار شدہ دستور: (Written & Enacted Constitution)

ہندوستان کا دستور ایک تحریری اور تیار شدہ دستور ہے۔ جیسے امریکہ، کینیڈا، سوئٹزرلینڈ وغیرہ وفاقی دستور کی طرح ایک تحریری اور تیار شدہ دستور ہے۔ اسے دستور ساز اسمبلی نے تیار کیا ہے۔ اس کو تیار کرنے میں 2 سال 11 ماہ اور 18 دن لگے۔

(4) سخت اور لچکدار دستور (Rigid and Flexible Constitution):

ہندوستان کا دستور نہ تو سخت اور نہ لچیلا بلکہ دونوں طرح کا دستور ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اس کے کچھ حصے کو ملک کی مقننہ سادہ اکثریت سے ترمیم کر سکتی ہے۔ جبکہ کچھ حصوں کے لیے دو تہائی اکثریت کے ساتھ ترمیم کر سکتی ہے۔ کچھ دفعات کو اپنی ترمیم کے لیے ریاستوں کی توثیق کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسی دفعات وہ ہیں جو مرکز اور ریاست دونوں سے متعلق ہیں۔ دستور کے بنیادی ڈھانچے میں ترمیم نہیں کی جاسکتی۔ لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کا دستور سخت اور لچکدار دونوں کا مجموعہ ہے۔

(5)وفاقی نظام ہوتے ہوئے بھی وحدانی(Federal System with Unitary Bias):

ہندوستان دستور بنیادی طور پر وفاقی ہے جس میں کچھ وحدانی خصوصیات موجود ہیں۔ ہندوستان کے دستور کا بنیادی ڈھانچہ وفاقی ہے لیکن اس کی روح وحدانی ہے، ہندوستان کا وفاقی نظام کینیڈا کے نظام سے اخز کیا گیا ہے۔ جس میں ریاستوں اور مرکز کو برابر طاقت نہ دیکر مرکز کو زیادہ طاقتور بنایا گیا ہے، لہٰذا ہندوستان کا دستور وحدانی کی طرف جھکاؤ کے ساتھ وفاقی نظام کو تسلیم کرتا ہے۔ اس میں وفاقی نظام کے تمام ضروری عناصر شامل ہیں۔ بشمول

- دوہری حکومت
- اختیارات کی تقسیم
- دستور کی بالادستی
- عدالتوں کا اختیار
- دوایوان کا نظام

دوسری طرف ہندوستانی دستور میں ایک مضبوط مرکز ایک دستور، واحد شریعت، دستوری لچکداری، ایک مربوط عدلیہ، مرکز کے ذریعہ ریاستی گورنروں کی تقرری، کل ہند خدمات، ہنگامی حالات وغیرہ شامل ہیں۔ مزید برآں فیڈریشن کی اصطلاح دستور میں کہیں بھی نہیں ہے۔ ہندوستانی دستور کا دفعہ 1 ہندوستان کو ریاستوں کی یونین سے تعبیر کرتا ہے جس میں دو چیزوں کا مطلب بتایا گیا ہے۔ پہلا ہندوستانی فیڈریشن ریاست سے ریاست کے معاہدے کا نتیجہ نہیں ہے۔ اور دوسرا کسی ریاست کو فیڈریشن سے علٰحدہ ہونے کا حق نہیں ہے۔

(6)پارلیمانی حکومت نظام(Parliamentary form of Government):

ہندوستانی دستور سازنے برطانوی پارلیمانی نظام حکومت کا انتخاب کیا ہے نہ کہ امریکہ کے صدارتی نظام کو اپنایا ہے۔ ہندوستانی دستور حکومت کو پارلیمانی نظام حکومت فراہم کرنا ہے۔ پارلیمانی حکومت کو وزیر اعظم اور وزراء کونسل کے دیگر اراکین کے ذریعہ چلایا جاتا ہے۔ وزراء کونسل مشترکہ طور سے پارلیمنٹ کے تحت جوابدہ ہوتے ہیں۔

صدارتی نظام کی بنیاد اختیارات کے علٰحدگی کے نظریہ پر ہے۔ جب کہ پارلیمانی نظام (قانون سازی) مقننہ اور انتظامی عاملہ اداروں کے درمیان تعاون اور ہم آہنگی کے اصول پر مبنی ہے۔ ہندوستان کے پارلیمانی نظام حکومت کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

(1)برائے نام اور حقیقی عاملہ کی موجودگی

(2)اکثریتی جماعت کی حکمرانی

(3)عاملہ مشترکہ طور سے مقننہ کا جوابدہ

(4)مقننہ میں وزراء کی رکنیت

(5)وزیر اعظم کی قیادت

(6)لوک سبھا یا اسمبلی کی تحلیل

پارلیمانی نظام میں ملک کا وزیر اعظم حقیقی سربراہ ہوتا ہے جبکہ صدر برائے نام سربراہ ہوتا ہے۔اس حقیقت کے باوجود کہ ہندوستانی پارلیمانی نظام بڑی حد تک برطانوی ماڈل پر مبنی ہے۔اس میں کچھ اختلافات ہیں۔مثال کے طور پر ہندوستانی پارلیمنٹ برطانوی پارلیمنٹ کی طرح خود مختار ادارہ نہیں ۔اس کے علاوہ ہندوستان کا ایک منتخب (جمہوریہ) سربراہ ہوتا ہے۔جبکہ برطانوی مملکت کا مورش سربراہ (بادشاہت) ہوتا ہے۔پالیمانی نظام میں وزیر اعظم کا کردار چاہئے ہندوستان میں ہو یا برطانیہ میں اتنا اہم ہو گیا ہے کہ ماہرین سیاسیات نے اسے وزیر اعظم کی حکومت کے طور پر کہتے ہیں۔

(7)بنیادی حقوق اور بنیادی فرائض(Fundamental Rights and Fundamental Duties):

بنیادی حقوق اور بنیادی فرائض ہندوستانی دستور کی اہم ترین خصوصیات ہیں۔بنیادی حقوق ہندوستانی دستور کے حصہ 3(دفعہ 12۔35)کے تحت دئے گئے ہیں، یہ وہ حقوق ہیں جو ہندوستان کے ہر شہری کو فراہم کئے جاتے ہیں۔دفعہ 16،15،19،29اور 30ہندوستان کے تمام شہریوں کے لئے دستیاب ہیں۔دفعہ 14،20،21،A21،23،24اور 25۔28ہر اس ملک میں رہنے والوں کو فراہم کیا جاتا۔دفعہ 14، 20، 21، A21،24،23اور 25۔28 ہر اس ملک میں رہنے والوں کو فراہم کیا جاتا ہے صرف دشمن ممالک کے شہریوں کے علاوہ ہندوستانی دستور میں 6بنیادی حقوق دئے گئے ہیں۔شروع میں 7بنیادی حقوق تھے لیکن دفعہ 31۔جائیداد کے حق کو بنیادی حقوق(44ویں ترمیم)سے ہٹادیا گیا تھا اور دفعہ 300میں ایک قانونی حق کے طور پر شامل کیا گیا تھا۔

اس کی نوعیت قابل انصاف ہے یعنی ان کی خلاف ورزی کے لیے عدالتوں کے ذریعہ قابل نفاذ ہے۔مقننہ کو بنیادی حقوق کا محافظ بنایا گیا ہے۔ان کو رد نہیں کیا جاسکتا ہے۔یہاں تک عاملہ اور مقننہ ان میں مداخلت نہیں کر سکتی۔مداخلت کرنے پر عدلیہ اس کی حفاظت کرتی ہے۔

چھ بنیادی حقوق مندرجہ ذیل ہیں۔

(1)مساوات کا حق(Right to Equality-Article 14-18)

(2)آزادی کا حق(Right to Freedom-Article 19-22)

(3)استحصال کے خلاف حق(Right Against Exploitation Article 23-24)

(4)مذہب کی آزادی کا حق(Right to Freedom of Religion Article 25-28)

(5)ثقافتی اور تعلیمی حقوق(Cultural and Educational Rights Article 29-30)

(6)دستوری دلجوئی کا حق(Right to Constitutional Remedies Article 327)

ہندوستانی دستور میں بنیادی فرائض کو بعد میں شامل کیا گیا ہے۔اس کو1976 میں 42ویں ترمیم کے ذریعہ متعارف کرایا گیا ہے۔سورن سنگھ کمیٹی کی سفارشات کے بعد ہی ہندوستانی دستور میں بنیادی فرائض میں شامل کئے گئے ہیں۔86ویں دستوری ترمیم(2000) کے ذریعہ ایک اور بنیادی فرض کا اضافہ کیا گیا۔بنیادی فرائض کو بھی عدلیہ نافذ نہیں کر سکتی۔دفعہ A51 میں دستور کے حصہ IVA میں بنیادی فرائض کو متعارف کرایا گیا ہے۔یہ USSR کے دستور سے اخذ کیا گیا ہے۔

(8)سیکولر مملکت(Secular State)

لفظ سیکولر کو42ویں دستوری ترمیم(1976) کے ذریعہ ہندوستانی دستور کے دیباچہ میں شامل کیا گیا تھا۔ہندوستانی دستور سیکولرزم کے مثبت نظریہ کی نمائندگی کرتا ہے کیوں کہ یہ کسی بھی مذہب کو ہندوستان کا مذہب تسلیم نہیں کرتا ہے۔

(9)ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول(Directive Principles of State Policy-Article 36-51):

ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول ہندوستانی دستور کی اہم خصوصیت ہے۔یہ دستور کے حصہ IV میں درج ہے۔شہریوں کے سماجی اور معاشی انصاف کو یقینی یا برقرار رکھنے کے لیے ہمارے دستور میں ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کو شامل کیا گیا ہے۔یہ فطری طور پر قابل انصاف نہیں ہے۔اس کے عدالت کے ذریعہ نافذ نہیں کرایا جاسکتا ہے۔

(10)بالغ رائے دہی(Adult Franchise)

بالغ رائے دہی وہ بنیاد ہے جس پر ہندوستانی جمہوریت قائم ہے۔ہندوستان کے تمام شہری جن کی عمر18 سال یا اس سے زیادہ ہے چاہے وہ کسی ذات، نسل، صنف، رنگ، مذہب، یا حیثیت کا ہو ہندوستان کے انتخاب میں حصہ لے سکتا ہے۔ہندوستان میں ایک آزاد انتخابی کمیشن ہے جو ملک میں آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے انعقاد کے کام کو انجام دیتی ہے1988 کے 61ویں دستور ترمیمی ایکٹ نے1989 میں بالغ رائے دہی کی عمر کو21 سال سے کم کر کے18 سال کر دیا تھا۔

(11)ایک واحد شہریت(Single Citizenship)

اس حقیقت کے باوجود بھی کہ ہندوستانی دستور وفاقی ہے اور مرکز اور ریاستوں کا تصور موجود ہے یہ صرف ایک شہریت کو تسلیم کرتا ہے اور یہ ہندوستانی شہریت۔ دوسری طرف امریکہ جیسے ممالک میں ہر شخص نہ صرف امریکہ کا شہری ہے بلکہ اس ریاست کا بھی ہے جس سے وہ تعلق رکھتا ہے۔ ہندوستان کا دستور پورے ہندوستان کے لیے ایک ہی شہریت فراہم کرتا ہے۔

(12)مربوط اور آزاد عدلیہ(Integrated and Independent Judiciary)

ہندوستانی دستور ایک مربوط اور آزاد عدالتی نظام فراہم کرتا ہے۔ عدالتی نظام میں اعلیٰ ترین عدالت ہے۔ اس کے نیچے ریاستی سطح کی ہائی کورٹس ہیں۔ ماتحت عدالتوں کی درجہ بندی جیسے ضلعی عدالتیں اور دیگر نچلی عدالتیں ہائی کورٹس کے نیچے موجود ہیں۔ اس کے برعکس، امریکہ جہاں وفاقی قوانین، وفاقی عدلیہ کے ذریعہ نافذ کئے جاتے ہیں۔ اور ریاستی قوانین ریاستی عدلیہ کے ذریعہ نافذ کئے جاتے ہیں۔ عدالتوں کا یہ واحد نظام مرکزی اور ریاستوں دونوں قوانین کو نافذ کرتا ہے۔ امریکہ میں سپریم کورٹ اپیل کی اعلیٰ ترین عدالت ہے ساتھ ہی شہریوں کے بنیادی حقوق کی ضامن اور دستور کی محافظ ہے۔ (دفعہ 76) سپریم کورٹ ہندوستان کے مربوط جو اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ حکومت دستور کی دفعات کے مطابق اپنے فرائض انجام دیتی ہے۔ اور شہریوں کی آزادیوں اور بنیادی حقوق کے محافظ کے طور پر کام کرتی ہے۔ ہندوستان میں عدلیہ دستور کی حتمی ترجمان ہے۔ یہ کسی قانون کو رد کر سکتی ہے اگر وہ عدالتی نظر ثانی کی اپنی طاقت کے تحت غیر دستوری ہو جو دستور کا بنیادی حصہ ہے۔

(13) قانون کی حکمرانی اور ہندوستانی دستور(Rule of law and Indian Constitution):

ہندوستان کا دستور جو کہ ہندوستان کا قانون ہے اور یہ ہندوستان میں سب سے اعلیٰ ہے۔ ہندوستانی دستور کا دیباچہ انصاف، خود مختاری اور مساوات کے نظریوں کے ذریعہ قانون کی حکمرانی کے اصولوں کو واضح طور پر بیان کرتا ہے۔ قانون کی حکمرانی سے مراد ہے کہ کوئی بھی شخص قانون سے بالاتر نہیں ہے اور یہ بھی کہ ہر شخص عام عدالتوں کے دائرہ اختیار کے تابع ہے خواہ اس کا کوئی بھی مقام ہو۔ قانون کی حکمرانی کی اصطلاح انگریزی سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس لفظ کا استعمال سب سے پہلے برطانیہ میں کیا گیا تھا۔ قانون کی حکمرانی کا تصور مزید اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ کسی بھی شخص کے ساتھ سختی یا من مانی سلوک نہ کیا جائے۔ قانون کی حکمرانی میں لفظ قانون کا مطلب ہے کہ تمام مرد یا معاشرہ کسی آدمی یا حکمراں کے ذریعہ نہیں، بلکہ قانون کے ذریعہ چلائے جاتے ہیں۔ قانون کی حکمرانی کے مطابق یہ لازمی ہے کہ حکمرانوں کے من مانے فیصلوں کے بجائے عوام کو قبول شدہ اصولوں کے مطابق چلایا جائے۔ ہندوستانی دستور سازوں نے قانون کی حکمرانی کا اصول برطانیہ سے اخذ کیا اور ہندوستان کے دستور میں شامل کیا۔ ہندوستانی دستور کو سب سے اعلیٰ سمجھا جاتا ہے۔ اور کوئی بھی ہندوستانی دستور سے بالاتر نہیں ہے۔ قانون کی حکمرانی کا اصول ہندوستان کے دیباچہ میں درج ہے اور ایسا تصور ہندوستانی دستور کے حصہ III میں موجود ہے۔

(14)ہنگامی شرائط (Emergency Provisions)

ہندوستانی دستور میں وسیع ہنگامی دفعات موجود ہیں جو صد کو کسی غیر معمولی صورتحال سے مؤثر طریقہ سے نمٹنے کی اجازت دیتی ہے۔ان دفعات کا استدلال ملک کی اقتدار اعلیٰ، اتحاد، سالمیت اور سلامتی کے ساتھ۔2۔جمہوری سیاسی نظام اور دستور کا تحفظ ہے۔دستور تین مختلف قسم کے ہنگامی حالات کو تسلیم کرتا ہے۔

(i)جنگ، بیرونی جارحیت یا مسلح بغاوت کی وجہ سے قومی، ہنگامی حالات کا اعلان کرنا(دفعہ 352)

(ii)ریاستوں میں دستوری مشینری کی ناکامی (دفعہ 356)یا مرکز کی ہدایات (دفعہ 365) کی تعمیل میں ناکامی کی وجہ سے ہنگامہ حالات (صدر راج)کا اعلان کرنا۔

(iii)ہندوستان کے مالی استحکام یا کریڈٹ (دفعہ 360) کو خطرہ کی وجہ سے مالیاتی ہنگامی صورتحال قومی ایمرجنسی کے دوران، مرکزی حکومت تمام طاقت ور ہو جاتی ہے اور ریاستیں مرکزی حکومت کے مکمل کنٹرول میں ہو جاتی ہے۔دستور پہ باقاعدہ ترمیم کے بغیر یہ وفاقی ڈھانچے کو ایک وحدانی میں تبدیل کر دیتا ہے۔سیاسی نظام میں وفاقی سے وحدانی (عام اوقات کے دوران)میں اس قسم کی تبدیلی غیر معمولی ہے لیکن سننے میں نہیں آتی۔

(15)اقلیتوں، درجہ فہرست ذاتوں اور درجہ فہرست قبائلوں وغیرہ کے لیے خصوصی انتظامات Special Permissions for Minorities, SC, ST, etc

ہندوستان کا دستور اقلیتوں، درجہ فہرست ذاتوں، درجہ فہرست قبائیلوں، پسماندہ طبقات خواتین وغیرہ کو خصوصی انتظامات کا بندوبست کرتا ہے۔

7.7اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

عزیز طلبہ ہم نے اس کائی میں۔

- دستور کے معنیٰ اور مفہوم کا گہرائی سے مطالعہ کیا۔
- دستور کے مختلف ذرائع کا جائزہ لیا۔
- دستور کی اہم خصوصیات کو جانا۔
- دستور کے فرائض کا مطالعہ کیا۔

7.8 کلیدی الفاظ (Keywords)

ریپبلک(Republic)

دیباچہ ہندوستان کو جمہوریہ قرار دیتا ہے۔ ہندوستان میں کسی بادشاہ یا نامزد سربراہ کے ذریعہ حکومت نہیں چلائی جاسکتی ہے بلکہ ہندوستان میں ایک منتخب سربراہ مملکت (صدر ہند) ہوتا ہے جو 5 سال کی مقررہ مدت کے لیے اقتدار سنبھالتا ہے۔

عالمگیر بالغ رائے دہی(Universal Adult Suffrage)

تمام مردوں اور عورتوں کو رائے دہی کا مساوی حق حاصل ہے۔ ہندوستان میں 18 سال سے زیادہ عمر کے ہر بالغ مرد اور عورت کو حق رائے دہی کا مساوی حق ہے۔ تمام رجسٹرڈ ووٹرز کو انتخاب میں ووٹ ڈالنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔

مربوط عدالتی نظام(Integrated Judicial System)

دستور مرکز اور ریاستوں کے لئے مشترکہ واحد مربوط عدالتی نظام فراہم کرتا ہے۔ سپریم کورٹ آف انڈیا عملی سطح پر کام کرتی ہے۔ ریاستی سطح پر ہائی کورٹس اور دیگر عدالتیں ہائی کورٹس کے ماتحت کام کرتی ہیں۔

7.9 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

7.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

1۔ ہندوستان کے دستور میں کتنے دیباچہ ہیں؟

1(a) 2(b)

3(c) 5(d)

2۔ ہندوستان کے دستور کو لکھنے میں کتنے دن لگے تھے۔

1(a) سال 2(b) سال

3(c) سال 2(d) سال، 11 ماہ، 18 دن

3۔ ہندوستان کا دستور کب نافذ کیا گیا؟

26(a) جنوری 1947 26(b) جنوری 1948

26(c) جنوری 1949 26(d) جنوری 1950

4۔ہندوستان کا دستور 26 نومبر 1949 کو اپنایا گیا اس کو کس نام سے منایا جاتا ہے؟

(a)یوم جمہوریہ (b)یوم آزادی

(c)یوم قانون (d)یوم دستور

5۔ گورنر کا دفتر کہاں سے اخذ کیا گیا ہے؟

(a) گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 (b)جرمنی

(c)امریکہ (d)برطانیہ

6۔پارلیمانی حکومت نظام کہاں سے اخذ کیا گیا ہے؟

(a) گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 (b)فرانس

(c)امریکہ (d)برطانیہ

7۔ہندوستانی دستور میں بنیادی حقوق کہاں کے دستور سے اخذ کیا گیا ہے؟

(a)آسٹریلیا (b)کنیڈا

(c)امریکہ (d)برطانیہ

8۔دنیا کا سب سے جامع اور وسیع دستور کہاں کا ہے۔

(a)جرمنی (b)سوئٹزرلینڈ

(c)امریکہ (d)ہندوستان

9۔ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کو کہاں کے دستور سے اخذ کیا گیا ہے؟

(a)آئرلینڈ (b)جنوبی افریقہ

(c)جرمنی (d)فرانس

10۔لفظ سیکولر کو کس دستوری ترمیم کے ذریعہ ہندوستانی دستور کے دیباچہ میں شامل کیا گیا تھا؟

42(a) 44(b)

72(d) 62(c)

7.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1۔ دستور کے معنیٰ اور مفہوم بیان کیجئے۔

2۔ دستور کی کیا ضرورت واضح کیجئے۔

3۔ لچکدار اور سخت دستور پر مختصر نوٹ لکھئے۔

4۔ امریکن دستور سے ہندوستان کے دستور میں کیا اخذ کیا گیا ہے۔

5۔ پارلیمانی حکومت نظام پر مختصر نوٹ لکھئے۔

7.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1 دستور سے کیا مراد ہے۔ دستور کے فرائض بیان کیجئے۔

2 دستور سے کیا مراد ہے دستور کے فرائض بیان کیجئے۔

3. ہندوستانی دستور کی اہم خصوصیات بیان کیجئے۔

معروضی سوالات کے جوابات:

(a)	5۔	(c)	4۔	(d)	3۔	(d)	2۔	(a)	1۔
(a)	10۔	(a)	9۔	(d)	8۔	(c)	7۔	(d)	6۔

اکائی 8۔ مرکز۔ ریاست تعلقات

(Union-State Relations)

اکائی کے اجزا:

8.0 تمہید

8.1 مقاصد

8.2 دستور کی وفاقی خصوصیات

8.3 دستور کی وحدانی خصوصیات

8.4 مرکز۔ ریاست تعلقات کا جائزہ

8.4.1 قانون سازی کے تعلقات

8.4.2 انتظامی تعلقات

8.4.3 مالی تعلقات

8.5 سرکاریہ کمیشن رپورٹ

8.6 پنچھی کمیشن رپورٹ

8.7 کل ہند خدمات

8.8 اکتسابی نتائج

8.9 کلیدی الفاظ

8.10 نمونہ امتحانی سوالات

8.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

8.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

8.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

8.0 تمہید (Introduction)

ہندوستان کا آئین دوہری سیاست فراہم کرتا ہے جس میں یونین اور ریاستوں کے درمیان اختیارات کی واضح تقسیم ہوتی ہے، ہر ایک اس کے لیے مختص کردہ دائرے میں سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ ہندوستانی فیڈریشن آزاد اکائیوں کے درمیان کسی معاہدے کا نتیجہ نہیں ہے، اور ہندوستانی فیڈریشن کی اکائیاں وفاق کو نہیں چھوڑ سکتیں۔ ہندوستانی آئین کا وفاقی نظام تمام قانون سازی، انتظامی اور مالیاتی اختیارات کو مرکز اور ریاستوں کے درمیان تقسیم کرتا ہے۔

تاہم، کیونکہ آئین نے وفاقی اور ریاستی دونوں قوانین کو برقرار رکھنے کے لیے ایک متفقہ عدالتی نظام قائم کیا ہے، اس لیے عدلیہ میں اختیارات کی کوئی تقسیم نہیں ہے۔

اگرچہ وفاقی حکومت اور ریاستیں اپنے اپنے شعبوں میں رہنما ہیں، لیکن وفاقی نظام کے مؤثر طریقے سے کام کرنے کے لیے، ان کے درمیان سب سے زیادہ ممکنہ ہم آہنگی اور تعاون ہونا چاہیے۔

8.1 مقاصد (Objectives)

عزیز طلبا، اس اکائی میں آپ:

- دستور کی وفاقی خصوصیات کا جائزہ لیں گے۔
- دستور کی وحدانی خصوصیات کو سمجھیں گے۔
- مرکز۔ریاست تعلقات کا جائزہ لیں گے۔
- سرکاریہ کمیشن رپورٹ کا مطالعہ کریں گے۔
- پنچھی کمیشن رپورٹ کا مطالعہ کریں گے۔

8.2 دستور کی وفاقی خصوصیات (Federal Features of Constitution)

ہندوستان دستوری نظریے کے لحاظ سے وفاق کی تمام خصوصیات رکھتا ہے۔ ہندوستان کا دستور تحریری ہے جو ملک کا سب سے برتر و مقدس قانون ہے۔ مرکزی و ریاستی حکومتوں کو اختیارات تحریری دستور سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں ایک مرکزی اور 28 ریاستی حکومتیں ہیں۔ مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم کے لئے دستور میں مرکزی فہرست، ریاستی فہرست اور مشترکہ فہرستیں دی گئی ہیں۔ مرکزی حکومت کے عاملانہ اور قانون سازی کے اختیارات مرکزی فہرست کے اُمور تک محدود ہیں۔ ابتداء میں مرکزی فہرست 97 موضوعات پر مشتمل تھے۔ جواب بڑھ کر 99 ہوگئے ہیں۔ دفاع، مسلح افواج، خارجہ اُمور، ایٹمی توانائی، جنگ وامن، شہریت، محکمہ تاروٹپہ، انشورنس، بینکنگ وکرنسی، ریلویز، قومی شاہراہیں، جہاز رانی، ایرپورٹس وشہری ہوا بازی، نشریات، بیرونی تجارت وغیرہ مرکزی فہرست کے اہم موضوعات ہیں۔ ریاستی فہرست میں 66 موضوعات تھے جو اب کم ہو 61 ہوگئے ہیں۔ نظم و ضبط کی

برقراری، پولیس، حکومت مقامی، صحت عامہ، زراعت، جنگلات، جیل، آب پاشی پراجکٹس وغیرہ ریاستی موضوعات ہیں جن پر ریاستوں کو قانون سازی اور عاملانہ اختیارات حاصل ہیں۔اس کے علاوہ ایک مشترکہ فہرست (Concurrent list) بھی ہے جو پہلے 47 موضوعات پر مشتمل تھی اب اس میں 51 موضوعات شامل ہیں۔شادی بیاہ، طلاق، غیر زراعتی زمین کی جائیداد کی منتقلی، غذا میں ملاوٹ، تعلیم، دیوالیہ، ٹریڈ یونین، بجلی، اخبارات، کتابیں، اسٹامپ ڈیوٹی، معاشی و سماجی منصوبہ بندی جیسے موضوعات اس میں شامل ہیں۔ان تینوں فہرستوں میں غیر شامل موضوعات جنہیں ماباقی اختیارات (Residuary Powers) کہتے ہیں، مرکزی حکومت کو حاصل ہونگے۔ مشترکہ فہرست کے موضوعات پر قانون سازی کا اختیار مرکزی وریاستی حکومتوں دونوں کو حاصل ہے۔ان موضوعات میں سے کسی موضوع پر پہلے سے موجود پارلیمنٹ کے قانون کی صورت میں ریاستیں اس پر قانون سازی نہیں کر سکیں گی یا پھر ایسے قانون کے لئے صدر جمہوریہ کی منظوری لازمی ہوگی۔ لیکن اگر ریاستی قانون پہلے سے موجود ہو اور پارلیمنٹ اگر کسی موضوع پر بعد میں قانون بناتی ہے تو ریاستی قانون کی جگہ پارلیمنٹ کے قانون کو برتری حاصل ہوگی۔ مشترکہ فہرست پر کشمیر اسمبلی کے قانون کو مرکزی پارلیمنٹ رد نہیں کر سکتی۔

ایک برتر و آزاد عدلیہ وفاق کی اہم خصوصیت ہے جو دستور ہند میں پائی جاتی ہے۔ہندوستان کی سپریم کورٹ دستور کی محافظ ہے۔ہندوستان کی سپریم کورٹ کو امریکی سپریم کورٹ کی طرح عدالتی نظرثانی کا اختیار ہے۔یہ دستوری نکات کی تشریح و توضیح کرتی ہے اور مرکزی وریاستی قوانین کی دستوری جانچ کرتی ہے۔ہندوستان میں پارلیمانی سیاسی نظام کے ساتھ عدالتی نظرثانی کا تصور پارلیمانی نظام میں ایک اختراع ہے اور اس کی وجہ ہندوستانی مملکت کا وفاقی ڈھانچہ ہے۔

8.3 دستور کی وحدانی خصوصیات (Unitary Features of the Constitution)

ہندوستان کا وفاق طاقتور مرکز یز (Centrifugal) رجحانات کا حامل ہے۔چوں کہ آزادی کے بعد ایک وحدانی مملکت کی علاقائی سیاسی اکائیوں میں تقسیم عمل میں آئی ہے اس لئے ہندوستان کا وفاق امریکی وفاقی نظام سے مختلف ہے جہاں آزاد علاقائی سیاسی اکائیاں مرکزی حکومت کو قائم کی ہیں۔ہندوستان میں ریاستیں مرکزی کی تخلیق کردہ ہیں اس لئے مرکزی حکومت کے اختیارات کافی وسیع ہیں۔ایک تو یہ کہ اختیارات کی دستوری تقسیم میں مرکز کو دئے گئے اختیارات ویسے ہیں زیادہ ہیں۔دوسری طرف مشترکہ فہرست کے موضوعات میں بھی مرکزی مداخلت ہے۔اس کے علاوہ ماباقی اختیارات بھی کینڈا کی طرح مرکز کو دئے گئے ہیں۔چنانچہ ہندوستان میں مرکز اور ریاستوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم افقی نہیں بلکہ عمودی ہے۔دستور ہند کی وحدانی خصوصیات میں ذیل ہیں:

- ہندوستان کی ریاستوں کو ملک سے علاحدہ ہونے کا اختیار نہیں ہے۔چنانچہ ہندستان ناقابل علاحدہ ریاستوں کا یونین ہے۔پورے ملک کے لئے واحد دستور ہے۔
- وفاقی مملکتوں میں شہریوں کو دوہری شہریت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ امریکہ میں ہے۔ایک فرد پہلے اپنی ریاست کا شہری ہوتا ہے اور بعد میں وہ قومی شہریت رکھتا ہے۔لیکن ہندستان میں تمام فرد کو واحد شہریت عطا کی گئی ہے۔ہندوستان کے تمام شہری یکساں حقوق اور آزادیاں رکھتے ہیں اور وہ ملک کے کسی بھی حصہ میں سکونت ورہائش اختیار کر سکتے ہیں۔

- مرکزاور ریاستوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم میں مرکز کو زیادہ اختیارات حاصل ہیں جیسا کہ ہم اُوپر دیکھ چکے ہیں۔اس کے علاوہ مرکزی حکومت مختلف طرح سے ریاستی اُمور میں مداخلت کرسکتی ہے۔دستور کی دفعہ 352 کے تحت نافذ قومی ایمر جنسی کت دوران پورا ملک وحدانی شکل اختیار کرلیتا ہے اور اس دوران مرکز کو ریاستی موضوعات پر بھی قانون سازی کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔دفعہ 356 کے ذریعہ مرکز کبھی بھی ریاست کی حکومت کو برخاست کرکے صدر راج نافذ کرسکتی ہے۔ایسی صورت میں ریاستی موضوعات پر قانون سازی کا راست اختیار پارلیمنٹ کو حاصل ہوجاتا ہے۔دفعہ 360 کے تحت نافذ کی جانے والی مالی ایمر جنسی کے دوران ریاستی بجٹ مرکز کی منظوری کے تابع ہوتے ہیں اور مرکز ریاست کو مالی امور کے متعلق ہدایات دے سکتی ہے۔اس کے علاوہ عام حالت میں بھی مرکزی حکومت دفعات 256 اور 257 کے تحت ریاستی حکومتوں کو خصوصی ہدایات جاری کرسکتی ہے۔(ان کی تفصیل آگے آئے گی)
- عام حالات میں بھی پارلیمنٹ ریاستی موضوعات پر قانون سازی کرسکتی ہے اگر راجیہ سبھا ایک قرارداد کی منظوری کے ذریعہ ریاستی موضوعات پر قانون سازی کا مطالبہ کرے۔
- مرکزی حکومت کو دستور کی دفعہ 3 کے مطابق ریاستی حدود و سرحدات میں تبدیلی کا اختیار ہے۔اس طرح ریاستوں کا وجود ہی مرکز پر منحصر ہے۔
- دستور میں ترمیم کے اختیار میں ریاستوں کی حصہ داری برائے نام ہے، چنانچہ صرف چند ایک دفعات کو چھوڑ کر پارلیمنٹ پورے دستور میں ترمیم کا لامحدود اختیار رکھتی ہے۔ خصوصاً دستور میں ترمیم کی تجویز پارلیمنٹ میں صرف مرکزی حکومت کی جانب سے ہی رکھی جاسکتی ہے۔ریاستوں کو اس طرح کی تجویز پیش کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔
- مرکزی حکومت کے ایجنٹس ریاستوں میں مرکزی مفادات کے تحفظ کے لئے کام کرتے ہیں چنانچہ پورا سول و پولیس کا انتظامی عملہ مرکز کا تربیت یافتہ ہوتا ہے جنھیں مرکزی حکومت ریاستوں کے حوالے کرتی ہے۔ مرکزی حکومت جب چاہے ان کی خدمات کو مرکز میں طلب کرسکتی ہے۔اس لئے یہ سول و پولیس کا عملہ ریاست کے کنٹرول میں نہیں ہوتا۔
- ریاستوں میں مرکز کی جانب سے گورنر کا تقرر اُوپر سے مقرر کئے جانے والے ایجنٹ کی طرح ہے۔ گورنر ریاستی مفادات اور ریاستی حکومت کی بہتری کے مقابلے میں مرکزی مفادات کے تحفظ اور مرکز کے اشاروں پر کام کرنے والے ایجنٹ کی طرح کام کرتے ہیں۔ گورنر ہر پندرہ یوم میں ریاستی حکومت کی کارکردگی کے متعلق اپنی رپورٹ مرکزی حکومت کو روانہ کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ریاستی حکومت دباؤ میں رہتی ہے اور اس کے آزادانہ کام کرنے کے مواقع محدود ہوجاتے ہیں،اسے ریاستی گورنر اور مرکزی حکومت کو خوش کرتے ہوئے کام کرنا ہوتا ہے۔
- ریاستوں میں مرکزی پولیس CRPF، RAF، CISF اور فوج تعینات ہوتی ہے جو امن عامہ کی برقراری کے نام پر ریاستی نظم ونسق میں مداخلت کرسکتی ہے۔اس طرح ریاستی حکومت کے اختیارات نظرانداز ہوجاتے ہیں۔

- مرکزی منصوبہ بندی ہندوستان کو واحدانی حکومت بنانے کے لئے بچی کچی کسر کو بھی ختم کر دیتی ہے۔ریاستوں کے لئے علاحدہ منصوبہ بندی کمیشن نہیں ہے۔مرکزی منصوبہ بندی کمیشن ہی پورے ملک کے لئے منصوبہ بندی کرتی اور پنچسالہ منصوبہ بناتی ہے ،ریاست کی جانب سے بنائے جانے والے سالانہ منصوبے مرکزی منصوبہ بندی کمیشن کی منظوری کے تابع ہوتے ہیں۔
- ہندوستان کا اکہرا عدالتی نظام وفاقیت کے خلاف ہے،مرکز میں سپریم کورٹ سے نیچے تک واحد عدالتی نظام ہے جو ملک کو وحدانی قانونی نظام فراہم کرتا ہے۔

8.4 مرکز۔ریاست تعلقات کا جائزہ (Analysis of Union State Relations)

دستور ہند میں 245تا300جملہ 56دفعات مرکز ریاست تعلقات کے لئے وقف ہیں۔دستور ہند میں مرکز ریاست تعلقات کو تین زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- قانون سازی کے تعلقات
- انتظامی تعلقات اور
- مالی تعلقات

8.4.1 قانون سازی کے تعلقات (Legislative Relations)

مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم وفاق کی اہم خصوصیت ہے۔لیکن مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم کا تعلق وفاق کی نوعیت اور وفاق کی تشکیل کے حالات سے ہے۔چنانچہ امریکہ میں جب آزاد مختار ریاستیں وفاق کے قیام کے ذریعہ ایک مرکزی حکومت کے قیام کا فیصلہ کیں تو وہ صرف قومی اہمیت کے حامل موضوعات واختیارات سے دستبردار ہوئیں اور باقی ماندہ اختیارات اپنے پاس ہی رکھیں،اس لئے امریکہ میں ایک ہی مرکزی فہرست ہے اور باقی ماندہ تمام اختیارات اپنے پاس ہی رکھیں،اس لئے امریکہ میں ایک ہی مرکزی فہرست ہے اور باقی ماندہ تمام اختیارات ریاستوں کو حاصل ہیں۔امریکہ میں مرکز کے مقابلے میں ریاستوں کو حاصل اختیارات وسیع ہیں۔جب کہ کینیڈا میں مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے اختیارات کو شمار کرنے والی دو فہرستیں ہیں اور ان دو فہرستوں سے ہٹ کر باقی ماندہ تمام اختیارات(Residuary Powers)مرکز کو دیئے گئے ہیں۔لیکن ہندوستان میں قانون حکومت ہند 1935ء کے وقت سے ہی تین فہرستوں کا طریقہ اپنایا گیا ہے۔مرکزی موضوعات پر مشتمل مرکزی فہرست اور ریاستی موضوعات پر ریاستی فہرست کے علاوہ ایک مشترکہ فہرست ہے جس پر قانون سازی کا مرکز اور ریاستوں کو اختیار ہے،باقی ماندہ اختیارات مرکز کو دیئے گئے ہیں جو دستور ہند میں مرکزیت کے رجحانات کی عکاسی کرتے ہیں۔چنانچہ دستور ہند کے تحت مرکز ریاستوں کے درمیان قانون سازی کے تعلقات کا جائزہ اسی تناظر میں لیا جانا چاہئے۔

دفعات 245تا254 مرکز اور ریاستوں کے درمیان قانون سازی کے تعلقات سے متعلق ہیں۔ دفعہ 245 کے متعلق پارلیمنٹ کو ملک کے کسی حصہ یا پورے علاقے کے لئے قانون سازی کا اختیار ہوگا جب کہ ریاستی قانون سازادروں کو اپنی اپنی ریاست کے کسی حصہ یا پوری ریاست کے لئے قانون سازی کا اختیار ہوگا۔

اس صراحت کے باوجود مرکزی پارلیمنٹ کو ریاستی امور و موضوعات پر قانون سازی کا حق حاصل ہوتا ہے، اگر:

- دفعہ 249 کے مطابق راجیہ سبھا اپنے حاضر اراکین کی کم سے کم دو تہائی 2/3 تعداد سے قرارداد منظور کرتے ہوئے ریاستی فہرست میں درج کسی موضوع پر قانون سازی کا مطالبہ کرتی ہے تو پارلیمنٹ اس موضوع پر قانون سازی کرتی ہے، لیکن ایسی قانون سازی ایک سال سے زائد عرصہ کے لئے نہیں ہوتی۔ البتہ راجیہ سبھا مزید ایک نئی قرارداد سے اس قانون سازی کو مزید ایک سال تک کے لئے وسعت دے سکتی ہے۔ لیکن اس دفعہ کا اطلاق جموں و کشمیر پر نہیں ہوگا۔
- دفعہ 250 کے مطابق ایمر جنسی کے نفاذ کے دوران پارلیمنٹ کو پورے ملک یا ملک کے کسی ایک حصہ کے لئے ریاستی فہرست کے موضوعات پر بھی قانون سازی کا اختیار حاصل ہوگا، ایمر جنسی کے اختتام کے چھ ماہ تک یہ قانون نافذ العمل ہوگا
- دفعہ 252 کے مطابق اگر دو یا اس سے زائد ریاستوں کی قانون ساز اسمبلیاں اور کونسل (جہاں دو ایوانی مقننہ ہو) ریاستی فہرست کے کسی موضوع پر قانون سازی کا مطالبہ پارلیمنٹ سے اپنی قراردادوں کے ذریعہ کرے تو ایسی صورت میں پارلیمنٹ ان ریاستوں کے لئے اس موضوع پر قانون سازی کی مجاز ہوگی۔ ایک مرتبہ اگر پارلیمنٹ ریاستی موضوعات میں سے کسی موضوع پر قانون سازی کا آغاز کرتی ہو تو اس موضوع پر قانون سازی کا ریاستی اختیار ختم ہو جاتا ہے اور وہ اس موضوع پر قانون سازی نہیں کر سکتی۔
- دفعہ 253 کے مطابق پارلیمنٹ کو دوسرے ملکوں کے ساتھ کئے گئے معاہدات کی عمل آوری کے لئے ملک کے کل علاقہ یا اس کے کسی حصہ کے لئے قانون بنانے کا اختیار حاصل ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پارلیمنٹ بشمول ریاستی موضوعات کسی بھی موضوع پر قانون سازی کر سکتی ہے، اگر بین الاقوامی سطح پر کئے گئے معاہدات کی تکمیل یا عمل آوری کے لئے یہ ضروری ہو۔
- دفعہ 254 کے مطابق ریاستی مقننہ کے منظورہ قوانین مرکزی قوانین کے خلاف نہ ہوں اور تصادم کی صورت میں مرکزی قانون نافذ العمل ہوگا چاہے ایسی قانون سازی کا تعلق مشترکہ فہرست سے ہی کیوں نہ ہو۔

بعض خصوصی حالات میں دفعہ 200 کے مطابق ریاستی گورنر ریاستی مقننہ کے منظورہ مسودہ قانون (بل) کو صدر کی منظوری کے لئے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اسی طرح ریاستی مقننہ میں بعض بلوں کی پیش کشی کے لئے صدر کی قبل از منظوری ضروری ہے۔

8.4.2 انتظامی تعلقات (Administrative Relations)

مرکز ریاست تعلقات میں روز مرہ کے انتظامی امور میں دونوں کے درمیان اختلافات اہمیت رکھتے ہیں۔ چوں کہ ریاست کے مقابلے میں مرکز کے اختیارات زیادہ ہیں اس لئے انتظامی طور پر مرکز کو اہمیت حاصل ہے۔ دستور نے ریاستوں کے انتظامی امور پر نگرانی کے لئے چند دفعات

رکھے ہیں جن کے دائرہ میں ریاستوں کو اپنے انتظامی اُمور انجام دینے ہوتے ہیں۔ دفعات 256تا262 انتظامی امور سے متعلق ہیں جو اس طرح ہیں:

- دفعہ 256 میں وضاحت سے یہ کہا گیا ہے کہ ہر ریاست کا عاملانہ اختیار اس طرح سے ہو کہ وہ پارلیمنٹ کے بنائے گئے قوانین کے تابع ہو اور مرکز کا عاملانہ اختیار اس حد تک وسیع ہو گا کہ وہ ریاستوں کو ایسی ہدایات دے سکتا ہے جسے وہ ضروری سمجھے۔ اس دفعہ کو مرکز ریاست تعلقات میں بہت ہی نازک سمجھا گیا ہے اور متعدد مرتبہ حزف اختلاف کے ذریعہ ریاستی حکومتوں نے اس دفعہ کو دستور سے ہی حذف کرنے کا مطالبہ کیا۔ ان کے مطابق یہ دفعہ ریاستی حکومتوں کے وجود پر ایک لٹکتی تلوار ہے جسے مرکزی حکومت اپنے سیاسی مفادات کی تکمیل کے لئے جب چاہے استعمال کر سکتی ہے اور ریاستی حکومتوں کو یہ کہہ کر برخواست کر سکتی ہے کہ وہ مرکزی ہدایات کی ان سنی کر رہے ہیں۔
- دفعہ 257 کے مطابق ہر ریاست کا عاملانہ اختیار اس طرح سے ہو کہ اس سے یونین کے عاملانہ اختیار کے استعمال میں رکاوٹ نہ ہو یا اس کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور مرکزی حکومت ریاستوں کو ان رسل ورسائل کی تعمیر و نگہداشت کے لئے ہدایات دے سکتی ہے جنھیں قومی یا فوجی اعتبار سے اہم قرار دیا گیا ہے۔ پارلیمنٹ شاہراہوں یا آبی شاہراہوں کو قومی اہمیت کے حامل قرار دے سکتی ہے اور ان کے تحفظ کی ذمہ داری ریاستوں کی ہو گی۔ اسی طرح مرکزی حکومت ریاست میں ریلوں کی حفاظت کے لئے بھی ہدایات جاری کر سکتی ہے۔ ان ہدایات کی تعمیل میں عائد ہونے والے زائد اخراجات کی تکمیل مرکزی حکومت کرے گی۔
- دفعہ 258 کے مطابق بعض حالات میں ریاستوں کو اختیارات عطا کرنے کا اختیار یونین کو ہو گا۔ چنانچہ صدر جمہوریہ ریاستی حکومت کی رضامندی سے اس حکومت یا اس کے عہدیداروں کو مرکزی حکومت کے چند ایک اختیارات مشروط یا غیر مشروط طور پر سپرد کر سکتا ہے۔ اسی طرح پارلیمنٹ ریاستی حکومت کو یا اس کے عہدیداروں کو ایسے فرائض تفویض کر سکتی ہے جن پر کہ ریاستی مقننہ کو کوئی اختیار نہ ہو۔ ان فرائض کی انجام دہی پر عائد ہونے والے اخراجات کی پابجائی مرکزی حکومت کرے گی۔
- دفعہ 262 کے مطابق بین ریاستی دریا یا دریائی وادی یا اس کے اندر پانی کے استعمال، تقسیم یا اس پر اختیار سے متعلق کسی تنازعہ کے تصفیہ کا اختیار پارلیمنٹ کو حاصل ہے۔ اسی طرح دفعہ 264 کے مطابق صدر کو مرکز اور ریاستوں یا ایک ریاست اور دوسری ریاستوں کے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات کے حل وسفارشات پیش کرنے کے لئے بین ریاستی کونسل کے قیام کا اختیار ہو گا۔
- صدر جمہوریہ ریاستوں میں گورنر کا تقرر کرتا ہے جو مرکز کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتا ہے۔ چنانچہ گورنر انھیں پندرہ روزہ رپورٹ کے ذریعہ مرکز کو ریاستی حالات سے باخبر کرتے رہتا ہے۔
- مرکزی حکومت، مرکزی زیر انتظام علاقوں کا نظم نسق راست اپنے ہاتھ میں رکھتی ہے اور وہاں پر اپنے نمائندہ کے طور پر لیفٹننٹ گورنر یا چیف کمشنر کا تقرر کرتی ہے۔

- ریاستوں میں بر سر خدمت کل ہند خدمات کے عملہ کا تعلق مرکز سے ہوتا ہے، مرکزی حکومت ہی ان کا انتخاب تربیت اور تقرر کرتی ہے، ان کے شرائط ملازمت مرکزی حکومت کے قواعد کے مطابق ہوتے ہیں اس لئے صرف مرکزی حکومت کے قواعد کے مطابق ہوتے ہیں اس لئے صرف مرکزی حکومت ہی انھیں خدمات سے برطرف کر سکتی ہے۔
- ریاستی حکومت کی مشنری کی ناکامی کی صورت میں مرکزی حکومت ریاستی حکومت کو برخواست کرتے ہوئے وہاں پر صدر راج نافذ کر سکتی ہے۔(دفعہ 356)۔
- مرکزی پولیس فورس جیسے CRPF، RAF وغیرہ ریاستوں میں مقیم ہوتی ہے جنھیں ضرورت پڑنے پر ریاستی حکومتیں استعمال کر سکتی ہیں۔ مرکزی حکومت بھی خود اپنے طور پر انھیں ریاستوں میں متحرک کر سکتی ہے۔

ریاستی ہائی کورٹس کے ججس کے تقرر اور تبادلے میں ریاست کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ بلکہ یہ بالکلیہ طور پر مرکز کا اختیار ہے، اسی طرح کمپٹرولر اور آڈیٹر جنرل ریاستی حکومت کے حسابات کی جانچ پڑتال کرتا ہے اور مرکز کو رپورٹ دیتا ہے۔

8.4.3 مالی تعلقات(Financial Relations)

دستور ہند میں مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے درمیان مالی تعلقات کی تفصیل دی گئی ہے۔ دستور ہند میں مرکزی اور ریاستوں کے درمیان مالیہ کی تقسیم بالکل اسی طرح ہے جس طرح کہ قانون حکومت ہند 1935ء میں کی گئی تھی۔ وقتاً فوقتاً مالیہ کی تفصیلی تقسیم اور وسائل کے از سر نو جائزہ کے لئے مالیہ کمیشن (Finance Commission) کے قیام کا اختیار صدر جمہوریہ کو حاصل ہے۔ دستور کے مطابق مرکزی سرکار کو مرکزی فہرست کے موضوعات پر محصول عائد کرنے اور ریاستی حکومتوں کو ریاستی فہرست کے موضوعات پر محصول عائد کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ لیکن ریاستی محصول میں ریاستوں کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ ماباقی اختیارات پر محصول سازی کا اختیار مرکز کو حاصل ہے۔ اس کے علاوہ ریاستوں کو مرکز کی امداد (Grants – in – Aid) کی گنجائش بھی ہے۔ دستور میں مرکز اور ریاستوں کے درمیان مالیہ کی تقسیم کی تفصیل اس طرح ہے جس کا ذکر دستور کے حصہ 12 میں دفعات 264 تا 300 میں کیا گیا ہے۔

(1) وہ محصول جسے مرکزی حکومت عائد اور وصول کرتی، لیکن ریاستوں کے حوالے کرتی ہے:

دفعہ 269 کے مطابق مرکزی حکومت حسب ذیل محصول عائد اور وصول کرتی ہے لیکن اس آمدنی کو ریاستوں کے حوالے کرتی ہے۔

1) زرعی اراضی سے ہٹ کر دوسری جائیداد کی وراثت پر محصول۔
2) زرعی اراضی سے ہٹ کر دوسری جائیدادوں پر اسٹیٹ ڈیوٹی۔
3) ریلوے، بحری یا فضائی راستوں سے لے جائے جانے والے مال یا مسافروں پر ٹرمنل ٹیکس۔
4) ریلوے کرایوں اور مال بھاڑے پر ٹیکس۔
5) اسٹامپ ڈیوٹی سے ہٹ کر اسٹاک ایکسچینج اور وعدہ بازاروں میں لین دین پر ٹیکس۔
6) اخبارات کی فروخت یا خرید اور ان میں شائع شدہ اشتہارات پر ٹیکس۔

7) اخبارات کے سواءدوسرے مال کی فروخت یا خرید پر ٹیکس جو بین ریاستی تجارت سے تعلق رکھتی ہو۔

8) بین ریاستی تجارت میں مال کی ترسیل پر ٹیکس۔

(2)وہ محصول جسے مرکز عائد کرتااور ریاستیں وصول و خرچ کرتی ہیں:

دستور کی دفعہ 268 کے مطابق اسٹام ڈیوٹی اور مرکزی فہرست میں متذکرہ ادویات اور بناؤ سنگھار کی مصنوعات پر محصولات آبکاری مرکزی حکومت عائد کرے گی لیکن حکومتیں وصول اور خرچ کریں گی۔

(3)وہ محصول جسے مرکز عائد اور وصول کرے گا لیکن آمدنی کی تقسیم مرکز اور ریاستوں کے درمیان ہو گی۔

دفعہ 270 کے مطابق زرعی آمدنی سے ہٹ کر دوسری آمدنی پر عائد کیا جانے والا محصول مرکزی حکومت عائد اور وصول کرے گی لیکن اس کی مرکز اور ریاستوں کے درمیان تقسیم عمل میں آئے گی۔ دفعہ 272 کے مطابق ادویات اور بناؤ سنگھار کی مصنوعات پر ایسے محصولات پیداوار کے سوا جن کا مرکزی فہرست میں ذکر ہے مرکزی حکومت عائد اور جمع کرے گی لیکن اس کی تقسیم مرکز اور ریاستوں کے درمیان عمل میں آئے گی۔

گرانٹس ان ایڈ: مرکز کی جانب سے ریاستوں کو دی جانے والی امداد ریاستوں کے لئے آمدنی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ چنانچہ دستور نے مرکز کی جانب سے ریاستوں کو دی جانے والی امداد کی تفصیل دی ہے۔ دفعہ 273 کے مطابق آسام، اڑیسہ اور مغربی بنگال کی ریاستوں کو مرکز جوٹ کی پیداوار پر برآمدی ڈیوٹی کے بدلے امداد دے گا اور اس امدادی رقم کا تعین صدر جمہوریہ کرے گا۔ حالاں کہ دستور میں تجویز دستور کے نفاذ سے ابتدائی دس سال تک لے لئے تھی، لیکن گنجائش کے سہارے یہ ابھی بھی جاری ہے۔

دفعہ 275 میں مرکز کی جانب سے ریاستوں کو دی جانے والی عام امداد کا ذکر ہے۔ پارلیمنٹ وقتاً فوقتاً اس بات کا تعین کرے گی کہ کس ریاست کو کتنی امداد دی جانی چاہئے اس کی ضرورتوں کے مطابق اور اس امداد کا بار ہندوستان کے منجمد فنڈ(Consolidated Fund of India) سے اٹھایا جائے گا۔ اس کے علاوہ دستور میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ درج فہرست ذاتوں اور قبائیل کی فلاح کے لئے تیار کی جانے والی اسکیمات کے اخراجات مرکز برداشت کرے گی۔ آسام کی ریاست کو اس کے ہاں قبائیلی علاقعوں کی انتظامی سطح کو اونچا کرنے کے لئے زائد اخراجات کی تکمیل مرکز کی خصوصی امداد سے ہو گی۔ اس کے علاوہ دفعہ 282 کے مرکزی اور ریاستی حکومتوں کو عوامی مقاصد کے لئے گرانٹس کی منظوری کا عام اختیار دیا گیا ہے چاہے وہ مقاصد متعلقہ حکومتوں کے اختیارات قانون سازی میں شامل ہوں یا نہ ہوں۔

کمپٹرولر اور آڈیٹر جنرل آف انڈیا: مرکز اور ریاست کے مالی کھاتوں اور حساب کتاب پر نگرانی کے لئے دستور نے دفعہ 149 کے تحت کمپٹرولر اور آڈیٹر جنرل آف انڈیا کا عہدہ قائم کیا ہے جو خاص کر ریاستوں کے مالیاتی انتظام پر نگرانی رکھتا ہے اور اس وجہ سے یہ مرکز ریاست مالی تعلقات میں ایک اہم عنصر و عامل ہے۔ صدر جمہوریہ ہند اس کا تقرر کرتا ہے۔ دفعہ 150 کے مطابق کمپٹرولر اور آڈیٹر جنرل صدر کی منظوری سے ریاستی حسابات کو رکھنے کے طریقہ کار کا تقعین کر سکتا ہے اور اس کے لئے کسی قانون سازی کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اس طرح کمپٹرولر اور آڈیٹر جنرل آف انڈیا ریاستی مالیہ پر گہری نظر رکھتا ہے۔

مالیاتی کمیشن:(Finance Commission)مرکز ریاست تعلقات میں مالیاتی کمیشن کو ایک اہم موقف حاصل ہے۔دفعہ 280 کے مطابق صدر جمہوریہ ہند پانچ سال میں ایک بار یا جیسے وہ ضروری سمجھے مالیاتی کمیشن تشکیل دے گا جو ایک چیرمین اور دیگر چار اراکین پر مشتمل ہوگا۔پارلیمنٹ قانون کے ذریعہ اس کمیشن کے اراکین کے لئے درکار اہلیتوں اور انتخاب کے طریقہ کار کا تعین کرے گی۔ کمیشن کا یہ فرض ہوگا کہ وہ صدر جمہوریہ کو حسب ذیل اُمور کے بارے میں سفارشات پیش کرے۔

1) مرکز اور ریاستوں کے درمیان ٹیکسوں کی خالص آمدنی کی تقسیم اور ان آمدنیوں میں ریاستوں کے حصہ کا تعین۔
2) ہندوستان کے منجمد فنڈ سے ریاستوں کو دی جانے والی امداد کے لئے اصولوں کا تعین کرنا۔
3) ایسا کوئی بھی معاملہ جسے صدر کمیشن سے رجوع کرے۔

اب تک گیارہ فینانس کمیشن قائم ہوئے ہیں ۔دسویں فینانس کمیشن کے چیرمین کے۔سی۔پنت اور گیارھویں کمیشن کے چیرمین اے۔ایم۔ خسرو تھے۔ڈاکٹر سی رنگاراجن کو بارھویں فینانس کمیشن کا چیرمین مقرر کیا گیا ہے۔

8.5 سرکاریہ کمیشن رپورٹ (Sarkariya Commission Report)

مرکز ریاست تعلقات پر دوبارہ غور کرنے اور تجاویز پیش کرنے کے لئے وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے سرکاریہ کمیشن کو مارچ 1983 میں قائم کیا۔ جسٹس۔آر۔ایس۔ سرکاریہ سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ جج تھے۔ایس ۔آر۔ سین اور پی۔سیوارامن اس کمیشن کے دوسرے دو اراکین تھے۔اس کمیشن نے اکتوبر 1987ء میں اپنی سفارشات پیش کیں ،جو دستور کے موجودہ ڈھانچے کو متاثر کئے بغیر نافذ کئے جاسکتے ہیں۔ کمیشن کی اہم سفارشات حسب ذیل ہیں:

- کمیشن نے ہندوستان کی یکجہتی کو اولین اہمیت دیتے ہوئے ہندوستان کی سالمیت اور اتحاد کی برقراری کی ذمہ داری مرکز کو دی اور مرکز وریاستوں کے درمیان بنیادی دستوری انتظام کو اطمیان بخش قرار دیا۔
- انتظامی سطح پر عدم کارکردگی کو ختم کرنے کے لئے زیادہ مرکوزیت کو ختم کرنے کی سفارش کی ہے۔ کمیشن کا یہ احساس تھا کہ عملی اقدام کے لئے وفاقیت فعلیاتی انتظام سے زیادہ ہے اور یہ ایک جامعہ اداراتی تصور نہیں ہے۔ترقیاتی منصوبوں کی تشکیل اور عمل آوری کے لئے مرکز اور ریاستوں کے درمیان امداد باہمی کا عمل ہونا چاہئے۔تاکہ ریاستیں ہر سطح پر یہ محسوس کریں کہ وہ منصوبہ بندی کے ہر پہلو میں ذمہ دار ہیں اور ان کی حیثیت ثانوی نہیں ہے چنانچہ مرکز اور ریاستوں کے درمیان مساوات کمیشن کا بنیادی نظریہ ہے۔
- محصول کے معاملات میں ماباقی اختیارات(Residuary Powers)مرکز کے ہاتھ میں جاری رہیں ۔البتہ غیر محصولی Residuaryاختیارات ریاستوں کو منتقل کئے جائیں۔اس کے لئے دستور میں ضروری ترمیم کی ضرورت ہوگی۔
- مشترکہ فہرست کے موضوع 45 کے غلط استعمال کے خلاف تحفظ فراہم کیا جائے۔
- قانون سازی میں یکسانیت پیدا کرنے کے لئے قومی پالیسی معاملات پر مرکز ریاستوں سے مشورہ کرے۔

- مرکزی حکومت ریاستوں کو بینکوں اور مالی اداروں سے قرض لینے کی اجازت دے۔
- اگر ریاستی اسمبلی قانون ساز کونسل کی تحلیل کے لئے قرارداد منظور کرے تو صدر کو چاہئے کہ ایک واجبی وقت میں اسے پارلیمنٹ کو بھیج دے تاکہ اسے جلد منظور یا رد کیا جاسکے۔ اگر ضروری ہو تو دفعہ 169 میں مناسب ترمیم بھی کی جانی چاہئے۔
- دستور کی دفعات 256، 257، 365 کا مقصد مرکز اور ریاستوں کے درمیان قومی پالیسوں اور مرکزی قوانین کی مؤثر عمل آوری ہے۔ اس سلسلے میں ریاستوں کو ہدایات کی اجرائی سے قبل تمام ممکنہ احتیاطی اقدامات کو اختیار کرنا چاہئے تاکہ ریاستیں اس کو غلط سمت میں محمول نہ کریں۔
- گورنر کے رول کے متعلق کمیشن کا احساس تھا کہ گورنر کے تقرر کے وقت مناسب احتیاط برتنی چاہئے۔ اور اسے ایسا شخص ہونا چاہئے جو زندگی کے کسی میدان میں اہم شخصیت رکھتا ہو اور اس کا مقامی سیاست سے کوئی تعلق نہ ہو۔ گورنر کے تقرر کے وقت نائب صدر ولوک سبھا اسپیکر سے بھی مشورہ کیا جائے۔ کمیشن نے یہ بھی سفارش کی ہے کہ گورنر کو چاہئے کہ اپنے اختیارات تمیزی کے استعمال کے وقت مقررہ طریق کار اور روایت پر کاربند رہے اور مجلس وزراء کی خواہش کا احترام کرے۔ گورنر کے تقرر سے قبل ریاستی چیف منسٹر سے ربط پیدا کرتے ہوئے اس کی مرضی و خوشی معلوم کرے۔
- دستور کی ایمرجنسی دفعات کے متعلق کمیشن کا خیال تھا کہ دفعہ 356 کا استعمال صرف آخری صورت میں ہی کرے۔ اس دفعہ کے نفاذ سے قبل ریاست کی جانب سے پیش کی جانے والی وضاحت پر غور کرے۔ سیاسی بحران کی صورت میں گورنر اسمبلی میں اکثریت رکھنے والی حکومت کے ساتھ مشاورت کرے اور ممکنہ دوسرے ذرائع پر غور کرے اور ممکنہ طور پر ایمرجنسی کے نفاذ سے گریز کرے۔ گورنر کی رپورٹ جس کی بنیاد پر ایمرجنسی کا نفاذ کیا گیا ہو، کو وسیع شہرت دے اور عوام کو گورنر کی رپورٹ سے واقف کرائے۔
- وزیر اعظم کی صدارت میں بین ریاستی کونسل قائم کرے جو وقتاً فوقتاً اپنے اجلاس منعقد کرتی رہے اور مسائل کے پرامن تصفیہ پر غور کرے۔ اس کونسل میں ریاستوں کے چیف منسٹر شامل ہوں۔ نیشنل فرنٹ حکومت نے اس سفارش کو قبول کیا تھا اور ایک بین ریاستی کونسل بھی قائم کی تھی۔

سرکاریہ کمیشن کی رپورٹ کوئی انقلابی سفارشات پیش نہیں کی۔ اس لئے مرکز ریاست تعلقات میں دستوری طور پر کوئی خاص بہتری پیدا نہیں ہوئی بلکہ مرکز میں سیاسی تشکیل کے عمل میں تبدیلی سے سیاسی کیفیت ہی بدل گئی ہے اس لئے ان دنوں مرکز اور ریاستوں کے درمیان تعلقات میں کشیدگی کی جگہ ہر سطح پر سمجھوتے داری دکھائی دے رہی ہے۔ مرکز میں مخلوط حکومتوں کے آغاز سے مرکز اور ریاستوں کے درمیان کشیدگی کے سابقہ تجربات کا اعادہ نہیں ہو رہا ہے۔ علاقائی جماعتوں کے عروج اور مرکز میں ان کے بڑھی چڑھی حصہ داری سے مرکز کے آمرانہ رجحان کا تقریباً خاتمہ ہو گیا ہے۔ 1980ء کے دہے میں ہندوستانی سیاست کا اہم ترین مسئلہ مرکز ریاست تعلقات تھے۔ لیکن آج مرکز اور ریاستی حکومتوں کے درمیان عظیم تر ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ شمال مشرقی ریاستوں میں علاحدگی کے رجحانات میں کمی آئی ہے تو جنوب کی

ریاستوں میں سابق میں خود مختاری کے جو مطالبات کئے جاتے تھے وہ اب نہیں ہیں بلکہ اب چھوٹی ریاستوں کے لئے مطالبات دب بدن بڑھتے جارہے ہیں۔

8.6 پنچھی کمیشن رپورٹ (Punchi Commission Report)

سہ درجاتی پنچایتی راج نظام میں گرام پنچایت بنیادی اکائی ہے۔نئے منچایت راج 1 یکٹ 1994ء کے دوسرے حصے میں اندھرا پردیش میں پنچایت راج کی ساخت واختیارات بتلائے گئے ہیں جس کے مطابق گرام پنچایت کی دوقسمیں ہیں: پہلیNotifiedپنچایت اور دوسری۔Non Notifiedپنچایت۔

Non Notifiedپنچایت وہ ہوتی ہے جس کی سالانہ آمدنی60ہزار سے کم ہوتی ہے۔اس کے برعکسNotifiedپنچایت وہ ہوتی ہے جس کی سالانہ آمدنی60ہزار سے زائد ہوتی ہے۔Non Notifiedپنچایت کو سرپنچ چلاتا ہےاورNotifiedپنچایت کوایگزیکٹیو آفیسر چلاتاہے۔ریاست میں 20,611غیر نوٹیفائیڈاور 1,323نوٹیفائیڈ گرام پنچایتیں ہیں۔

گرام پنچایت کی ساخت: عام طورپر300سے25ہزار کی آبادی کے لئے ایک گرام پنچایت ہوتی ہے۔ایک گرام پنچایت حسب ذیل اجزاءپر مشتمل ہوتی ہے۔

1) گرام پنچایت 2) گرام سبھا 3) سرپنچ اور 4) عاملانہ عہدیدار

گرام پنچایت: یہ گاؤں کی سطح پر غوروخوص کا پہلا ادارہ ہے چوں کہ یہ گاؤں کے منتخبہ نمائندوں پر مشتمل ہوتی ہے،اس کے اراکین کی تعداد آبادی کے لحاظ سے 7 سے 19 ہوتی ہے۔انتخابات کے لئے گاؤں کو مختلف حلقوں میں تقسیم کیاجاتاہے اور ہر ایک حلقہ سے ایک رکن منتخب کیاجاتاہے، گرام پنچایت کے ممبر بننے کے لئے ضروری ہے کہ

1) وہ اس دیہات کا رجسٹرڈ ووٹر اور 2) اس کی عمر 21 سال ہو

منتخبہ اراکین اور دو نامزد اراکین کے علاوہ

1) ضلع پریشد کا چیف ایگزیکٹیو عہدیدار 2) پنچایت راج کا ایگزیکٹیو انجینئر

3) ڈیویژنل ہیلتھ آفیسر اور 4) برقی بورڈ کا ڈیویژنل انجینئر بھی اس کے مہمان اراکین ہوتے ہیں۔

گرام پنچایت میں درج فہرست اقوام و قبائل کے لئے تحفظات ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ گرام پنچایت کی جملہ نشستوں کا 1/3 حصہ درج فہرست اقوام وقبائل کی خواتین کے لئے مختص کیاجاتاہے۔ گرام پنچایت کے اراکین کی میعاد 5 سال ہوتی ہے۔ گرام پنچایت کاہر ماہ ایک اجلاس ہوتاہے۔

گرام سبھا: یہ پنچایت کا سب سے اہم جز ہے،دیہات کے تمام افراد جو انتخابات میں حصہ لیتے ہیں وہ گرام سبھا کے رکن ہوتے ہیں،اس کے اجلاس سال میں تین بار ہوتے ہیں جس میں دیہات کی ترقی اور رقمی معاملات طئے کئے جاتے ہیں۔دیہات کی ترقی کی پوری ذمہ داری گرام

سبھا کی ہے۔ سرپنچ اس کے اجلاسوں کی صدارت کرتا ہے، یہ دیہی عوام میں ترقی اور تبدیلی رائے کے لئے اہم کام انجام دیتی ہے، اسے گرام پنچایت کا مشاورتی عضو سمجھا جاتا ہے۔

سرپنچ: گرام گرام پنچایت کا ایک سرپنچ ہوتا ہے جسے راست طور پر عوام بالغ رائے دہی کے ذریعہ منتخب کرتے ہیں، وہ گرام پنچایت کا سیاسی نمائندہ ہوتا ہے اور عہدے پر 5 سال تک فائز رہتا ہے۔ پنچایت کے اراکین عدم اعتماد کی بنا پر اس کو عہدے سے نہیں ہٹا سکتے۔ وہ گرام سبھا کے اجلاسوں کی صدارت کرتا ہے اور پنچایت کے تمام ریکارڈس کی جانچ کرتا ہے، وہ گرام پنچایت اور پنچایت سمیتی کے درمیان ایک کڑی کا کام کرتا ہے، اس کو پنچایت کے تمام کاروبار، گاؤں کی ترقی اور سرکاری عہدیداروں پر کنٹرول حاصل ہوتا ہے۔ پنچایت راج کا کمشنر نااہلی اقور خراب کارکردگی اور اختیارات کے ناجائز استعمال کی بنیاد پر اسے عہدے سے ہٹا سکتا ہے۔

سرکاری وانتظامی عہدیدار: ریاستی حکومت ہر Notified گرام پنچایت کے لئے ایک سرکاری عہدیدار مقرر کرتی ہے جو گرام پنچایت کے اجلاسوں میں شرکت کرتا اور مباحثہ میں حصہ لے سکتا ہے، لیکن ووٹ نہیں دے سکتا، وہ گرام پنچایت کی تمام تجاویز کو حکومت سے منظور کرواتا ہے۔

گرام پنچایت کے فرائض: گرام پنچایت کے حسب ذیل لازمی فرائض ہیں:

1) دیہاتوں میں سڑکوں، پلوں، ڈیم وغیرہ کی تعمیر، مرمت ونگہداشت کرنا
2) راستوں پر روشنی کا انتظام کرنا
3) ڈرینیج کا انتظام، کچرا اور ٹھرے ہوئے پانی کے گڑھوں کی صفائی کا انتظام کرنا
4) قبرستان، شمشان گھاٹ کا انتظام کرنا
5) مردہ جانوروں اور انسانوں کی آخری رسومات ودفین کا انتظام کرنا
6) متعدی بیماریوں جیسے ملیریا، ہیضہ وغیرہ سے تحفظ کا انتظام کرنا
7) سرائے خانوں کی تعمیر اور ان کی نگہداشت کرنا

اس کے علاوہ گرام پنچایت حسب ذیل اختیاری فرائض انجام دیتی ہے:

1) مسافروں کے لئے سہولتیں پہنچانا
2) سڑکوں کے دونوں جانب درخت لگانا
3) ابتدائی تعلیم، گھریلو مصنوعات اور صحتِ عامہ کا انتظام کرنا
4) دواخانوں کا قیام عمل میں لانا
5) کھیل کود اور تفریح وغیرہ کا انتظام کرنا
6) کتب خانوں کا قیام عمل میں لانا
7) بہتر طریقہ کی کاشت کاری کی تشہیر کرنا وغیرہ

ذرائع آمدنی: گرام پنچایت کی آمدنی کے مختلف ذرائع ہوتے ہیں، مختلف قسم کے ٹیکس جیسے مکانات کا ٹیکس، پیشہ وارانہ ٹیکس، جائیداد پر ٹیکس، سواریوں اور زمین کا ٹیکس وغیرہ۔ اس کے علاوہ ضرورت پڑنے پر ضلع پریشد سے مالی امداد بھی حاصل ہوتی ہے، اس کی تمام آمدنی کو گرام پنچایت کے فنڈس میں رکھا جاتا ہے جو مختلف دیہی پروگراموں پر صرف کی جاتی ہے۔ تمام دیہی پنچایتوں پر ریاستی حکومت کا کنٹرول اور نگرانی ہوتی ہے۔ پنچایت کے انتخابات ریاستی عہدیدار کی نگرانی میں منعقد ہوتے ہیں۔ ریاستی حکومت اختیارات کا غلط استعمال کرنے پر انھیں معطل کر سکتی ہے۔ اس طرح سرپنچ، نائب سرپنچ قانون کی خلاف ورزی یا اختیارات کے غلط استعمال پر ریاستی حکومت کے ذریعہ ہٹائے جا سکتے ہیں۔ ریاستی حکومت کی جانب سے ملنے والی عام امداد کے علاوہ حکومت بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والی گرام پنچایتوں کو نقد انعام بھی دیتی ہے۔

8.7 کل ہند خدمات (All India Services)

ساری دنیا میں روزمرہ حکومتیں نظم ونسق کا بوجھ مستقل سیول عملہ اٹھاتا ہے۔ پارلیمنٹ قوانین بناتی ہے اور وزراء پالیسیاں تشکیل دیتے ہیں جب کہ سیول عملہ قوانین اور پالیسیوں کو نافذ کرتا ہے۔ سماجی و معاشی ترقی اور قومی تعمیر میں سیول عملہ ایک آلہ ہے۔ حکومتی عمل میں سیاسی عاملہ انتظامی اہرام کی اونچی چوٹی پر ہوتی ہے اور یہ بدلتی رہتی ہے۔ جمہوریت میں انتخاب کے ساتھ سیاسی عاملہ بدلتی ہے۔ کبھی ایک جماعت تو کبھی دوسری جماعت حکومت بناتی ہے۔ لیکن انتظامی عاملہ مستقلاً کام کرتا ہے۔ ان کی خدمات مستقل ہوتی ہیں جو تقرر سے وظیفہ پر سبکدوشی تک انتظامی قانون کے مطابق خدمات انجام دیتے ہوئے حکومتی پالیسیوں اور پروگراموں کو نافذ کرتے ہیں۔

ہندوستان میں کل ہند خدمات برطانوی حکومت کی دین ہیں۔ 1851ء میں برطانوی حکومت نے روزمرہ نظم ونسق کو چلانے کے لئے انڈین سیول سرویس (ICS) اور انڈین پولیس سرویس (IPS) کی بنیاد ڈالی تھی۔ ان خدمات کے لئے بھرتی صرف انگریز اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد سے کی جاتی تھی۔ ہندوستانیوں کو ان خدمات کے لئے غیر موزوں قرار دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے امتحان بھی لندن میں منعقد کئے جاتے تھے۔ جدوجہد آزادی کی تحریک جب زور پکڑی اور ہندوستانیوں نے ان خدمات میں اپنے حصہ کا مطالبہ کرنا شروع کیا تو اس کے امتحان بہ یک وقت لندن اور دہلی میں منعقد ہونے لگے۔ اس کے باوجود ہندوستانیوں کی ان امتحانات میں کامیابی تقریباً ناممکن ہی تھی۔ آئی۔ سی۔ ایس کا امتحان پاس کرنے والے پہلے ہندوستانی کام سریندر بنرجی تھا۔ انگریزوں پر مشتمل انڈین سیویل سرویس (ICS) کا عملہ برطانوی حکومت کے لئے ایک اعصا تھا جس کے ذریعہ برطانوی حکومت ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک نظم ونسق اور امن عامہ کو قائم کر سکتی تھی۔ اسی لئے انڈین سیول سرویس کو "ہندوستان کا فولادی چوکٹھا" (Steel Frame of India) کہا گیا تھا۔ آزادی کے بعد غلامی کی اس علامت کا نام بدل کر انڈین اڈمنسٹریٹیو سرویس (IAS) رکھا گیا۔ 1979ء میں آخری ICS عہدیدار کے وظیفہ پر سبکدوشی کے بعد اب اس کا وجود ہی ختم ہو گیا ہے۔

سیول ملازمین حکومت کے وہ ملازمین ہوتے ہیں جو سیاسی جماعتوں کی بدلتی قسمت کے ساتھ نہیں بدلتے۔ وہ عوام کے ووٹ کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی قابلیت، صلاحیت اور اہلیت کی بنیاد پر مسابقتی امتحانات میں منتخب ہو کر حکومت کی جانب سے فراہم کی جانے والی خصوصی

تربیت حاصل کرتے ہیں۔ایک مرتبہ ان کا تقرر ہوتا ہے تو وہ وظیفہ پر سبکدوشی تک خدمات انجام دیتے ہیں۔وہ پارٹی سیاست سے دُور رہ کر حکومت میں خدمات انجام دیتے ہیں۔اس لئے کل ہند خدمات کی جماعت پیشہ ور ماہرین کی جماعت ہوتی ہے۔

ہندوستان میں سول خدمات کو تین حصوں میں بانٹا گیا ہے۔(1)کل ہند خدمات(2)مرکزی خدمات اور(3)ریاستی خدمات۔کل ہند خدمات کا انتخاب، بھرتی اور تربیت کا انتظام یونین پبلک سرویس کمیشن(UPSC)کرتا ہے جب کہ ریاستی خدمات کے لئے یہ کام ریاستی پبلک سرویس کمیشن انجام دیتا ہے،دستور کے 14ویں حصے میں دفعات310تا313سیول خدمات سے متعلق ہیں۔دفعہ 312 کے مطابق نئے کل ہند خدمات انڈین فارسٹ سرویس،انڈین میڈیکل اور ہیلت سرویس،انڈین سرویس آف انجینئرس ،انڈین اگریکلچرل سرویس اور انڈین ایجوکیشن سرویس کا قیام 1961ء میں عمل میں لایا گیا۔

کل ہند خدمات میں چند جائیدادوں کو ترقی کے ذریعہ اور چند جائیدادوں کو راست بھرتی کے ذریعہ پر کیا جاتا ہے۔UPSC راست بھرتی کے لئے ہر سال اشتہار کے ذریعہ قابل واہل افراد سے درخواستیں طلب کرتا ہے اور ابتدائی(Preliminary)امتحان منعقد کرتا ہے۔اس میں کامیاب نوجوانوں کو اصل(Main)امتحان میں شرکت کی اجازت ہوتی ہے اور اس امتحان میں کامیاب نوجوانوں کا انٹرویو کے ذریعہ انتخاب عمل میں آتا ہے۔

منتخبہ نوجوانوں کو ان کی صلاحیت اور امتحان میں حاصل رینک کی بنیاد پر IAS یا IPS یا دیگر خدمات کی تربیت کے لئے متعلقہ مراکز تربیت کو روانہ کیا جاتا ہے اور دو سال کی تربیت کے بعد انھیں حکومتی نظم ونسق سے منسلک کیا جاتا ہے۔یہ پروقار عہدے اور پرکشش بااختیار ملازمتیں ہوتی ہیں جن کی ہر اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان تمنا کرتا ہے۔IAS کے لئے منتخب امیدواروں کو مسوری میں لال بہادر شاستری نیشنل اکیڈمی آف اڈمنسٹریشن اور IPS کے لئے منتخب امیدواروں کو حیدرآباد میں واقع سردار ولبھ بھائی پٹیل نیشنل پولیس اکیڈمی کو تربیت کے لئے بھیجا جاتا ہے۔

8.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

عزیز طلبا،اس اکائی میں آپ نے:

- دستور کی وفاقی خصوصیات کا جائزہ لیا۔
- دستور کی وحدانی خصوصیات کو سمجھا۔
- مرکز۔ریاست تعلقات کا جائزہ لیا۔
- سرکاریہ کمیشن رپورٹ کا مطالعہ کیا۔
- پنچھی کمیشن رپورٹ کا مطالعہ کیا۔

8.9 کلیدی الفاظ (Keywords)

مربوط عدالتی نظام (Integrated Judicial System)

دستور مرکز اور ریاستوں کے لئے مشترکہ واحد مربوط عدالتی نظام فراہم کرتا ہے۔ سپریم کورٹ آف انڈیا عملی سطح پر کام کرتی ہے۔ ریاستی سطح پر ہائی کورٹس اور دیگر عدالتیں ہائی کورٹس کے ماتحت کام کرتی ہیں۔

ریپبلک (Republic)

دیباچہ ہندوستان کو جمہوریہ قرار دیتا ہے۔ ہندوستان میں کسی بادشاہ یا نامزد سربراہ کے ذریعہ حکومت نہیں چلائی جاسکتی ہے بلکہ ہندوستان میں ایک منتخب سربراہ مملکت (صدر ہند) ہوتا ہے جو 5 سال کی مقررہ مدت کے لیے اقتدار سنبھالتا ہے۔

8.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

8.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1۔ درج ذیل میں سے ہندوستان کا دستور ہندوستان کی ریاستوں میں سے کس کی ضمانت دیتا ہے؟

(a) علاقائی سلامیت (b) اقتدار اعلیٰ

(c) مرکز سے علیحدگی کا حق (d) ان میں کوئی نہیں

2۔ درج ذیل میں سے کس سے سرکاریہ کمیشن کا تعلق ہے؟

(a) مرکز ریاست تعلقات (b) انتخابی اصلاحات

(c) بدعنوانی (d) آزادی

3۔ دستور ہند میں کون سے دفعات مرکز ریاست تعلقات کے لیے وقف ہیں؟

(a) دفعات 245 سے 300 تک (b) دفعات 250 سے 300 تک

(c) دفعات 255 سے 305 تک (d) دفعات 260 سے 310 تک

4۔ ریاستوں میں برسرخدمت کل ہند خدمات کے عملہ کا انتخاب، تربیت اور تقرری کون کرتا ہے؟

(a) ریاستی حکومت (b) مرکزی حکومت

(c)مقامی حکومت (d)ان میں سے کوئی نہیں۔

5۔مالیاتی کمیشن کو قائم کرنے کا اختیار کس کو ہے؟

(a)وزیر مالیات (b)صدر جمہوریہ

(c)وزیر اعظم (d)مرکزی کابینہ

6۔مرکز اور ریاست کے مالی تعلقات اور حساب کتاب پر نگرانی کے لیے دستور ہند نے کس عہدے کو قائم کیا ہے؟

(a)مالیاتی کمیشن (b) کمپٹرولر اور آڈیٹر جنرل

(c)وزیر مالیات (d)ان میں کوئی نہیں۔

7۔سرکاریہ کمیشن کس وزیر اعظم کے دور حکومت میں قائم ہوا تھا؟

(a)جواہر لال نہرو (b)اندرا گاندھی

(c)مورارجی دیسائی (d)اٹل بہاری واجپائی

8۔ریاستی فہرست میں کتنے موضوعات ہیں؟

61(a) 66(b)

70(c) (d)ان میں کوئی نہیں۔

9۔مشترکہ فہرست میں کتنے موضوعات ہیں؟

47(a) 51(b)

61(c) 70(d)

10۔کب پورا ملک وحدانی شکل اختیار کر لیتا ہے؟

(a)قومی ایمر جنسی کی وقت (b)ریاستی ایمر جنسی کے وقت

(c)مالیاتی ایمر جنسی کے وقت (d)ان میں سے کوئی نہیں۔

8.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

1. دستور کی وفاقی خصوصیت بیان کیجیے۔
2. مرکزاور ریاست کے انتظامی تعلقات پر روشنی ڈالیے۔
3. سرکاریہ کمیشن رپورٹ پر ایک نوٹ لکھیے۔
4. دستور کی وحدانی خصوصیت بیان کیجیے۔
5. مالیاتی کمیشن پر ایک نوٹ لکھیے۔

8.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

7 مرکز ریاست تعلقات کا جائزہ لیجیے۔

8 مرکزاور ریاست کے مالیاتی تعلقات بیان کیجیے۔

9 مرکز ریاست تعلقات میں کل ہند خدمات کا جائزہ لیجیے۔

معروضی سوالات کے جوابات:

1۔	(d)	2۔	(a)	3۔	(a)	4۔	(b)	5۔	(b)
6۔	(b)	7۔	(b)	8۔	(b)	9۔	(b)	10۔	(a)

اکائی۔9 جمہوری لامرکزیت: مقامی حکومت

(Democratic Decentralization: Local Government)

اکائی کے اجزا

9.0 : تمہید

9.1 : مطالعہ کے مقاصد

9.2 : جمہوری لامرکزیت کے عناصر

9.3 : جمہوری لامرکزیت کا تصور

9.4 : ہندوستان میں جمہوری لامرکزیت کی ارتقائی ترقی

9.5 : ہندوستان میں مقامی حکومت میں جمہوری لامرکزیت

9.5.1 : دیہی علاقوں میں جمہوری لامرکزیت

9.5.2 : شہری علاقوں میں جمہوری لامرکزیت

9.5.3 : ہندوستان کے قبائلی اور شیڈیول علاقوں میں جمہوری لامرکزیت

9.5.4 : شیڈیول ایریاز پنچایت کی توسیعی قانون کے مقاصد

9.6 : اکتسابی نتائج

9.7 : نمونہ امتحانی سوالات

9.7.1 : معروضی جوابات کے حامل سوالات

9.7.2 : مختصر جوابات کے حامل سوالات

9.7.3 : طویل جوابات کے حامل سوالات

9.7.4 : مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

9.0. تمہید (Introduction)

21ویں صدی کے آغاز کو جمہوری لامرکزیت کی طرز حکمرانی کے فروغ کے نام سے جانا جاتا ہے، جسے جمہوریت میں اصلاحات اور تبدیلیاں لانے کے لیے ایک حکمت عملی اور فلسفے کے طور پر تصور کیا گیا۔ چنانچہ ان تبدیلیوں نے شفافیت، جوابدہی اور ذمہ داری جیسے اوصاف کو فروغ دیا ہے اور بہتر حکمرانی کو یقینی بنایا۔ آج کے دور میں لامرکزیت اور جمہوریت ترقیاتی مباحثے کے سب سے اہم موضوعات بن چکے ہیں۔ جسے تیز رفتار سماجی تبدیلی اور ترقیاتی سرگرمیوں کے موجودہ تناظر میں، دفتر شاہی کے خاتمے اور لامرکزیت کو عالمگیریت، آزاد منڈی اور نجکاری کے جدید رجحانات سے نمٹنے کے لیے زیادہ موزوں سمجھا گیا ہے۔ چونکہ جمہوری لامرکزیت میں منتخب حکام ایسے فیصلے کرنے کے قابل ہوتے ہیں جو مقامی ضروریات کو پورا کرتے ہیں، جنہیں دارالحکومتوں میں تیار کیے گئے ترقیاتی پروگراموں میں اکثر نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ جب مقامی رہائشی اپنے ترقیاتی منصوبوں کو اپنی شناخت کا حصہ سمجھنے لگتے ہیں، تو وہ ان کی دیکھ بھال، مرمت اور تجدید زیادہ محنت اور توجہ سے کرتے ہیں۔ اس بہتر دیکھ بھال کے نتیجے میں ترقی کا عمل زیادہ پائیدار بن جاتا ہے۔

9.1 مقاصد (Objective)

جیسا کہ ہم جانتے ہیں ہندوستان کے آزاد ہوتے ہی جمہوری لامرکزیت تیزی سے ترقی کرنے لگی تھی جس کے نتیجہ میں ہندوستان میں کئی کمیٹیاں قائم کیں اور ترمیمات بھی کئی گیں تاکہ کے جمہوری لامرکزیت کو فروغ دیا جاسکے۔ جو مقامی حکومت کو خود مختار بناتی ہے۔ تاہم اس مطالعہ کے مقاصد حسب ذیل ہیں۔

- اس اکائی کا مقصد طلباء کو جمہوری لامرکزیت کے تصور سے متعارف کروانا ہے۔
- طلباء کو ہندوستان میں جمہوری لامرکزیت کی ارتقائی ترقی سے روشناس کروانا ہے۔
- اس مطالعہ کا مقصد طلباء کو ہندوستان میں مقامی حکومت میں جمہوری لامرکزیت سے آگاہی کروانا ہے۔
- طلباء کو ہندوستان میں مقامی حکومت میں جمہوری لامرکزیت کے بارے میں بتانا ہے۔

9.2 جمہوری لامرکزیت کے عناصر (Elements of Democratic Decentralization)

جمہوری لامرکزیت کی ضرورت مختلف عوامل کی وجہ سے محسوس کی گئی۔

پہلا، عوام کو بنیادی سہولیات جیسے خوراک، رہائش اور پانی فراہم کرنے کے لیے انتظامیہ کے مقامی یونٹس کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسرا، زیادہ تر ترقی پذیر ممالک کی آبادی دیہی علاقوں میں رہتی ہے، جو قومی دارالحکومت سے دور ہوتے ہیں، لہٰذا ان علاقوں کو قومی اداروں سے جوڑنے کے لیے انتظامیہ کو دیہی سطح تک پہنچانا ضروری ہے۔ تیسرا، کئی ممالک میں نسلی، لسانی اور مذہبی تنوع پایا جاتا ہے، جس کے پیش نظر انتظامیہ کو ان علاقائی خصوصیات کے مطابق منظم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

چوتھا، اگر علاقائی اور مقامی وسائل کو ترقیاتی مقاصد کے لیے مؤثر طریقے سے استعمال کرنا ہو، تو ضروری ہے کہ انتظامیہ کو نچلی سطح پر منتقل کیا جائے تاکہ مقامی منصوبہ بندی اور ترقی ممکن ہو سکے۔ پانچواں، عدم مرکزیت کا سیاسی اور انتظامی لحاظ سے بھی اپنا ایک منفرد مقام ہوتا ہے۔ سیاسی طور پر، مقامی سطح پر عوامی شرکت سے مقامی ضروریات اور مسائل کو بہتر انداز میں اجاگر کرنے کا موقع ملتا ہے، جو قابل بقاء ترقی کے لیے معاون ثابت ہوتا ہے۔

9.3 جمہوری لامرکزیت کا تصور (Concepts of Democratic Decentralization)

جمہوری لامرکزیت وہ عمل ہے جس میں حکومتی اختیارات اور وسائل کو اعلیٰ سطح سے نچلی سطح پر منتقل کیا جاتا ہے۔ 'جمہوری لامرکزیت' کی اصطلاح کو 'انتظامی لامرکزیت' سے الگ سمجھا جاتا ہے۔ چونکہ جمہوری لامرکزیت کا تصور انتظامی لامرکزیت سے زیادہ وسیع ہے۔ جمہوری لامرکزیت اس بات کا تصور پیش کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو قومی، علاقائی اور مقامی سطح پر حکومت کے ساتھ شامل کیا جائے۔ یہ لوگوں کے اس حق کی نمائندگی کرتی ہے کہ وہ مقامی فلاح و بہبود کے لیے اپنے منصوبے خود تیار کریں اور انہیں آزادانہ طور پر نافذ کریں۔

انتظامی لامرکزیت کی بنیاد انتظامی عملے خاص طور پر نچلی سطح پر کی گئی کارکردگی، پہل قدمی اور تیز رفتاری کی ضرورت پر رکھی گئی ہے۔ انتظامی لامرکزیت کا مطلب منصوبوں کو نافذ کرنے کی آزادی کا حق ہے اور اس میں انتظامی عملے کے لیے منصوبہ بندی کے حق کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

'جمہوری لامرکزیت' کی اصطلاح کو 'جمہوری مرکزیت' سے بھی الگ سمجھنا چاہیے۔ چونکہ جمہوری مرکزیت، جمہوریت اور مرکزیت کو یکجا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ مرکز کی جانب مائل ہوتی ہے، جس میں مقامی سطح کے اختیار کو مکمل طور پر اعلیٰ سطح پر منتقل کر دیا

جاتا ہے۔ دوسری جانب، جمہوری لامرکزیت مرکز گریز ہوتی ہے، جو اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ اختیار کو اعلیٰ سطح سے نچلی سطح کی طرف منتقل کیا جائے۔ جمہوری لامرکزیت کا تصور اور اسے کے اصول جمہوری مرکزیت کے خیال کی نسبت زیادہ وسیع طور پر لاگو ہوتے ہیں۔ جمہوری لامرکزیت کا بنیادی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جمہوریت کے دائرے کو وسیع کیا جائے، اور نچلی سطح کی نمائندہ عوامی اداروں کو اختیار اور خود مختاری دی جائے۔ اس کے علاوہ، جمہوری لامرکزیت اور مقامی خود حکومت ایک ہی چیز نہیں ہیں۔ اگرچہ دونوں کا مقصد عوام کی زیادہ سے زیادہ شرکت اور ان کے معاملات کے انتظام میں زیادہ خود مختاری فراہم کرنا ہے، لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ جمہوری لامرکزیت ایک سیاسی نظریہ ہے جبکہ مقامی خود حکومت اس کا ادارہ جاتی شکل ہے۔

جمہوری لامرکزیت ایک تصور ہے جس کے ذریعے مقامی خود حکومت کو مزید جمہوری بنایا جاتا ہے تاکہ اس کو خود امختار، ذمہ دار، فیصلہ سازی میں پہل قدمی کے قابل بنایا جائے جس سے وہ مقامی علاقے کے معاملات کے انتظام میں خود مختاری سے کام کر سکیں۔ لامرکزیت کو سماجی، اقتصادی اور سیاسی ترقی کے لیے ایک ضروری عنصر سمجھا جاتا ہے۔ یہ سماجی ہم آہنگی، اجتماعی روح اور سیاسی استحکام کو فروغ دیتا ہے۔ لامرکزیت بذات خود کوئی حتمی مقصد نہیں بلکہ اس کا انحصار ان حالات پر ہوتا ہے جن میں یہ عمل وقوع پذیر ہوتا ہے۔ جمہوریت اس کی نشوونما اور تکمیل کے لیے بہترین ماحول فراہم کرتی ہے۔

9.4. ہندوستان میں جمہوری لامرکزیت کی ارتقائی ترقی Evolution and Progress of Democratic Decentralization in India

آزادی کے بعد ہندوستان نے جمہوری طرز حکومت کو اپنایا۔ درحقیقت، ہندوستان میں جمہوری ادارے نوآبادیاتی دور میں ہی پروان چڑھنے لگے تھے۔ چونکہ جمہوریت سے متعلق دفعات کو 1909، 1919 اور 1935 کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹس کے تحت شامل کیا گیا۔ دستور ساز اسمبلی میں تفصیلی غور وخوض کے بعد، آزادی کے بعد 1950 میں ہندوستان میں جمہوری طرز حکومت کو متعارف کرایا گیا۔

ہندوستان میں مہاتما گاندھی، جواہر لال نہرو اور جے پرکاش نارائن نے جمہوریت کو ایسی حکومت قرار دیا جو "عوام کو طاقت فراہم کرتی ہے"۔ گاندھی جی کا کہنا تھا کہ "حقیقی جمہوریت چند افراد کے ذریعے اعلیٰ سطح سے نافذ نہیں کی جا سکتی، بلکہ اسے ہر گاؤں کے لوگوں کے ذریعے نچلی سطح سے نافذ کیا جانا چاہیے"۔ ان کے مطابق، جمہوریت اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک اسے نچلی سطح سے مضبوط نہ کیا جائے۔

ہندوستان میں پنچایتی راج ادارے جمہوری لامرکزیت کا دنیا بھر میں ایک مثالی نمونہ پیش کرتے ہیں۔ لامرکزیت کے بنیادی نکتے پر مجموعی طور پر تین نظریات پائے جاتے ہیں۔ بلونت رائے مہتا کمیٹی رپورٹ (1957) نے بلاک سطح کو عوام کے سب سے قریب قرار دیا۔

سکھمائے چکرورتی رپورٹ(1984) ،جو منصوبہ بندی کے لامرکزیت سے متعلق تھی،نے ضلع کو بھی مناسب سطح قرار نہیں دیااور اسے منصوبہ بندی کے لیے بہت چھوٹا سمجھا۔تاہم،اشوک مہتا کمیٹی رپورٹ (1978) نے واضح طور پر ضلع کی سطح کو ترجیح دی، کیونکہ تاریخی طور پر یہ مقامی انتظامیہ کا مرکز رہا ہے،اور منصوبہ بندی اور دیگر متعلقہ امور کے لیے درکار مہارت اسی سطح پر میسر ہو سکتی ہیں،اس سے نچلی سطح پر نہیں۔دنتوالا رپورٹ (1978) نے بلاک سطح پر منصوبہ بندی اور ہنومتاراؤ رپورٹ (1984) نے ضلعی منصوبہ بندی کی حمایت کی اور اس نظریے کی تائید کی۔سیاسی جماعتوں میں بھی یہ سوچ پختہ ہو چکی تھی کہ ریاستی سطح سے لامرکزیت کے پہلے مرحلے کے لیے ضلع سب سے مناسب انتظامی اکائی ہے۔

بلونت رائے مہتا کمیٹی رپورٹ کا بنیادی زور جمہوری اداروں کی لامرکزیت پر تھا، جس کا مقصد فیصلہ سازی کے مراکز کو عوام کے قریب منتقل کرنا تھا تاکہ مقامی عوامی کنٹرول کے تحت ان کی فعال اور مسلسل شمولیت کو یقینی بنایا جا سکے۔اشوک مہتا کمیٹی کی بنیادی دلیل یہ تھی کہ انتظامی سطح پر لامرکزیت عوام کے قریب ہونا ایک عملی ضرورت ہے۔بلونت رائے مہتا کمیٹی رپورٹ اور اشوک مہتا کمیٹی رپورٹ دونوں کو ہندوستان میں جمہوری لامرکزیت کی تاریخ میں سنگ میل قرار دیا جا سکتا ہے۔جن کی بنیاد پر ہندوستان میں مقامی سطح پر پہلی بار جمہوری لامرکزیت کو فوقیت دی گئی۔

73ویں اور 74ویں آئینی ترمیمات کے نفاذ کے بعد لامرکزیت کو جمہوری شکل دی گئی اور جمہوریت کا دائرہ کار وسیع کر کے خواتین، پسماندہ طبقات،شیڈیولڈ ٹرائب،شیڈیول کاسٹ اور دلتوں کو نچلی سطح پر شمولیت کا موقع فراہم کیا گیا۔اس سے قبل، بااثر سماجی طبقات مقامی خود حکومتی اداروں پر مکمل طور پر حاوی تھے، جس سے جمہوریت کے اصل مقصد کو نقصان پہنچتا تھا۔جمہوریت کو معاشرتی حقیقت سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔جس تصور کو حقیقی جمہوریت (Substantive Democracy) کہا جا سکتا ہے۔گزشتہ دو دہائیوں میں، ہندوستان میں حقیقی جمہوریت کو جمہوری مباحثے میں نمایاں مقام حاصل ہوا ہے۔اتنا ہی نہیں بلکہ لوگوں میں جمہوریت کو لے کر شعور پیدا کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔

9.5 ہندوستان میں مقامی حکومت میں جمہوری لامرکزیت (Democratic Decentralization Local Government in India)

آزادی کے بعد سے نچلی سطح کی حکمرانی ہندوستان میں منصوبہ بندی کے عمل کا ایک اہم مسئلہ رہی ہے،البتہ بلونت رائے مہتا کمیٹی رپوٹ 1957ء کے بعد مقامی حکومتوں میں تبدیلیاں دیکھنے کو ملی، خاص طور پر 1959 میں پنچایتی راج کے آغاز کے بعد سے۔اگر دوسری

طرف اس کی عمل آوری کا جو تصور سالوں میں پروان چڑھا، وہ اب بھی محدود پیمانے پر نافذ ہو رہا ہے۔ یہ محسوس کیا گیا کہ ہندوستان میں ترقیاتی کوششیں مساوات کے مسائل اور غریبوں کی ترقی کو مؤثر طریقے سے حل نہیں کر سکیں۔

لہٰذا، ترقیاتی اقدامات کو غریبوں اور نچلی سطح کے طبقات کی بہتری اور مقامی حکومت کی خود مختاری کو یقینی بنانے لیے 73 ویں اور 74 ویں آئینی ترمیم کو عمل میں لایا گیا۔ 73 ویں اور 74 ویں آئینی ترمیمی ایکٹ ہندوستان میں لامرکزی طرز حکمرانی کے قیام کی جانب اہم پیش رفت ثابت ہوئے۔ 73 ویں آئینی ترمیم دیہی مقامی اداروں میں اصلاحات سے متعلق ہے، جبکہ 74 ویں آئینی ترمیم شہری مقامی اداروں میں اصلاحات پر مرکوز ہے۔ ان ترامیم نے دیہی اور شہری مقامی حکومتوں کو آئینی حیثیت دی۔ چونکہ جمہوری لامرکزیت (Democratic Decentralization) کے مؤثر طریقے سے کام کرنے کے لیے، نچلی سطح پر منتخب اداروں کے پاس خاطر خواہ اختیارات اور وسائل (مالی اور انتظامی) ہونا لازمی تھا۔ اس کے علاوہ، مضبوط احتسابی نظام تشکیل دینا ضروری ہے تاکہ بیوروکریٹس کو منتخب نمائندوں کے سامنے جوابدہ بنایا جا سکے اور منتخب نمائندے عوام کے سامنے جوابدہ رہیں۔

ان ایکٹس کا مقصد ایک طرف منصوبہ بندی کے عمل میں عوامی شمولیت کو رسمی طور پر یقینی بنانا ہے اور دوسری طرف اختیارات اور ذمہ داریوں کو براہ راست عوام کو منتقل کرنا ہے۔ ان ترامیم نے طویل عرصے سے موجود مسائل جیسے کہ لامنظم انتخابات، جبر، ناکافی نمائندگی، اختیارات کی محدود منتقلی، انتظامی اور مالی خود مختاری کی کمی، اور ناکافی وسائل جیسے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔

9.5.1. دیہی علاقوں میں جمہوری لامرکزیت (Democratic Decentralization in Rural Areas)

آزادی کے بعد، ہندوستان کی ترقیاتی حکمت عملی کا بنیادی نکتہ دیہی ترقی رہا ہے۔ دیہی ترقیاتی پروگراموں کا مقصد دیہی غریب عوام کے معیارِ زندگی کو بہتر بنانا ہے، تاکہ وہ ترقیاتی عمل میں فعال شرکت کے ذریعے اپنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کر سکیں۔ ترقیاتی پروگرام اس وقت زیادہ کامیاب ہوتے ہیں جب ہدف شدہ گروہ اور عام عوام ترقیاتی فیصلوں کے مختلف مراحل میں شرکت کریں۔

دیہی عوام کی ترقیاتی عمل میں شمولیت، فیصلہ سازی اور لامرکزیت پر مبنی منصوبہ بندی کو فروغ دینے کے لیے ہندوستان کی حکومت نے 1992 میں 73 ویں آئینی ترمیم متعارف کرائی، جس کے ذریعے پنچایتی راج اداروں کو آئینی حیثیت دی گئی۔ اس ترمیم کے تحت، پنچایتوں کو مقامی خود حکومتی ادارے تصور کیا گیا ہے، تاہم ان کے اختیارات اور افعال کا انحصار ریاستی مقننہ کی مرضی پر ہے۔ پہلی بار خود حکمرانی کا نظام پنچایت سطح پر متعارف کرایا گیا، جس میں مقامی منصوبہ بندی کی بنیاد رکھی گئی۔

گرام پنچایت کو منصوبہ بندی کی ذمہ داری سونپی گئی، جو عوام کی شرکت سے گرام سبھا کے ذریعے انجام دی جاتی ہے۔ یہ ترمیم ضلعی سطح سے نچلی سطح تک لامرکزی طرزِ حکمرانی کو فروغ دیتی ہے اور عوامی شمولیت پر مبنی ادارے ضلع، بلاک اور گاؤں کی سطح پر قائم کرتی ہے۔ اس

کے تحت پنچایتی راج اداروں کو اختیارات اور ذمہ داریوں کا ایک جامع پیکیج دیا گیا۔ گیارہویں شیڈول میں 29 موضوعات شامل کیے گئے، جنہیں پنچایتی راج اداروں کو منتقل کیا گیا۔

پنچایتی راج ادارے سماجی انصاف اور اقتصادی ترقی سے متعلق منصوبوں کی منصوبہ بندی اور نفاذ کے ذمہ دار ہیں۔ اس آئینی ترمیم کے تحت ریاستی الیکشن کمیشن اور ریاستی مالیاتی کمیشن کے قیام کی بھی گنجائش رکھی گئی۔ ریاستوں میں ان کمیشنز کے قیام کے بعد، دیہی علاقوں میں جمہوری لامرکزیت کے عمل میں نمایاں بہتری آئی۔

اس کے علاوہ اس میں کچھ لازمی احکامات شامل کیے گئے جن پر تمام ریاستوں کو عمل کرنا ضروری ہے۔ اس کے تحت گرام سبھا کا قیام، تین سطحی پنچایتی راج نظام (گرام پنچایت، پنچایت سمیتی، اور ضلع پریشد) کا قیام لازمی قرار دیا گیا۔ تمام سطحوں پر اراکین کا انتخاب براہ راست عوام کے ذریعے ہوگا، جبکہ تحصیل اور ضلع سطح پر پنچایتوں کے چیئرپرسن کے عہدے کے لیے بالواسطہ انتخاب ہوں گے۔ انتخاب لڑنے کے لیے کم از کم عمر 21 سال ہونی چاہئے۔ شیڈیولڈ کاسٹ (SCs) اور شیڈیولڈ ٹرائب (STs) کے لیے ان کی آبادی کے تناسب سے اور خواتین کے لیے ایک تہائی نشستیں مخصوص ہوں گی۔ ہر پنچایت کی مدت پانچ سال ہوگی اور تحلیل ہونے کی صورت میں چھ ماہ کے اندر نئے انتخابات کروانے لازمی ہوں گے۔ ریاستی الیکشن کمیشن (SEC) کا قیام ضروری ہوگا جو پنچایتی انتخابات منعقد کرائے گا، جبکہ ریاستی مالیاتی کمیشن (SFC) ہر پانچ سال بعد تشکیل دیا جائے گا تاکہ پنچایتوں کے مالی وسائل کا جائزہ لے سکے۔ یہ لازمی احکامات ہندوستان میں پنچایتی راج نظام کو یکساں اور مؤثر بنانے کے لیے ضروری ہیں، تاکہ اختیارات کی تقسیم اور مقامی خود مختاری کو یقینی بنایا جاسکے۔

9.5.2. شہری علاقوں میں جمہوری لامرکزیت (Democratic Decentralization in Urban Areas)

ہندوستان میں "شہری مقامی حکومت" کی اصطلاح اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ شہری علاقوں کی حکمرانی عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے کی جاتی ہے۔ شہری مقامی حکومت کا دائرہ اختیار ایک مخصوص شہری علاقے تک محدود ہوتا ہے، جسے اس مقصد کے لیے ریاستی حکومت کے ذریعے مقرر کیا جاتا ہے۔

ہندوستان، دیگر ترقی پذیر ممالک کی طرح، حالیہ دہائیوں میں تیز رفتار شہری ترقی کے عمل سے گزر رہا ہے۔ جس سے ملک کے شہری بنیادی ڈھانچے پر شدید دباؤ پڑ رہا ہے۔ تاہم، پنچایتوں کی طرح شہری بلدیاتی ادارے بھی مقامی حکومت کے مؤثر یونٹس کے طور پر کام نہیں کر رہے، جس کی بنیادی وجوہات ساختی، عملی اور مالیاتی رکاوٹیں ہیں۔

وقتاً فوقتاً، کئی کمیٹیاں اور کمیشنز تشکیل دیے گئے تاکہ ان اداروں کو مؤثر بنانے کے لیے تجاویز دی جاسکیں۔ تقریباً تمام کمیٹیوں نے شہری مقامی حکومتوں (Urban Local Bodies - ULBs) کو مضبوط کرنے کی سفارش کی۔

ان سفارشات کو مدنظر رکھتے ہوئے اور شہری طرزِ حکمرانی کو مستحکم کرنے کے لیے، ہندوستانی پارلیمنٹ نے 1992 میں 74ویں آئینی ترمیمی ایکٹ منظور کیا۔ اس ترمیم کے احکامات حصہ IXA میں شامل ہیں، جو یکم جون 1993 کو نافذ ہوا۔ اس طرح، اس نے شہری علاقوں میں مقامی خود مختار حکومتی یونٹس کو آئینی حیثیت دی۔ اس ترمیم کے ذریعے نہ صرف شہری مقامی حکومتوں کو آئینی درجہ دیا گیا، بلکہ ان کے جمہوری ڈھانچے، وسائل اور اختیارات کو مستحکم کرنے کے لیے دیگر اقدامات بھی شامل کیے گئے۔ یہ آئینی ترمیم شہری لامرکزیت کو مؤثر بنانے اور شہری علاقوں میں ایک جمہوری طرزِ حکمرانی کے قیام کو فروغ دینے کے لیے ایک اہم پیش رفت سمجھی جاتی ہے۔ 1992 کے 74ویں آئینی ترمیمی ایکٹ کے تحت مختلف سطحوں پر میونسپل اداروں کو اختیارات اور اتھارٹی کی منتقلی کے لیے ایک بنیادی ڈھانچہ فراہم کیا گیا ہے۔ تاہم، اسے عملی شکل دینے کی ذمہ داری ریاستوں پر عائد ہوتی ہے۔

74ویں آئینی ترمیمی ایکٹ کے ذریعے ہندوستانی آئین میں نیا حصہ IX-A شامل کیا گیا ہے۔ یہ حصہ "میونسپلٹیز " کے عنوان سے شامل کیا گیا ہے اور اس میں آرٹیکل 243 P-سے 243 ZG-تک کے احکامات موجود ہیں۔ اس کے علاوہ، اس ایکٹ کے تحت آئین میں ایک نیا بارہواں شیڈیول (Twelfth Schedule) بھی شامل کیا گیا، جس میں میونسپلٹیوں کے 18 افعال (functional items) درج ہیں۔

9.5.3 ہندوستان کے قبائلی اور شیڈیول علاقوں میں جمہوری لامرکزیت:

آئین کے پانچویں اور چھٹے شیڈول کے تحت قبائلی عوام کے مفادات، خود مختاری اور حقوق کے تحفظ کے لیے خصوصی انتظامات کیے گئے ہیں۔ پانچواں شیڈول قبائلی اکثریتی علاقوں کو شیڈیولڈ ایریاز کے طور پر نامزد کرنے اور ریاستی سطح پر قبائلی مشاورتی کونسل (Tribal Advisory Council) کے قیام کا تصور پیش کرتا ہے۔ جبکہ چھٹا شیڈول خود مختار ضلعی کونسلوں اور خود مختار علاقائی اداروں کے قیام کی گنجائش فراہم کرتا ہے، جنہیں قانون سازی، عدالتی، انتظامی اور مالیاتی اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔

دیہی اور شہری علاقوں کی طرح قبائلی اور شیڈیول علاقوں کو بہتر بنانے کے لیے۔ 1995 حکومتِ ہند نے دلیپ سنگھ بھوریا کمیٹی تشکیل دی، تاکہ یہ طے کیا جاسکے کہ قبائلی اور شیڈیولڈ علاقوں میں پنچایتی راج اداروں سے مشابہہ ڈھانچے کیسے ترتیب دیے جاسکتے ہیں؟

کمیٹی سفارشات میں ہر آبادی کمیونٹی میں ایک گرام سبھا ہوگی، جو قدرتی وسائل پر کنٹرول کرے گی، تنازعات کو حل کرے گی اور اس کے تحت موجود اداروں جیسے اسکولز اور کوآپریٹوز کا انتظام سنبھالے گی۔ گرام سبھا کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ایک گرام پنچایت تشکیل دی جائے گی، جو مقامی سطح پر ترقیاتی امور کی نگرانی کے ساتھ ساتھ نچلی سطح پر حل نہ ہونے والے تنازعات کے لیے اپیلیٹ اتھارٹی کے طور پر بھی کام کرے گی۔ اس کے بعد بلاک یا تحصیل سطح کا ادارہ ہوگا، جو کمیٹی کی تجویز کردہ اگلی سطح کا انتظامی ڈھانچہ ہوگا۔ اس کے علاوہ، کمیٹی نے چھٹے شیڈول کے تحت قبائلی علاقوں کے لیے خود مختار ضلعی کونسل کے قیام کی بھی سفارش کی ہے، جو قانونی، انتظامی اور عدالتی اختیارات رکھے گی، تاکہ ان علاقوں میں مؤثر حکمرانی اور مقامی خود مختاری کو یقینی بنایا جاسکے شامل ہیں۔ بھوریا کمیٹی نے ان تین سطحوں کے اختیارات اور افعال کی تفصیل سے سفارش کی ہے۔

کمیٹی نے عام طور پر یہ تجویز بھی کی ہے کہ شیڈیولڈ اور قبائلی علاقوں کو ایسے مناسب اختیارات دیے جائیں، تاکہ وہ ان مسائل سے نمٹ سکیں جیسے قرضوں میں اضافہ، اراضی کی لا قانونی منتقلی، جنگلات کی کٹائی، ماحولیاتی انحطاط، صنعتی کاری اور جدیدیت کی وجہ سے نقل مکانی، محصولاتی پالیسی، شراب اور منشیات کی لت، آبی وسائل وغیرہ۔

بھوریا کمیٹی کی سفارشات کے مطابق 24 دسمبر 1996 کو ایک ایکٹ منظور کیا گیا، جس کے تحت آئین کے حصہ IX کے متعلقہ احکام کو شیڈیولڈ علاقوں تک توسیع دی گئی۔ مقامی خود حکومتی ایک ایسا طریقہ ہے جس سے لامرکزیت کی حکومتی ساخت کو عملی جامہ پہنایا جا سکتا ہے۔

بھوریا کمیٹی کی سفارشات 1995 میں پیش کی گئیں، جس کے بعد شیڈیولڈ ایریاز (PESA) ایکٹ 1996 وجود میں آیا تاکہ ہندوستان کے شیڈیولڈ علاقوں میں بسنے والے قبائلیوں کے لیے خود مختار حکمرانی کو یقینی بنایا جاسکے۔

.9.5.4. شیڈیول ایریاز میں پنچایت کی توسیعی قانون کے مقاصد (PESA):

1۔ پنچایت سے متعلق آئین کے حصہ IX کی دفعات کو کچھ ترمیم کے ساتھ طے شدہ علاقوں میں بڑھانا۔

2 . قبائلی آبادی کے بڑے حصے کو خود مختاری فراہم کرنا۔

3 . شراکتی جمہوریت کے ساتھ گاؤں کی حکمرانی اور گرام سبھا کو تمام سرگرمیوں کا مرکز بنانا۔

4 . روایتی طریقوں کے مطابق ایک مناسب انتظامی ڈھانچہ تیار کرنا۔

5 . قبائلی برادریوں کی روایات اور رسم و رواج کی حفاظت اور تحفظ۔

6 . قبائلی ضروریات کے مطابق مخصوص اختیارات کے ساتھ مناسب سطح پر پنچایتوں کو بااختیار بنانا۔

7.اعلی سطح پر پنچایتوں کو گرام سبھا کی نچلی سطح پر پنچایتوں کے اختیارات اور اختیارات کو سنبھالنے سے روکنا۔

المختصر یہ کہ ان تمام آئینی ترامیم کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ مقامی سطح پر نئی نسل کی قیادت ابھر کر سامنے آئی ہے، جو سماج کے پسماندہ طبقات سے تعلق رکھتی ہے۔ جمہوریت کے وہ فوائد جو اب تک ان طبقات سے چھینے گئے تھے، اب انہیں فراہم کیے گئے ہیں۔ 73ویں اور 74ویں آئینی ترمیمی ایکٹ نے دیہی اور شہری علاقوں میں مقامی خود حکومتی اداروں کو جمہوری بنایا اور مقامی سطح پر حقیقی جمہوریت کا آغاز کیا۔ مقامی حکومت کہ ان قوانین نہ صرف ہندوستان میں بلکہ دُنیا بھر میں مقبولیت حاصل ہے۔ ان ترمیمات اور قوانین نے جمہوری لامرکزیت کو مقامی سطح پر عملی جامع پہنایا ہے۔

9.6. اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

اس اکائی میں ہم نے؛

- جمہوری لامرکزیت کے تصور کے متعلق جانکاری حاصل کیا۔
- ہندوستان میں جمہوری لامرکزیت کی ارتقائی ترقی کا جائزہ لیا۔
- اس مطالعہ میں ہم نے ہندوستان میں مقامی حکومت میں جمہوری لامرکزیت کا احاطہ کیا۔
- اس کے علاوہ ہندوستان میں مقامی حکومت میں جمہوری لامرکزیت کا تفصیلی مطالعہ کیا۔

9.7. نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Question)

9.7.1. معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Type Answer Question)

73.1ویں آئینی ترمیم کا تعلق کس سے ہے؟

(a)پنچایت راج (b) شہری مقامی حکومت

(c)مرکزیت سے (d)ان میں سے کوئی نہیں

2.ہندوستان میں پنچایتی راج نظام کو کس سال متعارف کرایا گیا تھا؟

1979 (b) 1955 (a)

1959 (d) 1966 (c)

3.ہندوستان میں مقامی حکومت کو آئینی درجہ کس آئینی ترمیم کے تحت دیا گیا تھا

(a)44ویں (b) 42ویں

(c)73ویں (d)76ویں

74.4ویں آئینی ترمیم کا تعلق کس سے ہے؟

((a)پنچایت راج (b)شہری مقامی حکومت

(c)مرکزیت سے (d)ان میں سے کوئی نہیں

.5.شیڈیول ایریاز میں پنچایت کی توسیعی قانون کس سال عمل میں آیا(PESA-ACT)؟

1994 (a) 1998 (b)

1992 (c) 1996 (d)

6.کس کمیٹی کے سفاشات پر(PESA-ACT)کو عمل میں لایا گیا؟

(a) بلونت رائے مہتا کمیٹی (b)دلیپ سنگھ بھوریا کمیٹی

(c)دنتوالا رپورٹ (d) اشوک مہتا کمیٹی

7. جمہوری لامرکزیت کس سطح کے حکومت بااختیار بناتی ہے؟

(a)قومی سطح کو (b) ریاستی سطح کو

(c)مقامی سطح کو (d) ان میں سے کوئی نہیں

8.بلونت رائے مہتا کمیٹی کا تعلق کس سے ہے؟

(a)مرکزی حکومت سے (b) ریاستی حکومت سے

(c)پنچایت راج سے (d)ان میں سے کوئی نہیں

9.ان میں سے کس کمیٹی کا تعلق مقامی شہری حکومت سے نہیں ہے؟

(a) بلونت رائے مہتا کمیٹی (b)دلیپ سنگھ بھوریا کمیٹی

(c)دنتوالا رپورٹ (d) یہ تمام سبھی

10.کون سا حکومتی سطح عوام کے سب سے قریب ہوتی ہے؟

(a)مرکزی حکومت (b) ریاستی حکومت

(c)مقامی حکومت (d)عدلیہ

9.7.2. مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Question)

1. جمہوری لامرکزیت کے تصور پر روشنی ڈالیے؟

2. ہندوستان میں جمہوری لامرکزیت کی ارتقائی ترقی پر ایک مختصر نوٹ تحریر کیجیے؟

3. شیڈیول ایریاز میں پنچایت کی توسیعی قانون کے مقاصد کی وضحت کیجیے(PESA)؟

4. جمہوری لامرکزیت کے عناصر کو مختصر بیان کیجیے؟

5. شہری علاقوں میں جمہوری لامرکزیت کی ترقی پر روشنی ڈالیے؟

9.7.3. طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Question)

1. جمہوری لامرکزیت کے تصور پر روشنی ڈالتے ہوئے ہندوستان میں اس کی ارتقائی ترقی کا جائزہ لیجیے؟

2. ہندوستان میں مقامی حکومت میں جمہوری لامرکزیت کی ترقی کا تنقیدی جائزہ لیجیے؟

3. قومی شیڈیول ایریاز میں پنچایت کی توسیعی قانون اور اس کے مقاصد پر ایک تفصیلی نوٹ تحریر کیجیے۔

معروضی سوالات کے جوابات:

1۔	(a)	2۔	(d)	3۔	(c)	4۔	(b)	5۔	(d)
6۔	(b)	7۔	(c)	8۔	(c)	9۔	(b)	10۔	(c)

اکائی۔10 سیاسی جماعتیں، علاقائی سیاست

(Party Politics, Regional Politics)

اکائی کی اجزا

10.0 تمہید

10.1 مقاصد

10.2 معنی

10.3 ہندوستان میں سیاسی جماعتیں

10.4 ہندوستان میں سیاسی جماعتوں کے کردار

10.5 ہندوستان میں سیاسی جماعتوں کو درپیش چیلنجز

10.6 علاقائیت کیا ہے؟

10.7 ہندوستان میں مختلف قسم کی علاقائی تحریکیں

10.8 ہندوستانی سیاست پر علاقائیت کے اثرات

10.9 علاقائی جماعتوں کا عروج

10.10 علاقائی جماعتوں کی درجہ بندی

10.11 سیاست میں علاقائی جماعتوں کا کردار

10.12 ہندوستان میں علاقائیت کے مختلف مظاہر

10.13 علاقائیت پر حکومت کی پالیسی

10.14 اکتسابی نتائج

10.15 کلیدی الفاظ

10.16 نمونہ امتحانی سوالات

10.16.1 معروضی جوابات کے حامل سولات

10.16.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

10.16.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

10.0 تمہید (Introduction)

آج کی جدید سیاست میں اہم ثالث سیاسی جماعتیں ہیں۔ سیاسی جماعتیں جدید حکومت کی تمام شکلوں میں ضروری ہو چکی ہیں، جن کے بغیر گورننس اور دیگر سیاسی سرگرمیاں ناممکن نظر آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہندوستان، ریاستہائے متحدہ امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، فرانس، ناروے اور سویڈن جیسے جمہوری ممالک ہو سکتے ہیں۔ چین، شمالی کوریا جیسا کمیونسٹ ملک ہو یا سنگاپور جیسا نیم جمہوری ملک۔ ان سب میں سیاسی جماعت کی موجودگی لازمی شرط بن گئی ہے۔ اسی لیے ہیرالڈ جے۔ لاسکی سیاسی جماعتوں کی اہمیت پر لکھتے ہیں کہ "کسی بھی جدید ریاست میں، آمریت کے علاوہ، پارٹی حکومت کا کوئی متبادل نہیں ہوتا۔ حکومت کو لیڈروں کی ضرورت ہوتی ہے، لیڈروں کو ان کے پیچھے منتشر عوام کی نہیں، جو مسائل کا آزادانہ انتخاب فراہم کرتی ہے۔ "عام لوگوں کے لیے"

جدید سیاست کے مطالعہ میں حالیہ دنوں میں سیاسی جماعتوں کی نوعیت، افعال، پارٹی سسٹم اور دیگر متعلقہ امور پر توجہ دی گئی ہے۔ اسی وجہ سے مغرب، یورپ اور شمالی امریکہ کی تقریباً ہر سیاسی جماعت پر ادبی اور تجزیاتی تبصرے لکھے گئے ہیں۔ ہندوستان سمیت ترقی پذیر ممالک کی بڑی سیاسی جماعتوں کے ساتھ بھی ایسی ہی ترقی ہوئی ہے۔ یہ مختلف ممالک کے سیاسی پارٹی نظاموں اور پارٹیوں کے ساتھ تیزی سے منسلک ہوتا جارہا ہے، جس کے نتیجے میں 'Soteriology' کی اصطلاح مقبول ہو رہی ہے۔

10.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کا مقصد طلبا کو،

- سیاسی جماعت کے کام کرنے کے معنی، تاریخی ترقی، نوعیت اور اصولوں کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔
- سیاسی جماعتی نظام سے متعلق اہم نظریات اور بڑی سیاسی جماعتوں کی نوعیت جیسے سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کی جائے گی۔
- بڑھتی ہوئی علاقائیت کے لیے ذمہ دار عوامل کا تجزیہ کریں۔ بڑھتی ہوئی علاقائیت کے ذمہ دار عوامل کا تعین کرنا۔
- علاقائی جماعتوں کے کردار کے بارے میں بیداری پیدا کرنا۔

10.2 معنی (Meaning)

جدید سیاسی نظام کے کامیاب کام کے لیے سیاسی جماعتیں ضروری ہیں۔ آج یہ ہر نظام حکومت میں ضروری عناصر بن چکے ہیں۔ خاص طور پر جدید جمہوری طرز حکمرانی، جسے موثر طرز حکمرانی کے طور پر شمار کیا جاتا ہے، سیاسی جماعتوں اور ایک صحت مند جماعتی نظام کے بغیر

تصور نہیں کیا جا سکتا۔ نمائندہ جمہوریت کا نظریہ جو کہ اب عام طور پر قبول کیا جاتا ہے، یہ ہے کہ جس شکل میں بھی ہو (پارلیمانی یا صدارتی جمہوریت) عوام کی خواہشات کے اظہار، مفاداتی گروہوں کی تشکیل اور قانونی حیثیت صرف سیاسی جماعتیں ہی پوری کرتی ہیں۔

لفظ "پارٹی" لاطینی لفظ "Partire" سے آیا ہے، جس کا مطلب ہے 'تقسیم'۔ اس طرح مختلف مفادات اور نظریات رکھنے والے طبقوں کے درمیان معاشرے میں تقسیم سے پارٹیاں وجود میں آئی ہیں۔ سیاسی جماعتیں ماضی میں اپنی منقسم نوعیت کی وجہ سے منقسم سمجھی جاتی رہی ہیں۔ تاہم، سیاسی جماعتوں نے وقت کے ساتھ ساتھ ایک معزز مقام حاصل کر لیا ہے، اور ان کی غیر موجودگی میں حکمرانی مشکل ہو جاتی ہے۔

ایک سیاسی پارٹی لوگوں کا ایک گروہ ہے جو ایک ہی اصولوں اور نظریے پر یقین رکھتا ہے اور ایک واضح مقصد رکھتا ہے۔ ان کا مقصد منصفانہ انتخابات کے ذریعے اپنے اراکین کو مقننہ اور عوامی دفاتر کے لیے منتخب کر کے اقتدار حاصل کرنا ہے، تاکہ وہ اپنے اصولوں پر عمل درآمد کر سکیں۔ وہ آئینی طریقوں پر یقین رکھتے ہیں اور معاشرے اور ریاست کے درمیان ایک کڑی کے طور پر کام کرتے ہیں۔

10.3 ہندوستان میں سیاسی جماعتیں (Political Parties in India)

ہندوستان میں ایک کثیر الجماعتی سیاسی نظام ہے، جہاں الیکشن کمیشن آف انڈیا (ECI) قومی اور ریاستی سطح پر سیاسی جماعتوں کو تسلیم کرتا ہے۔ تسلیم شدہ جماعتیں مخصوص نشانات، مفت نشریات کا وقت، انتخابی تاریخوں کے انتخاب میں مشاورت، اور انتخابی قانون سازی کی ترقی میں اثر و رسوخ جیسے فوائد سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔ دیگر جماعتوں کو الیکشن لڑنے کے لیے ECI کے ساتھ رجسٹر کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی رجسٹرڈ پارٹی لوک سبھا یا ریاستی اسمبلی کے انتخابات لڑنے کے لیے طے شدہ معیار کو پورا کرتی ہے، تو ECI اسے ایک تسلیم شدہ قومی یا ریاستی پارٹی کے طور پر فروغ دیتا ہے۔ ECI تسلیم شدہ جماعتوں کی حیثیت کا باقاعدگی سے جائزہ لیتا ہے۔

دیگر جمہوریتوں سے موازنہ کیا جائے تو ہندوستان میں جمہوری طرز حکمرانی کے تحت اپنی تاریخ کے دوران سیاسی جماعتوں کی ایک بڑی تعداد رہی ہے۔ یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ 1947 میں ہندوستان کے آزاد ہونے کے بعد 200 سے زیادہ پارٹیاں بنی تھیں۔ الیکشن کمیشن آف انڈیا کی 23 مارچ 2024 کی تازہ ترین اشاعتوں اور اس کے بعد کے نوٹیفیکیشن کے مطابق، 6 قومی پارٹیاں، 57 ریاستی پارٹیاں، اور 2,764 رجسٹرڈ غیر تسلیم شدہ جماعتیں ہیں۔

سمبلز آرڈر (Symbols Order) میں موجودہ ترمیم پانچ کلیدی اصولوں کو بیان کرتی ہے:

1) پارٹی چاہے قومی ہو یا ریاست، قانون سازی کی نمائندگی ہونی چاہیے۔
2) ایک قومی پارٹی کی لوک سبھا میں نمائندگی ہونی چاہیے، جبکہ ریاستی پارٹی کی ریاستی اسمبلی میں نمائندگی ہونی چاہیے۔
3) کوئی پارٹی صرف اپنے اراکین میں سے امیدوار نامزد کر سکتی ہے۔

4) ایک پارٹی جو اپنی پہچان کھو دیتی ہے وہ اپنی حیثیت دوبارہ حاصل کرنے کے لیے عارضی طور پر اپنے نشان کا استعمال جاری رکھ سکتی ہے، لیکن یہ تسلیم شدہ جماعتوں کے لیے دستیاب دیگر مراعات میں توسیع نہیں کرتا۔

5) پہچان صرف پارٹی کی انتخابی کارکردگی پر مبنی ہونی چاہیے، نہ کہ کسی دوسری تسلیم شدہ پارٹی کے الگ ہونے والے گروپ کے طور پر اس کی وابستگی پر۔

سیاسی جماعت کو قومی جماعت کے طور پر تسلیم کیا جاسکتا ہے اگر وہ درج ذیل میں سے کسی ایک معیار پر پورا اترے:

- لوک سبھا یا ریاستی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات کے دوران چار یا اس سے زیادہ ریاستوں میں کم از کم چھ فیصد درست ووٹ حاصل کرتا ہے۔
- کسی بھی ریاست سے عوام کے ایوان میں کم از کم چار نشستیں جیتنا؛ یا
- کم از کم تین مختلف ریاستوں سے منتخب ہونے والے عوام کے ایوان میں کل نشستوں میں سے کم از کم دو فیصد (11 نشستیں) جیتتا ہے۔

چھ قومی جماعتیں بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی)، انڈین نیشنل کانگریس (آئی این سی)، بہوجن سماج پارٹی (بی ایس پی)، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکسسٹ) (سی پی آئی-ایم)، عام آدمی پارٹی (اے اے پی)، اور نیشنل پیپلز پارٹی ہیں۔ (این پی پی)۔

ایک سیاسی جماعت کو ریاستی جماعت کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے اگر:

- لوک سبھا یا ریاستی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات کے دوران ریاست میں کم از کم چھ فیصد درست ووٹ حاصل کرتا ہے۔
- ریاست کی قانون ساز اسمبلی میں کم از کم دو نشستیں جیتنا؛ یا
- اسمبلی کی کل نشستوں کا کم از کم تین فیصد، یا کم از کم تین نشستیں، جو بھی زیادہ ہو جیتتا ہے۔

رجسٹرڈ غیر تسلیم شدہ سیاسی جماعتیں (Registered Unrecognized Political Party) وہ نئی رجسٹرڈ یا انتخابات میں کافی ووٹوں کے بغیر ریاستی پارٹی کے طور پر اہل ہونے کے لیے ہیں، بشمول وہ جماعتیں جنہوں نے کبھی الیکشن نہیں لڑا۔ ان کے پاس تسلیم شدہ جماعتوں کو دیے گئے کچھ فوائد کی کمی ہے۔

ہندوستانی پارٹی سسٹم کے مختلف مراحل (Different stages of the Indian party system)

❖ 1952-64 : قومی اتفاق رائے کا نہرو ین دور

کانگریس پارٹی غالب پارٹی تھی اور ہندوستانی جمہوریت بنیادی طور پر ایک جماعتی نظام تھی، جسے 'کانگریس سسٹم' بھی کہا جاتا ہے۔ کانگریس ایک ایسی پارٹی میں تبدیل ہوئی جو ایک بڑی چھتری کی طرح تھی جس کے نیچے تمام برادریوں، مفادات اور نظریات کو جگہ ملی۔ کانگریس کے ساتھ کئی چھوٹی پارٹیاں مقابلہ کر رہی تھیں لیکن انہوں نے بنیادی طور پر ایک قسم کے پریشر گروپ کے طور پر کام کیا۔

❖ 1964-77: ایک بے چین تبدیلی

جواہر لال نہرو کی موت کے بعد 1967 کے انتخابات نے کانگریس کے نظام کے غلبہ کو چیلنج کیا۔ کانگریس آٹھ ریاستوں میں اکثریت حاصل کرنے میں ناکام رہی اور لوک سبھا میں اس کی اکثریت 54 فیصد سیٹوں پر رہ گئی۔ پورے ملک میں علاقائی جماعتیں بڑھنے لگیں۔ کانگریس کی مایوس کن کارکردگی نے کانگریس کے اندر اقتدار کی کشمکش کا ایک سلسلہ شروع کیا۔

بالآخر 1969 میں پارٹی الگ ہو گئی اور اندرا گاندھی نے پارٹی اور حکومت دونوں میں اپنا تسلط قائم کر لیا۔ تاہم، گجرات میں مورارجی ڈیسائی اور بہار میں جے پی (جے پرکاش نارائن) جیسے کچھ لیڈروں نے کانگریس کی بدعنوانی اور من مانی حکمرانی کے خلاف کامیاب تحریکیں چلائیں۔ 1975 میں ان کی تحریک اپنے عروج پر پہنچی جب اندرا گاندھی نے ہندوستانی تاریخ میں پہلی اور واحد بار داخلی ایمرجنسی نافذ کرنے کا فیصلہ کیا۔

❖ 1977-80: نئے اتفاق رائے اور بڑھتے ہوئے اندرونی پارٹی تنازعات کا دور

1977 میں جنتا پارٹی کی قیادت میں ایک نیا اتحاد وجود میں آیا۔ اس کے نتیجے میں ہندوستان میں کثیر الجماعتی نظام کا ظہور ہوا۔ بہت سی چھوٹی پارٹیاں کسی نظریاتی اتفاق رائے کی بجائے کانگریس کے غلبے کا مقابلہ کرنے کے لیے اکٹھی ہوئیں۔ تاہم، نظریاتی طور پر مربوط پالیسی کے فقدان کی وجہ سے جنتا پارٹی کا خاتمہ ہوا اور کانگریس 1980 میں اقتدار میں آئی۔

❖ 1980-89: مرکز میں کانگریس اور ریاستی سطح پر نئی ابھرنے والی علاقائی جماعتوں کے درمیان محاذ آرائی

آرٹیکل 356 کے تحت صدر راج کا غلط استعمال۔ تاہم، علاقائی جماعتیں مضبوط ہوئیں اور مرکزی سیاست میں زیادہ آواز کا کردار ادا کرنے لگیں۔ آٹھویں لوک سبھا انتخابات (1984) میں، آندھرا پردیش کی ایک علاقائی پارٹی تیلگو دیشم اہم اپوزیشن پارٹی کے طور پر ابھری۔

❖ 1989 سے 2014: کثیر الجماعتی نظام اور اتحادی سیاست

راجیو گاندھی کی موت، بوفورس اسکینڈل اور معاشی بحران نے مخلوط حکومتوں کے دور کی بنیاد رکھی جو تقریباً پچیس سال تک جاری رہی۔ یہ دور اتحادی مجبوریوں سے متاثر ہوا اور کثیر الجماعتی نظام کی ترقی کی وجہ سے مخلوط سیاست کا جدید دور وجود میں آیا۔

- ✓ علاقائی جماعتوں کی ترقی نے 'رینبو' اتحادوں کی تشکیل کا باعث بنی ہے، جو کہ عارضی ہوتے ہیں۔ 1996-1999 کے درمیان تین عام انتخابات ہوئے جن میں عوام کا بہت بڑا پیسہ خرچ کیا گیا۔
- ✓ پالیسی کی جڑت اور بل بنانے میں تاخیر اتحاد کی وجہ سے ہوتی ہے، اور ہنگامی حالات میں ہم آہنگی میں تاخیر ہو سکتی ہے۔
- ✓ مخلوط حکومت فیصلہ سازی اور عمل درآمد میں رکاوٹ پیدا کر سکتی ہے۔
- ✓ اس اتحاد نے شمالی ہند کی سیاست کو ذات اور برادری کی بنیاد پر ووٹ بینک کے مقابلے میں بدل دیا ہے۔

اس کے برعکس، اتحادیوں کے دوران علاقائی پارٹیاں قومی جماعتوں پر ایک چیکنگ فورس بن گئیں، اقلیتوں کے تحفظ کے لیے جگہ کو بھرتی رہیں۔ اس نے ریاستوں میں علاقائی جماعتوں کو بااختیار بنایا اور ہندوستان کی وفاقیت کی جستجو کو فروغ دیا، جس سے 'انتخابی وفاقیت' کی ترقی ہوئی۔ 1996 سے، تئیں علاقائی پارٹیاں قومی سطح پر اقتدار میں شریک ہیں، اور اس عمل میں ہندوستانیت اور وفاقی انضمام کا جذبہ مضبوط ہوتا جا رہا ہے۔

❖ 2014 سے آج تک: یک جماعتی نظام کی بحالی

2014 کے عام انتخابات نے وزیر اعظم نریندر مودی کی قیادت میں بی جے پی کے غالب دور کا آغاز کیا۔ پارٹی نے اتحادی دور کے رجحان کو توڑتے ہوئے اپنے طور پر اکثریت حاصل کی۔ یہ غلبہ 2019 کے انتخابات میں بھی جاری رہا، جس نے ہندوستانی سیاست پر بی جے پی کا کنٹرول مضبوط کیا۔

تاہم حکومت اب بھی کئی سیاسی جماعتوں کے اتحاد سے قائم ہے۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ علاقائی جماعتوں کا نقطہ نظر اب تصادم کے موقف سے مرکز ریاست تعلقات کے حوالے سے تعاون پر مبنی سودے بازی کے رویے میں بدل رہا ہے۔ مالی مسائل اب مرکز اور ریاستی تعلقات کا بنیادی مرکز ہیں۔ آج علاقائی جماعتوں نے قومی یکجہتی اور قوم کی تعمیر کے عمل کو ایک نئی جہت دی ہے۔

علاقائی جماعتوں کا ہندوستان میں مرکز ریاست تعلقات کی نوعیت پر گہرا اثر رہا ہے۔ یہ ہندوستان جیسے کثیر النسل، کثیر نسلی، کثیر مذہبی اور کثیر لسانی معاشرے میں بالغ رائے دہی پر مبنی جمہوری نظام کا فطری نتیجہ ہیں۔ اس طرح ان کی ترقی جمہوریت کی پوری روح سے ہم آہنگ ہے۔

10.4 ہندوستان میں سیاسی جماعتوں کے کردار (Role of Political Parties in India)

سیاسی جماعتیں جمہوری نظام کے کام کے لیے ضروری ہیں، کیونکہ وہ نمائندگی، حکمرانی اور پالیسی سازی کے لیے ایک فورم فراہم کرتی ہیں۔

- ✓ سیاسی جماعتیں مختلف گروہوں کو سیاسی عمل میں حصہ لینے اور ان کے مفادات کی نمائندگی کو یقینی بنانے کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا کرتی ہیں۔
- ✓ جمہوری نظام کے کام کرنے کے لیے سیاسی جماعتیں ضروری ہیں۔ وہ شہریوں کو اپنے نمائندوں کا انتخاب کرنے اور انہیں جوابدہ ہونے کی اجازت دیتے ہیں۔
- ✓ پارٹیاں رائے دہندگان کو پالیسی کے مختلف اختیارات پیش کرتی ہیں، بحث کو فروغ دیتی ہیں، اور حکمرانی اور ترقی کے لیے متبادل فراہم کرتی ہیں۔
- ✓ سیاسی جماعتیں ایک منظم نظام حکومت بنا کر استحکام فراہم کرتی ہیں۔ وہ طاقت کی ہموار منتقلی اور پالیسی سازی میں تسلسل کو یقینی بناتے ہیں۔
- ✓ پارٹیاں شہریوں کو منظم کرتی ہیں، شرکت کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں، اور سیاسی مسائل کے بارے میں بیداری پیدا کرتی ہیں، اس طرح ایک سیاسی طور پر فعال معاشرے کو فروغ ملتا ہے۔
- ✓ سیاسی جماعتیں متنوع گروہوں کو ایک پلیٹ فارم مہیا کر کے اور اتحاد کے احساس کو فروغ دے کر قومی یکجہتی کو فروغ دینے میں اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔
- ✓ فریقین سماجی تبدیلی کے لیے محرک ہو سکتے ہیں، پسماندہ برادریوں کی وکالت کر سکتے ہیں، اور سماجی، اقتصادی اور ماحولیاتی مسائل کو حل کر سکتے ہیں۔

10.5 ہندوستان میں سیاسی جماعتوں کو درپیش چیلنجز (Challenges Faced by Political Parties)

سیاسی جماعتوں کو داخلی جمہوریت، فنڈنگ میں شفافیت، سیاست کو مجرمانہ قرار دینے اور اتحادیوں کی حرکیات کا انتظام جیسے مسائل کا سامنا ہے۔

- متعدد سیاسی جماعتوں کی موجودگی ووٹوں کی تقسیم کا باعث بنتی ہے۔ اس سے مستحکم اکثریت حاصل کرنا اور حکومت بنانا مشکل ہو جاتا ہے۔
- سیاسی جماعتوں کو پیسے اور طاقت کے اثر و رسوخ سے متعلق چیلنجوں کا سامنا ہے۔ اس سے منصفانہ انتخابات اور جمہوری عمل کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔
- کچھ پارٹیوں میں خاندانی سیاست کی اہمیت اہلیت میں رکاوٹ بن سکتی ہے اور نئے لیڈروں اور نئے خیالات کے مواقع کو محدود کر سکتی ہے۔

- شناخت پر مبنی سیاست جیسے کہ ذات، مذہب اور علاقائیت کا استعمال پولرائزیشن کا باعث بن سکتا ہے اور جامع حکومت کی راہ میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔
- بعض جماعتوں کو داخلی جمہوریت سے متعلق چیلنجز کا سامنا ہے، جہاں فیصلہ سازی کی طاقت چند افراد یا خاندانوں تک محدود ہے۔
- کچھ سیاسی جماعتیں بدعنوانی اور سیاست کو مجرم بنانے کے مسائل سے دوچار ہیں۔ اس سے عوام کا اعتماد ختم ہوتا ہے اور نظام حکومت کمزور ہوتا ہے۔
- انتہائی نظریاتی پوزیشنوں اور پولرائزڈ مباحثوں کی موجودگی اتفاق رائے کی تعمیر اور موثر حکمرانی میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔

10.6 علاقائیت کیا ہے؟(What is Regionalism)

علاقائیت ایک مخصوص جغرافیائی خطے کے اندر لوگوں کی شناخت اور مقصد کے مشترکہ احساس کا اظہار ہے، جو اس کی منفرد زبان، ثقافت وغیرہ سے متحد ہے۔ مثبت معنوں میں، یہ لوگوں کو بھائی چارے اور یگانگت کا احساس پیدا کرنے کی ترغیب دیتا ہے جو کسی خاص علاقے کے مفادات کا تحفظ کرتا ہے اور ریاست اور اس کے لوگوں کی فلاح و بہبود اور ترقی کو فروغ دیتا ہے۔

منفی معنوں میں، اس کا مطلب کسی کے علاقے سے ضرورت سے زیادہ لگاؤ ہے جو ملک کے اتحاد اور سالمیت کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے۔ ہندوستانی تناظر میں عام طور پر 'علاقائیت' کی اصطلاح منفی معنوں میں استعمال ہوتی رہی ہے۔

علاقائیت کی وجوہات کیا ہیں(Causes of Growing Regionalism)

تاریخی اور جغرافیائی تنہائی، اندرونی بیرونی کمپلیکس جو قومیت اور مٹی کے بیٹے کے نظریے کی پرورش کرتا ہے غیر مساوی ترقی، کسی خطے کی مسلسل نظر اندازی اور اندرونی استعمار، قدرتی وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود کچھ خطے معاشی طور پر پسماندہ رہتے ہیں۔ دوسرے خطے کی قیمت پر ایک خطے کی ترقی یا بقا کے لیے اوپر سے نیچے کا غلط تصور۔ کسی ایسے نظریے کا مسلط کرنا جو اس نظریے سے متصادم ہو جو کسی خاص کے لوگ ایک عرصے سے رکھتے ہیں۔ لسانی خواہشات اور قومیت کا اظہار طویل عرصے سے علاقائیت کی مضبوط بنیاد بنے ہوئے ہیں۔

10.7 ہندوستان میں مختلف قسم کی علاقائی تحریکیں (Different types of Regional Movements)

سوپر اسٹیٹ علاقائیت(Supra-State Regionalism):اس قسم کی علاقائیت میں ریاستوں کا ایک گروپ شامل ہوتا ہے جو مشترکہ مفاد یا مسئلے کی بنیاد پر اکٹھے ہوتے ہیں، اکثر ریاستوں کے دوسرے گروپ یا یونین کے خلاف۔ ہندوستان کی شمال مشرقی ریاستیں اعلیٰ ریاستی علاقائیت کی ایک مثال ہیں جہاں ریاستوں نے اپنے مشترکہ تاریخی اور سماجی و ثقافتی پس منظر اور حکومت کی طرف سے نظر انداز کیے جانے کے ان کے تصور کی وجہ سے ایک مشترکہ محاذ تشکیل دیا ہے۔

بین ریاستی علاقائیت (Inter-State Regionalism): اس قسم کی علاقائیت میں ایک ہی صوبائی علاقے میں ایک یا زیادہ ریاستوں کی شناخت شامل ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ سے متعلق بھی ہے اور اکثر تنازعات کی صورت میں نکلتا ہے، جیسے کاویری کے پانی کی تقسیم پر کرناٹک اور تمل ناڈو کے درمیان تنازعات۔

اندرون ریاستی علاقائیت (Intra-state regionalism): اس قسم کی علاقائیت سے مراد ریاست کا وہ حصہ ہے جو خود شناخت اور ترقی کے لیے کوشاں ہے۔ مثال کے طور پر، اڈیشہ اور آندھرا پردیش میں، مخصوص ساحلی اور مغربی علاقوں میں اکثر علاقائیت کا احساس ہوتا ہے۔

10.8 ہندوستانی سیاست پر علاقائیت کے اثرات (Impacts of Regionalism on Indian Polity)

مثبت اثرات (Positive Impacts): مثبت علاقائیت علاقائی جماعتوں کے ظہور کا باعث بنتی ہے، جمہوریت کو فروغ دیتی ہے۔ لوگ مقامی رہنماؤں اور جماعتوں پر اعتماد کرتے ہیں، جس سے کسی ایک سیاسی ادارے کا غلبہ کم ہوتا ہے۔ مقامی رہنما علاقائی خدشات کو سمجھنے اور ان کو حل کرنے کا زیادہ امکان رکھتے ہیں۔ علاقائیت پالیسی سازوں کی توجہ مخصوص مسائل کی طرف مبذول کراتی ہے، ایسے حل کی سہولت فراہم کرتی ہے جن کے ساتھ ایک حکومتی یونٹ جدوجہد کر سکتا ہے۔ ایک علاقائی تناظر بہتر منصوبہ بندی، بنیادی ڈھانچے اور خدمات کی فراہمی کو فروغ دیتا ہے۔ یہ ثقافتی جڑوں میں فخر کو بھی فروغ دیتا ہے اور مقامی توجہ میں اضافے کے ذریعے نظرانداز کیے گئے فنون اور ثقافتوں کو زندہ کر سکتا ہے۔

منفی اثرات (Negative Impacts): تاہم، علاقائی تحریکیں پر تشدد مظاہروں کا باعث بن سکتی ہیں، امن وامان میں خلل ڈال سکتی ہیں اور ریاست اور ملک کی معیشت کو نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ علاقائیت بھی عسکریت پسندی کو بچا سکتی ہے، جس سے اندرونی سلامتی کو خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ یہ قومی مفادات سے متصادم ہو سکتا ہے، جیسا کہ بنگلہ دیش کے ساتھ معاہدوں پر مرکزی حکومت کے ساتھ مغربی بنگال کے اختلافات میں دیکھا گیا ہے۔ انتہائی علاقائیت قومی خود مختاری کو خطرہ ہے اور علیحدگی پسندی کا باعث بن سکتی ہے، جس کی مثال پنجاب میں خالصتانی دہشت گردی کے عروج سے ملتی ہے۔ مزید برآں، علاقائیت بین ریاستی کشیدگی اور مہاجر مخالف جذبات کو بھڑکا سکتی ہے، خاص طور پر مہاراشٹر جیسی معاشی طور پر خوشحال ریاستوں میں، جہاں غیر مقامی ملازمتوں کی اکثر مزاحمت کی جاتی ہے۔ مزید برآں، علاقائیت ووٹ بینک کی سیاست کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، جس سے قومی یکجہتی اور 'تنوع میں اتحاد' کے اصول کو نقصان پہنچتا ہے۔

10.9 علاقائی جماعتوں کا عروج (The rise of Regional Parties)

گزشتہ چار دہائیوں میں علاقائی پارٹیوں کی تعداد اور طاقت میں اضافہ ہوا ہے۔ ہندوستان میں علاقائی پارٹیوں کے عروج کو کئی عوامل سے منسوب کیا جا سکتا ہے، بشمول: ثقافتی اور نسلی تنوع، اقتصادی تفاوت اور علاقائی ترقی کا عدم توازن، بعض گروہوں کی تاریخی وجوہات کی بناء

پر اپنی شناخت کو برقرار رکھنے کی خواہش، معزول مہاراجوں کی خود غرضی اور بے دخل زمیندار، قومی سیاست کی علاقائی امنگوں کو حل کرنے میں ناکامی، زبان کی بنیاد پر ریاستوں کی تنظیم نو، علاقائی رہنماؤں کی کرشماتی اپیل، بڑی جماعتوں کے اندر دھڑے بندی، کانگریس پارٹی کے مرکزی رجحانات، مضبوط مرکزی اپوزیشن کی کمی، اور اثر ورسوخ۔ سیاست میں ذات پات اور مذہب کے ساتھ ساتھ قبائلی گروہوں میں بیگانگی اور عدم اطمینان۔

ہندوستانی علاقائی پارٹیاں عام طور پر ایک مخصوص ریاست یا علاقے کے اندر کام کرتی ہیں، انتخابی بنیاد اسی علاقے تک محدود ہوتی ہے۔ وہ علاقائی مفادات کو بیان کرتے ہیں اور مخصوص ثقافتی، مذہبی، لسانی یا نسلی گروہوں کے ساتھ ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ ان کی توجہ مقامی شکایات کو دور کرنے اور زبان، ذات، برادری یا علاقے سے متعلق بنیادی مطالبات کی وکالت پر ہے۔ یہ جماعتیں مقامی مسائل پر توجہ مرکوز کرتی ہیں اور مرکزی حکومت پر اثر انداز ہونے کی خواہش کے بغیر ریاستی سطح پر سیاسی طاقت حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ وہ ہندوستانی یونین کے اندر ریاستوں کے لیے زیادہ علاقائی خود مختاری چاہتے ہیں۔

8 قومی جماعتوں کے علاوہ ملک کی بیشتر بڑی جماعتوں کو الیکشن کمیشن نے 'ریاستی پارٹیوں' کے طور پر درجہ بندی کیا ہے۔ یہ عام طور پر علاقائی جماعتیں کہلاتی ہیں۔ پھر بھی ان جماعتوں کا نظریہ یا نقطہ نظر علاقائی ہونا ضروری نہیں ہے۔ ان میں سے کچھ پارٹیاں آل انڈیا پارٹیاں ہیں جو صرف چند ریاستوں میں کامیاب ہوئی ہیں۔ ہندوستانی معاشرے میں متعدد نسلی، ثقافتی، لسانی، مذہبی اور ذات پات کے گروہوں کی موجودگی علاقائی جماعتوں کی اصل اور ترقی کے لیے بڑی حد تک ذمہ دار ہے۔ ہندوستان میں علاقائی پارٹیاں شناخت، ریاستی حیثیت، خود مختاری اور ترقی وغیرہ جیسے مسائل پر مبنی ہیں۔

- خود مختاری میں ریاستوں کے لیے مزید اختیارات کا مطالبہ شامل ہے (جیسے جموں وکشمیر میں نیشنل کانفرنس)۔
- ریاستی حیثیت کا مطلب ملک کے اندر ایک آزاد ریاست کے لیے لڑنا ہے (جیسے تلنگانہ راشٹرا سمیتی نے علیحدہ تلنگانہ ریاست کا مطالبہ کیا ہے)۔
- شناخت میں کسی گروہ کے ثقافتی حقوق کی پہچان کے لیے لڑنا شامل ہے (جیسے مہاراشٹر میں شیو سینا یا ڈی ایم کے دلتوں کی شناخت کے لیے لڑ رہی ہے)۔
- ترقی میں علاقائی جماعتوں کا عقیدہ شامل ہوتا ہے کہ صرف وہی کسی خاص علاقے کے لوگوں کو ترقی دے سکتی ہیں۔
- بعض اوقات علاقائی جماعتیں انتخابی فائدے کے لیے یہ 'ثقافتی امتیاز' پیدا کرتی ہیں۔

10.10 علاقائی جماعتوں کی درجہ بندی (Classification of Regional Parties)

ہندوستان کی مختلف علاقائی جماعتوں کو درج ذیل میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

- ❖ وہ علاقائی جماعتیں جو علاقائی ثقافت اور نسل پر مبنی ہیں۔ان میں شرومنی اکالی دل، نیشنل کانفرنس، ڈی ایم کے، اے آئی اے ڈی ایم کے، تیلگو دیشم، شیوسینا، آسوم گناپریشد، میزو نیشنل فرنٹ، جھارکھنڈ مکتی مورچ وغیرہ شامل ہیں۔
- ❖ وہ علاقائی پارٹیاں جن کے پاس کل ہند نظریہ ہے لیکن ان کے پاس قومی انتخابی بنیاد نہیں ہے۔مثالیں انڈین نیشنل لوک دل، آل انڈیا فارورڈ بلاک، انقلابی سوشلسٹ پارٹی، سماج وادی پارٹی، نیشنل کانگریس پارٹی وغیرہ ہیں۔
- ❖ وہ علاقائی جماعتیں جو قومی پارٹیوں میں تقسیم ہو کر بنی ہیں۔مثال کے طور پر بنگلہ کانگریس، تلنگانہ پرجا سمیتی، ترنمول کانگریس، وائی ایس آر کانگریس وغیرہ۔
- ❖ وہ علاقائی جماعتیں جو انفرادی لیڈروں نے اپنی کرشماتی شخصیتوں کی بنیاد پر بنائی ہیں۔ان کو ذاتی نوعیت کی جماعتیں کہا جاتا ہے اور یہ قلیل المدتی ہیں۔لوک جن شکتی پارٹی، ہریانہ وکاس پارٹی، ہماچل وکاس کانگریس وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔

10.11 سیاست میں علاقائی جماعتوں کا کردار (The Role of Regional Parties in Politics)

مندرجہ ذیل نکات ہندوستان میں علاقائی جماعتوں کے کردار کو نمایاں کرتے ہیں:

- ○ وہ علاقائی سطح پر بہتر حکمرانی اور مستحکم حکومت فراہم کرتے ہیں۔انہوں نے ملک میں یک جماعتی غلبہ کے نظام کو چیلنج کیا اور ایک پارٹی کے غلبہ میں کمی کا باعث بنے۔
- ○ وہ مرکز اور ریاستی تعلقات کی نوعیت اور انداز پر گہرا اثر ڈالتے ہیں۔مرکز اور ریاستی تعلقات میں تناؤ کے علاقے اور زیادہ خود مختاری دینے کا مطالبہ مرکزی قیادت کو علاقائی اداکاروں کی ضروریات کے لیے زیادہ ذمہ دار بناتا ہے۔
- ○ وہ سیاست کو زیادہ مسابقتی بناتے ہیں اور سیاسی عمل میں عوامی شرکت کو نچلی سطح پر زیادہ وسیع کرتے ہیں۔وہ پارلیمانی اور اسمبلی دونوں انتخابات میں ووٹروں کے لیے انتخاب کو وسیع کرتے ہیں۔ ووٹر اس پارٹی کو ووٹ دے سکتے ہیں جس کا مقصد ریاست/علاقے کے مفاد کو فروغ دینا ہے۔
- ○ وہ لوگوں کے سیاسی شعور میں اضافہ کرتے ہیں اور سیاست میں ان کی دلچسپی بھی بڑھاتے ہیں۔وہ مقامی یا علاقائی مسائل کو توجہ میں لاتے ہیں جو فوری طور پر عوام کی توجہ مبذول کرواتے ہیں۔وہ مرکزی حکومت کے آمرانہ رجحانات کے خلاف موقع فراہم کرتے ہیں۔وہ بعض مسائل پر مرکز میں برسراقتدار پارٹی کی مخالفت کرتے ہیں اور غالب پارٹی کو تنازعات کے حل کے طریقہ کار میں زیادہ معقولیت پر مجبور کرتے ہیں۔
- ○ وہ پارلیمانی جمہوریت کے کامیاب کام میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔پارلیمانی جمہوریت میں، اقلیت کو اپنی بات کرنی چاہیے، اکثریت کو اپنا راستہ ہونا چاہیے، اور علاقائی پارٹیوں نے کچھ ریاستوں میں حکمران جماعتیں اور مرکز میں اپوزیشن پارٹیاں بن کر یہ کردار کامیابی سے ادا کیا ہے۔

- وہ چیف منسٹر کی تقرری اور برطرفی، آرڈیننس جاری کرنے اور صدر کے زیر غور بلوں کو محفوظ کرنے میں گورنروں کے متعصبانہ کردار کو بے نقاب کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اتحادی سیاست کے دور کے آغاز کے بعد علاقائی پارٹیوں نے قومی سیاست میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ وہ دوبارہ مرکز میں بننے والی مخلوط حکومتوں میں شامل ہو گئے اور قومی جماعتوں کے ساتھ اقتدار کا اشتراک کیا۔

10.12 ہندوستان میں علاقائیت کے مختلف مظاہر (Various manifestations of Regionalism)

- نئی ریاستوں کی تشکیل

ہندوستان میں علاقائیت نئی ریاستوں کے قیام سے ظاہر ہوتی ہے۔ لسانی ریاستوں کا تصور انتظامی اکائیوں کے طور پر قومی تحریک کے دوران سامنے آیا۔ تاہم، آزادی کے بعد، ریاستوں کو زبان کی بنیاد پر منظم نہیں کیا گیا تھا، جس کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر تحریکیں شروع ہوئیں۔ 1953 میں آندھرا پردیش کی تشکیل نے لسانی ریاستوں کے مطالبات کو بڑھادیا۔ نتیجتاً، فضل علی کی سربراہی میں تین رکنی ریاستی تنظیم نو کمیشن قائم کیا گیا، جس نے تنظیم نو کے لیے زبان کو معیار کے طور پر تجویز کیا۔ اس کے نتیجے میں 1956 کا ریاستی تنظیم نو ایکٹ ہوا، جس نے 14 ریاستیں اور 6 مرکز کے زیر انتظام علاقے قائم کیے۔ اس کے بعد، بین ریاستی اقتصادی اور ترقیاتی تفاوت نے نئی ریاستوں کے قیام پر اکسایا، بشمول اتر پردیش سے اتراکھنڈ، بہار سے جھارکھنڈ، مدھیہ پردیش سے چھتیس گڑھ، اور آندھرا پردیش سے تلنگانہ۔

- ریاست کے مخصوص مظاہر

ذیلی علاقائی تحریکیں مختلف ریاستوں میں معاشی تفاوت کی وجہ سے ابھریں، جیسے مہاراشٹر میں ودربھ، گجرات میں سوراشٹر، اتر پردیش میں بندیل کھنڈ، اور مغربی بنگال میں دارجلنگ۔

دراوڑ ناڈو: یہ تحریک 1960 کی دہائی میں عروج پر پہنچی، غیر ہندی بولنے والی جنوبی ہندوستانی ریاستوں کے لیے ایک الگ خود مختار ریاست کی تلاش میں۔ تاہم، اس نے تمل ناڈو سے باہر بہت کم حمایت حاصل کی اور ایک بڑی قوم کے اندر ایک مخصوص علاقے کے حقوق کی وکالت کرتے ہوئے علاقائیت کی مثال دی ہے۔

شمال مشرق میں علاقائیت: شمال مشرق جغرافیائی تنہائی، نسلی تنوع، آزاد تاریخوں، اور اقتصادی تفاوت سے نشان زد ہے، جس کی وجہ سے شناخت پر مبنی تنازعات، ذیلی قوم پرستی اور شورش ہوتی ہے، خاص طور پر ناگالینڈ میں اس کے علیحدگی پسند مطالبات، جیسا کہ اس کے ساتھ ساتھ آسام میں بوڈولینڈ جیسی تحریکیں۔

خالصتان تحریک: 1980 کی دہائی میں ابھرنے والی، اس تحریک کا مقصد پنجاب میں سکھوں کا ایک علیحدہ وطن قائم کرنا تھا، جو علاقائیت کی عکاسی کرتا ہے لیکن اکثر اسے فرقہ وارانہ سمجھا جاتا ہے، کیونکہ یہ بنیادی طور پر سکھ برادری کے مفادات کو پورا کرتی ہے۔

مقامی افراد کو ترجیح پالیسی: ہریانہ اور آندھرا پردیش جیسی ریاستوں میں حالیہ قوانین جو نجی شعبے کی ملازمتوں میں مقامی نوجوانوں کے لیے 100% تک تحفظات پیش کرتے ہیں، علاقائیت اور 'زمین کے بیٹے' نظریے کی عکاسی کرتے ہیں، مقامی مفادات کو ترجیح دیتے ہیں اور ان کی روزی روٹی کا تحفظ کرتے ہیں۔

بین ریاستی تنازعات، سرحدی تنازعات، بیلگام پر کرناٹک اور مہاراشٹر، کیرالہ اور کرناٹک کا سرگوڈ سے متعلق، آسام اور میگھالیہ کے درمیان چھ سیکٹر میں بارہ تنازعات، دریائے نرمدا جس میں مدھیہ پردیش، مہاراشٹر، گجرات اور راجستھان شامل ہیں، تامل ناڈو، کیرالہ اور کرناٹک کے درمیان دریائے کاویری وغیرہ دوسرے مختلف مظاہر ہیں۔

10.13 علاقائیت پر حکومت کی پالیسی (Government's Policy on Regionalism)

کوئی باقاعدہ پالیسی نہیں ہے۔ ہم مختلف علاقائی تحریکوں کے کیس اسٹڈیز کا تجزیہ کرکے پالیسی کے عناصر کو تلاش کر سکتے ہیں۔ ہم مندرجہ ذیل رجحانات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

- حکومت کسی بھی تصوراتی حل کو قبول کرنے کے لیے تیار ہے۔ ہندوستان کی غیر متناسب وفاقیت اس طرح کے مطالبات کو پورا کرنے کی بڑی گنجائش فراہم کرتی ہے۔ تاہم، ایک پابندی ہے۔۔ تمام حل آئین کے دائرہ کار میں ہونے چاہئیں۔
- حکومت مذاکرات کے لیے تیار ہے، لیکن ہتھیاروں کے ساتھ کوئی بات نہیں۔ اگر مخالف فریق طاقت کا استعمال کرے گا تو حکومت زیادہ طاقت استعمال کرے گی۔
- سیاسی اور اقتصادی پیکجز کی پیشکش کا معمول ہے۔
- اتل کوہلی نے مشاہدہ کیا کہ ہندوستان میں علاقائی تحریکیں ایک الٹی U-کرو کی نمائش کرتی ہیں، جو ابھرتی ہوئی چوٹی تک اور پھر زوال پذیر ہوتی ہیں۔ اس منحنی خطوط کی اونچائی اس تحریک کو حاصل ہونے والی عوامی اور بیرونی حمایت کی سطح پر منحصر ہے۔

10.14 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

- اس اکائی کہ مطالعہ کے بعد ہم نے،
- سیاسی جماعت کے کام کرنے کے معنی، تاریخی ترقی، نوعیت اور اصولوں کی وضاحت کیا۔
- سیاسی جماعتی نظام سے متعلق اہم نظریات اور بڑی سیاسی جماعتوں کی نوعیت جیسے سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کی۔
- بڑھتی ہوئی علاقائیت کے لیے ذمہ دار عوامل کا تجزیہ کیا۔
- بڑھتی ہوئی علاقائیت کے ذمہ دار عوامل کا تعین کیا۔
- علاقائی جماعتوں کے کردار کے بارے میں بیداری لانے کی کوشش کی گئی۔

10.15 کلیدی الفاظ (Keywords)

متعصب: کسی خاص سیاسی جماعت کا مضبوط حامی، پالیسی کے عہدوں سے قطع نظر اکثر وفاداری ظاہر کرتا ہے۔

دوطرفہ سازی: مشترکہ مقاصد کے حصول کے لیے دو بڑی سیاسی جماعتوں کے درمیان تعاون۔

دھڑے بندی: سیاسی جماعت کے اندر اندرونی تقسیم یا حریف گروپوں کا وجود۔

منشور: سیاسی جماعت کی پالیسیوں اور اہداف کا شائع شدہ اعلامیہ، عام طور پر انتخابات سے پہلے۔

گراس روٹس موومنٹ: ایک سیاسی تحریک جو پارٹی اشرافیہ کے بجائے عام شہریوں کے ذریعے چلائی جاتی ہے۔

لامرکزیت: مرکزی حکومت سے علاقائی یا مقامی حکومتوں کو اقتدار کی منتقلی کا عمل۔

خود مختاری: ایک علاقائی حکومت کی ملک کے اندر آزادانہ طور پر حکومت کرنے کی صلاحیت۔

وفاقیت: ایک سیاسی نظام جہاں مرکزی حکومت اور علاقائی حکومتوں کے درمیان طاقت کا اشتراک کیا جاتا ہے۔

منتقلی: ایک قومی حکومت سے علاقائی یا مقامی حکومتوں کو اختیارات کا وفد۔

علیحدگی پسندی: ایک تحریک جو کسی خطے کو الگ کرنے اور ایک آزاد ریاست بنانے کی وکالت کرتی ہے۔

10.16 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

10.16.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

(1) مندرجہ ذیل میں سے کون سی سیاسی جماعت کی اہم خصوصیت ہے؟

a) اس کی توجہ صرف اقتصادی پالیسیوں پر ہے۔

b) یہ سیاسی طاقت حاصل کرنے اور اسے برقرار رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

c) یہ صرف ایک فرد کی رائے کی نمائندگی کرتا ہے۔

d) یہ انتخابات میں حصہ نہیں لیتا

(2) کس قسم کا جماعتی نظام حکومت میں صرف ایک سیاسی جماعت کی موجودگی کی خصوصیت رکھتا ہے؟

a) کثیر الجماعتی نظام

b) دو جماعتی نظام

c) یک جماعتی نظام

d) مخلوط حکومت

(3) جمہوریت میں سیاسی جماعتوں کا بنیادی کام کیا ہے؟

a) ووٹر ٹرن آؤٹ میں اضافہ کرنا

b) فوجی حکمرانی قائم کرنا

c) لوگوں کے مفادات کی نمائندگی کرنا اور حکومتیں بنانا

d) اپوزیشن کی آوازوں کو محدود کرنا

(4) مندرجہ ذیل میں سے کون سا ملک دو جماعتی نظام کی پیروی کرتا ہے؟

a) ہندوستان

b) برطانیہ

c) چین

d) ریاستہائے متحدہ

(5) مخلوط حکومت اس وقت بنتی ہے جب:

a) ایک پارٹی مطلق اکثریت حاصل کرتی ہے۔

b) کسی ایک جماعت کو اکثریت حاصل نہیں ہوتی اور متعدد جماعتیں اکٹھی ہو جاتی ہیں۔

c) ایک آمریت قائم ہے۔

d) عدلیہ حکمرانی کا کنٹرول سنبھالتی ہے۔

(6) علاقائی جماعتیں عام طور پر توجہ مرکوز کرتی ہیں:

a) قومی سطح کے مسائل

b) عالمی گورننس

c) ریاست یا علاقے کے مخصوص مفادات

d) فوجی توسیع

(7) مندرجہ ذیل میں سے کون سی ہندوستان میں علاقائی سیاسی پارٹی کی مثال ہے؟

a) بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی)

b) انڈین نیشنل کانگریس (آئی این سی)

c) دراوڑ منیترا کزگم (ڈی ایم کے)

d) کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (سی پی آئی)

(8) علاقائی سیاسی تحریکیں اکثر اس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں:

a) معاشی اور ثقافتی فرق

b) ایک مضبوط مرکزی حکومت کی موجودگی

c) عالمگیریت

d) فوجی طاقت کا فقدان

(9) مندرجہ ذیل میں سے کون سی علاقائی جماعتوں کا نقصان ہے؟

a) وہ اکثر قومی خدشات کو نظر انداز کرتے ہوئے مقامی مسائل پر بہت زیادہ توجہ دیتے ہیں۔

b) وہ ملک کے اتحاد کو مضبوط کرتے ہیں۔

c) وہ ہمیشہ مرکزی حکومت کا حصہ ہوتے ہیں۔

d) وہ عالمی سیاست کو فروغ دیتے ہیں۔

(10) وفاقیت علاقائی سیاست کی حوصلہ افزائی کرتی ہے کیونکہ:

a) یہ مقامی حکومتوں کو فیصلہ سازی کا اختیار حاصل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

b) یہ ریاستی حکومتوں کو ختم کرتا ہے۔

c) یہ تمام طاقتوں کو مرکزیت دیتا ہے۔

d) یہ علاقائی سیاسی نمائندگی کو ختم کرتا ہے۔

10.16.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

(1) سیاسی جماعت کے معنی اور مفہوم کو واضح کریں۔

(2) ہندوستان میں سیاسی جماعتوں کے اغراض و مقاصد پر بحث کریں۔

(3) علاقائیت اور علاقائی جماعت کی وضاحت کریں۔

(4) ہندوستانی سیاست میں علاقائی جماعت کی اہمیت پر روشنی ڈالیں۔

(5) ہندوستانی سیاست پر علاقائیت کے مثبت اور منفی اثرات پر روشنی ڈالیں۔

10.16.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

(1) سیاست میں علاقائی جماعتوں کا کردار پر روشنی ڈالئے۔

(2) علاقائی جماعت کے عروج کا جائزہ لیجئے۔

(3) ہندوستان میں سیاسی جماعت کے درپیش چیلنجز پر مضمون لکھئے۔

معروضی سوالات کے جوابات:

1۔ (a)	2۔ (c)	3۔ (c)	4۔ (b)	5۔ (b)
6۔ (c)	7۔ (c)	8۔ (b)	9۔ (a)	10۔ (a)

اکائی 11۔ قومی یکجہتی چیلنجز اور سماجی انصاف کے مسائل

(National Integration and Social Justice: Issues and Challenges)

اکائی کے اجزا؛

11.0 تمہید

11.1 مقاصد

11.2 قومی یکجہتی اور سماجی انصاف: تعارف

11.3 نسلی، مذہبی اور لسانی تنوع: قومی یکجہتی کے لیے ایک چیلنج

11.4 اقتصادی اور سماجی ناہمواریاں: قومی یکجہتی میں رکاوٹ

11.5 قومی یکجہتی میں سیاسی اور انتظامی چیلنجز

11.6 قومی یکجہتی میں تعلیم اور میڈیا کا کردار

11.7 اکتسابی نتائج

11.8 کلیدی الفاظ

11.9 نمونہ امتحانی سوالات

11.9.1 معروضی سوالات کے حامل جوابات

11.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

9.3.11 طویل جوابات کے حامل سوالات

11.0 تمہید (Introduction)

کسی بھی ملک کی ترقی اور امن کے لیے آپس کا اتفاق اور بھائی چارہ بہت ضروری ہے، خاص طور پر ہندوستان جیسے بڑے اور مختلف رنگ و نسل والے ملک میں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ ملک کی اس مضبوطی کو کئی چیزیں کمزور کر رہی ہیں، جیسے کہ امیر اور غریب کے درمیان بڑھتا فرق، سماجی ناانصافی، سیاسی لڑائیاں، علاقائی اور مذہبی تعصب اور زبانوں کے اختلافات۔ اس کے علاوہ لوگوں کی ایک جگہ سے

دوسری جگہ منتقلی، ماحولیاتی مسائل اور کمزور حکمرانی بھی اس میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ اگرچہ ہمارا آئین ہمیں سب کو برابر سمجھنے اور مل جل کر رہنے کا درس دیتا ہے لیکن حقیقت میں ہمیں اب بھی بہت سے چیلنجز کا سامنا ہے۔ اس سبق میں ہم انہیں مسائل، ان کی وجوہات اور ان کے ممکنہ حل پر بات کریں گے تاکہ ہم اپنے ملک کو مزید متحد اور ترقی کی راہ پر گامزن کر سکیں۔

11.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد، آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

- قومی یکجہتی کی اہمیت کو سمجھ سکیں اور یہ کہ یہ کیسے امن، استحکام اور ترقی میں مدد دیتی ہے؟
- اہم چیلنجز کی شناخت اور تجزیہ کر سکیں جیسے معاشی عدم مساوات، سماجی ناانصافی، علاقائی تعصب، فرقہ واریت اور حکومتی ناکامیاں جو قومی اتحاد میں رکاوٹ بنتی ہیں۔
- لسانی، مذہبی اور ماحولیاتی تنازعات کے اثرات کا جائزہ لے سکیں اور ان کا قومی ہم آہنگی پر پڑنے والے اثر کو سمجھ سکیں۔
- ایسے ممکنہ حل اور حکومتی اقدامات کو دریافت کر سکیں گے جو مساوات، شمولیت اور پائیدار ترقی کو فروغ دے سکتے ہیں۔
- قومی یکجہتی کو مضبوط بنانے میں حکمرانی، تعلیم اور سماجی اصلاحات کے کردار پر تنقیدی سوچ اور شعور پیدا کر سکیں۔

11.2 قومی یکجہتی اور سماجی انصاف: تعارف (Introduction to National Integration and Social Justice)

قومی یکجہتی کا سادہ مطلب یہ ہے کہ ملک میں رہنے والے تمام الگ الگ نسل، زبان اور مذہب کے لوگ آپس میں مل کر ایک ہو جائیں تاکہ سب کی ایک مشترکہ پہچان بن سکے۔ یہ چیز ملک کی ترقی اور امن کے لیے بہت ضروری ہے۔ مشہور مفکر کے ایم پانیکر کا کہنا ہے کہ یہ صرف نقشے پر ایک ملک ہونا نہیں ہے، بلکہ لوگوں کا آپس میں دل سے جڑے رہنا ہے۔ ہندوستان جیسا ملک، جہاں اتنی زیادہ رنگا رنگی اور تنوع ہے، وہاں یہ چیلنج ہمیشہ سے رہا ہے۔ ہمارا آئین تو ہمیں سب کو ساتھ لے کر چلنے اور انصاف دینے کا درس دیتا ہے، لیکن ذات پات کی تفریق، فرقہ واریت اور علاقائی امتیاز جیسے مسائل آج بھی ہماری اس قومی یکجہتی کے لیے بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

سماجی انصاف کا تصور اور متنوع معاشرے میں اس کی اہمیت

سماجی انصاف کا سیدھا سادہ مطلب ایک ایسا نظام ہے جہاں ملک کے تمام وسائل، مواقع اور حقوق ہر انسان کو برابر ملیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ معاشرے کا ہر فرد عزت اور برابری کے ساتھ جی سکے۔ اس حوالے سے مشہور مفکر جان راولز کا کہنا ہے کہ ایک اصل منصفانہ معاشرہ وہی ہے جو سب سے کمزور اور پسماندہ لوگوں کی ترقی کے لیے کام کرے۔

ہندوستان کے حوالے سے بات کریں تو یہاں سماجی انصاف کا مطلب ہے کہ ذات پات، مذہب، امیر-غریب یا مرد و عورت کی بنیاد پر ہونے والے فرق کو ختم کیا جائے۔ ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر نے اسی لیے اس بات پر زور دیا تھا کہ جب تک ذات پات کا امتیاز ختم نہیں ہوگا اور سب کو آگے بڑھنے کے برابر مواقع نہیں ملیں گے، تب تک ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ اسی مقصد کو پورا کرنے کے لیے حکومت نے پسماندہ طبقوں (ایس سی، ایس ٹی اور او بی سی) کے لیے ریزرویشن کا نظام بنایا۔ لیکن سچ یہ بھی ہے کہ ان تمام کوششوں کے باوجود آج بھی ہمارے معاشرے میں بہت سی اونچ نیچ اور معاشی فرق باقی ہے جسے دور کرنے کی ضرورت ہے۔

قومی یکجہتی اور سماجی انصاف کے درمیان تعلق (Relationship Between National Integration and Social Justice)

قومی یکجہتی اور سماجی انصاف ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ اگر کسی ملک میں لوگوں کے ساتھ امتیازی سلوک ہو یا انہیں ناانصافی کا سامنا کرنا پڑے تو وہاں کا اتحاد کمزور پڑ جاتا ہے۔ جب کوئی خاص طبقہ، اپنی ذات، مذہب یا غربت کی وجہ سے خود کو الگ تھلگ یا کمتر محسوس کرتا ہے، تو وہ ملک کے مرکزی دھارے سے کٹ جاتا ہے، جو آگے چل کر لڑائی جھگڑوں اور فسادات کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

ہم نے ماضی میں دیکھا ہے کہ جب لوگوں کو لگتا ہے کہ ان کے علاقے یا ان کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے، تو وہاں علیحدگی کی آوازیں اٹھنے لگتی ہیں، جیسا کہ پنجاب، آسام یا کشمیر میں ہوا۔ اسی طرح، فرقہ وارانہ فسادات اور ذات پات کے جھگڑے بھی اس بات کا ثبوت ہیں کہ جب تک سماجی انصاف نہیں ہوگا، ملک کا اتحاد خطرے میں رہے گا۔

اگر ہم ایک مضبوط اور مستحکم ہندوستان بنانا چاہتے ہیں، تو ہمیں ایسی پالیسیاں بنانی ہوں گی جن سے لوگوں کے درمیان دوری کم ہو اور وہ خود کو ایک قوم کا حصہ سمجھیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ترقی اور اتحاد اسی معاشرے میں ممکن ہے جہاں ہر کسی کو برابر کے حقوق اور مواقع ملیں۔ اگرچہ ہمارے آئین اور ریزرویشن جیسی پالیسیوں نے بہتری لانے کی کوشش کی ہے، لیکن ابھی ہمیں لمبا سفر طے کرنا ہے۔ مستقبل میں اگر ہمیں ملک کو مضبوط بنانا ہے، تو ہمیں تعلیم عام کرنی ہوگی، سب کی ترقی کو یقینی بنانا ہوگا اور ہر شہری کو سیاسی فیصلوں میں شامل کرنا ہوگا، تبھی ہم ایک منصفانہ اور متحد معاشرہ قائم کر سکیں گے۔

11.3 نسلی، مذہبی اور لسانی تنوع: قومی یکجہتی کے لیے ایک چیلنج (Ethnic, Religious, and Linguistic Diversity: A Challenge to National Integration)

بھارت دنیا کے ان چند ممالک میں سے ایک ہے جو اپنی رنگارنگی اور تنوع (Diversity) کے لیے مشہور ہے۔ یہاں ہر قدم پر آپ کو الگ زبان، الگ مذہب، الگ ثقافت اور الگ رہن سہن نظر آئے گا۔ یہ تنوع بلاشبہ ہمارے ملک کا فخر ہے، لیکن سچ یہ بھی ہے کہ یہی تنوع کبھی کبھی ہمارے لیے چیلنج بھی بن جاتا ہے، جب کچھ لوگ اسے ملک کو بانٹنے یا آپس میں لڑانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

زبان اور ثقافت کا تنوع (Cultural and Linguistic Diversity)

بھارت میں سیکڑوں زبانیں اور بولیاں بولی جاتی ہیں۔ یہ ہماری خوبی تو ہے، لیکن کئی بار اپنی زبان یا علاقے کو دوسروں سے برتر سمجھنے کی وجہ سے کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ آسام، تمل ناڈو یا مہاراشٹر جیسے علاقوں میں ماضی میں زبان کی بنیاد پر ہونے والی تحریکیں اس کی مثال ہیں۔ اگرچہ آزادی کے بعد ریاستوں کی حد بندی زبان کی بنیاد پر کی گئی تاکہ انتظام آسان ہو، لیکن آج بھی بہت سے لوگ خود کو "بھارتی" کہنے سے زیادہ اپنے علاقے یا زبان کا نمائندہ سمجھنے کو ترجیح دیتے ہیں، جو قومی یکجہتی کے لیے ایک رکاوٹ ہے۔

مذہب اور فرقہ واریت (Religion and Communalism)

ہندوستان میں تمام مذاہب کے ماننے والے مل جل کر رہتے ہیں، اور ہمارا آئین بھی سب کو برابری کا حق دیتا ہے۔ مگر افسوس کہ سیاست کے لیے مذہبی جذبات کو بھڑکایا جاتا ہے، جس سے فرقہ وارانہ فسادات جنم لیتے ہیں۔ ماضی کے کچھ تلخ واقعات جیسے کہ 1992، 2002 یا 2013 کے فسادات یہی بتاتے ہیں کہ جب نفرت کو ہوا دی جاتی ہے، تو عام لوگوں کا آپس کا بھائی چارہ ختم ہو جاتا ہے۔ ماہرین کا ماننا ہے کہ یہ نفرت قدرتی نہیں بلکہ اکثر سیاسی مفادات کے لیے پیدا کی جاتی ہے۔

علاقائی مسائل اور علیحدگی پسندی (Seprations and Regional Issues)

ملک کے کچھ حصوں میں، جیسے پنجاب، کشمیر، آسام یا نکسل متاثرہ علاقوں میں، کبھی کبھی علیحدگی کی آوازیں اٹھتی ہیں۔ یہ آوازیں تب بلند ہوتی ہیں جب کسی علاقے کے لوگوں کو لگتا ہے کہ حکومت انہیں نظر انداز کر رہی ہے یا ان کے ساتھ انصاف نہیں ہو رہا۔ جب لوگوں میں احساسِ محرومی پیدا ہوتا ہے، تو وہ ملک کے مرکزی دھارے سے کٹنے لگتے ہیں۔

مسائل کا حل: آگے کا راستہ

اگر ہم اپنے اس تنوع کو اپنی طاقت بنانا چاہتے ہیں، تو ہمیں کچھ باتوں پر سنجیدگی سے عمل کرنا ہوگا:

تعلیم: نصاب میں اتحاد اور بھائی چارے کا سبق شامل کرنا تاکہ نئی نسل ایک دوسرے کا احترام کرے۔

میڈیا کا کردار: میڈیا کو آگ لگانے والی خبروں کے بجائے امن اور اتحاد کو فروغ دینا چاہیے۔

برابر ترقی: ملک کے ہر کونے میں ترقی کے یکساں مواقع ہونے چاہئیں تاکہ کسی علاقے میں احساسِ محرومی پیدا نہ ہو۔

بات چیت: مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے لوگوں کو آپس میں مل بیٹھنا چاہیے تاکہ غلط فہمیاں دور ہوں۔

مختصر یہ کہ بھارت کا تنوع ہماری طاقت بن سکتا ہے اگر ہم ہر زبان، ہر مذہب اور ہر طبقے کے انسان کو برابر کا شہری سمجھیں اور سب کے ساتھ انصاف کریں۔ جب تک ہر شہری خود کو ملک کا برابر کا حصہ سمجھے گا، تب تک ہی ملک مضبوط اور متحد رہے گا۔

11.4 اقتصادی اور سماجی ناہمواریاں: قومی یکجہتی میں رکاوٹ (Economic and Social Inequalities: A Barrier to National Integration)

ملک میں معاشی اور سماجی فرق قومی اتحاد کے لیے سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ جب لوگوں کو تعلیم، نوکریوں اور سہولیات میں برابری نہیں ملتی، تو معاشرہ بٹ جاتا ہے اور ملک کمزور پڑ جاتا ہے۔ بھارت میں ذات پات، امیر غریب کا فرق، عورتوں کے ساتھ امتیازی سلوک اور علاقوں کی ترقی میں فرق اہم وجوہات ہیں۔

اقتصادی ناہمواری اور اس کے اثرات

اقتصادی ناہمواری کا مطلب دولت اور وسائل کی غیر مساوی تقسیم ہے۔ بھارت میں اگرچہ معیشت تیزی سے ترقی کر رہی ہے، لیکن دولت چند لوگوں کے ہاتھوں میں مرتکز ہے۔ آکسفیم 2022 (OXFAM) کی رپورٹ کے مطابق بھارت کے 1% امیر ترین لوگ ملک کی 40 فیصد دولت کے مالک ہیں، جبکہ نچلے 50 فیصد لوگوں کے پاس صرف 3 فیصد دولت ہے۔

یہ ناہمواری مختلف مسائل پیدا کرتی ہے، جیسے:

1. شہری اور دیہی ترقی کا فرق—شہروں میں بہتر سہولتیں، جبکہ دیہی علاقوں میں غربت اور بے روزگاری زیادہ ہے۔
2. ریاستوں کے درمیان اقتصادی فرق—کچھ ریاستیں (مہاراشٹر، گجرات) خوشحال ہیں، جبکہ دیگر (بہار، جھارکھنڈ) ترقی میں پیچھے ہیں۔
3. بے روزگاری اور غیر رسمی مزدوری—زیادہ تر لوگ کم اجرت والے غیر محفوظ روزگار میں کام کرتے ہیں، جس سے عدم اطمینان بڑھتا ہے۔

یہ ناہمواریاں عوام میں مایوسی اور بغاوت پیدا کرتی ہیں، اور نکسلی تحریک جیسی انتہا پسند تحریکوں کو جنم دیتی ہیں (Sen, 2009)۔

سماجی ناہمواری: ذات پات، طبقاتی فرق، اور صنفی امتیاز

بھارت میں ذات پات، طبقاتی فرق، اور صنفی امتیاز کی جڑیں بہت گہری ہیں، جو سماجی تقسیم کو بڑھاتے ہیں۔

ذات پات کی بنیاد پر تفریق

بھارتی معاشرے میں ذات پات کا نظام قدیم دور سے موجود ہے۔ ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر (1945) کے مطابق ذات پات پر مبنی امتیاز قومی یکجہتی کو کمزور کرتا ہے کیونکہ یہ لوگوں کو مختلف طبقات میں بانٹ دیتا ہے۔ جیسے:

- تعلیم اور روزگار میں تفریق—دلت اور قبائلی برادریوں کو کم تعلیمی اور معاشی مواقع ملتے ہیں۔
- سماجی تفریق اور چھوت چھات—قانوناً ممنوع ہونے کے باوجود، دیہی علاقوں میں اب بھی ذات پات کی بنیاد پر تفریق موجود ہے۔

تحفظات (Reservations) کی پالیسی نے کچھ حد تک ان طبقات کو آگے بڑھنے میں مدد دی، مگر ذات پات کی بنیاد پر تصادم اب بھی ایک مسئلہ ہے (Galanter, 1984)۔

طبقاتی فرق

ذات پات کے علاوہ امیر اور غریب کا فرق بھی معاشرتی ناہمواری کو بڑھاتا ہے۔ بھارت میں ایک طرف دنیا کے امیر ترین افراد موجود ہیں، جبکہ دوسری طرف لاکھوں لوگ بنیادی ضروریات کے لیے ترس رہے ہیں۔

خواتین کے ساتھ امتیاز

بھارت میں خواتین کو اب بھی تعلیم، روزگار، اور سماجی حیثیت میں عدم مساوات کا سامنا ہے۔ ورلڈ اکنامک فورم (2021) کے مطابق بھارت صنفی مساوات کے لحاظ سے عالمی سطح پر بہت پیچھے ہے جیسے کہ:

- خواتین کی کم شراکت داری—بھارت میں 25 فیصد سے بھی کم خواتین ملازمت کرتی ہیں۔
- تعلیم میں کمی—دیہی علاقوں میں لڑکیوں کی اسکولوں میں داخلے کی شرح اب بھی کم ہے۔
- خواتین کے خلاف تشدد—گھریلو تشدد اور کام کی جگہ پر امتیازی سلوک عام ہے۔

یہ ناہمواریاں قومی ترقی میں رکاوٹ بنتی ہیں اور خواتین کو مساوی مواقع سے محروم رکھتی ہیں (Nussbaum, 2000)۔

علاقائی ناہمواری: کچھ ریاستیں ترقی یافتہ، کچھ پسماندہ

بھارت میں کچھ ریاستیں ترقی کی دوڑ میں آگے ہیں، جبکہ کچھ پسماندگی کا شکار ہیں۔

- جنوبی اور مغربی ریاستیں (تمل ناڈو، مہاراشٹر، کرناٹک)—یہاں صنعتی ترقی زیادہ ہے۔
- شمالی اور مشرقی ریاستیں (بہار، اتر پردیش، اوڈیشہ)—یہاں غربت اور کم تعلیمی مواقع زیادہ ہیں۔

یہ فرق بعض اوقات علیحدگی پسند رجحانات کو بھی فروغ دیتا ہے (Weiner, 1989)، جیسا کہ شمال مشرقی ریاستوں میں شورش اور خود مختاری کے مطالبات۔

قومی یکجہتی پر اثرات

قومی یکجہتی پر اس کے خطرناک نتائج ہوتے ہیں جو مندرجہ ذیل نکات میں دیکھے جا سکتے ہیں:

1. سماجی کشیدگی میں اضافہ—جب ایک طبقہ ترقی کرے اور دوسرا محروم رہے تو بے چینی اور احتجاج بڑھتے ہیں۔
2. حکومت پر عوام کا اعتماد کم ہونا—جب عوام کو ترقی کے مساوی مواقع نہ ملیں تو وہ نظام پر اعتماد کھو بیٹھتے ہیں۔
3. علیحدگی پسندی کا فروغ—کچھ خطے اور طبقات جو خود کو نظر انداز محسوس کرتے ہیں، وہ الگ شناخت یا آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ناہمواریوں کو کم کرنے کے لیے حل

1. متوازن اقتصادی ترقی—کم ترقی یافتہ علاقوں میں بنیادی ڈھانچے اور صنعتوں کو فروغ دیا جائے۔

2. معیاری تعلیم کی فراہمی—پسماندہ طبقات کو بہتر تعلیمی مواقع فراہم کیے جائیں۔
3. روزگار کے مواقع میں اضافہ—دیہی اور نیم شہری علاقوں میں روزگار پیدا کیے جائیں تاکہ نقل مکانی کم ہو۔
4. خواتین کے حقوق کا تحفظ—خواتین کے لیے تعلیم، روزگار، اور تحفظ کے سخت قوانین بنائے جائیں۔
5. ذات پات اور طبقاتی فرق ختم کرنے کے اقدامات—امتیازی سلوک کے خلاف قانون پر سختی سے عمل کرایا جائے۔

اقتصادی اور سماجی ناہمواری قومی یکجہتی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ جب کسی بھی طبقے یا خطے کو محرومی اور عدم مساوات کا سامنا ہوتا ہے، تو وہ ریاست سے بد ظن ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں سماجی انتشار، بغاوت اور علیحدگی پسندی جنم لیتی ہے۔ بھارت کو برابری پر مبنی ترقی، سماجی انصاف، اور سب کے لیے مساوی مواقع فراہم کرنے ہوں گے تاکہ ملک حقیقی معنوں میں متحد اور مستحکم رہے۔

11.5 قومی یکجہتی میں سیاسی اور انتظامی چیلنجز (Political and Administrative Challenges to National Integration)

قومی یکجہتی کو برقرار رکھنے میں سیاست اور انتظامیہ کا بہت اہم کردار ہوتا ہے۔ لیکن اگر سیاست اور حکمرانی میں کمزوریاں ہوں، تو یہ ملک میں اختلافات اور انتشار کو بڑھا سکتی ہیں۔ بھارت میں علاقائیت، کرپشن، فرقہ وارانہ سیاست، اور کمزور قانون نافذ کرنے والے ادارے قومی یکجہتی کے لیے سب سے بڑے چیلنجز بنے ہوئے ہیں۔

علاقائیت (Regionalism) اور قومی یکجہتی پر اس کے اثرات

علاقائیت سے مراد یہ ہے کہ لوگ اپنی علاقائی شناخت کو قومی شناخت سے زیادہ اہم سمجھنے لگتے ہیں۔ بھارت میں کئی تحریکیں ایسی رہی ہیں جن میں علیحدہ ریاستوں یا خصوصی حقوق کا مطالبہ کیا گیا۔ ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

علیحدہ ریاستوں کے مطالبات

بھارت میں کئی نئی ریاستیں علاقائی تحریکوں کے نتیجے میں بنی ہیں، جیسے:

- تلنگانہ (2014 میں آندھرا پردیش سے الگ ہوئی)
- جھارکھنڈ (2000 میں بہار سے علیحدہ ہوا)
- اتراکھنڈ اور چھتیس گڑھ (2000 میں بنائی گئیں)

اگرچہ بعض اوقات ریاستوں کی تشکیل سے مقامی مسائل حل ہو جاتے ہیں، لیکن بعض اوقات یہ علاقائی تعصب کو بڑھا کر قومی یکجہتی کو کمزور کر دیتی ہے (Brass, 2003)۔

علاقائی سیاسی جماعتیں اور قومی یکجہتی

علاقائی سیاسی جماعتیں مقامی مسائل پر توجہ دیتی ہیں، لیکن بعض اوقات وہ علاقائی مفادات کو قومی اتحاد پر ترجیح دیتی ہیں۔ اس کے اثرات یہ ہو سکتے ہیں:

- ریاستی اور مرکزی حکومتوں میں تنازعات
- خصوصی حیثیت اور اقتصادی پیکجز کے مطالبات
- حکومت میں لسانی اور نسلی جانبداری

مثلاً، شیو سینا (مہاراشٹر)، ڈی ایم کے (تمل ناڈو)، اور ٹی ایم سی (بنگال) جیسی جماعتیں کبھی کبھار قومی مفادات کے بجائے علاقائی سیاست کو ترجیح دیتی ہیں (Weiner, 1989)۔

فرقہ وارانہ اور ذات پر مبنی سیاست (Communal and Caste-Based Politics)

بھارت میں مذہب اور ذات پر مبنی سیاست نے قومی یکجہتی کو نقصان پہنچایا ہے۔ کئی بار سیاسی پارٹیاں ووٹ حاصل کرنے کے لیے مذہبی اور ذات پات کے جذبات کو ہوا دیتی ہیں، جس سے فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا ہوتی ہے۔

فرقہ وارانہ سیاست کا عروج

بعض سیاسی جماعتیں ہندو-مسلم اختلافات کو ہوا دے کر فائدہ اٹھاتی ہیں، جس کے نتیجے میں فسادات ہوتے ہیں۔

رام جنم بھومی - بابری مسجد تنازعہ اور 2002 کے گجرات فسادات اسی فرقہ وارانہ سیاست کے نتیجے میں ہوئے (Brass, 2003)۔

ذات پر مبنی ووٹ بینک کی سیاست

کئی سیاسی جماعتیں مخصوص ذاتوں (مثلاً، بی ایس پی - دلتوں، ایس پی - یادو، آر جے ڈی - پسماندہ ذاتوں) کو اپنے ووٹ بینک کے طور پر استعمال کرتی ہیں۔

یہ عمل ذات پات کی بنیاد پر تقسیم کو مزید مضبوط کرتا ہے اور قومی یکجہتی میں رکاوٹ بنتا ہے (Galanter, 1984)۔

بدعنوانی اور کمزور طرز حکمرانی

سیاسی اور انتظامی کرپشن قومی یکجہتی کے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔ کرپشن کے بڑے اثرات یہ ہیں:

1. عوام کا حکومتی اداروں پر اعتماد کمزور ہوتا ہے—جب عوام کو انصاف نہیں ملتا، تو وہ علاقائی، نسلی یا مذہبی بنیادوں پر جُڑنے لگتے ہیں۔
2. وسائل کی غیر مساوی تقسیم—بدعنوانی کی وجہ سے ترقیاتی فنڈز غلط ہاتھوں میں چلے جاتے ہیں، جس سے غریب ریاستیں مزید پیچھے رہ جاتی ہیں۔
3. سیاسی عدم استحکام—رشوت، اختیارات کا ناجائز استعمال، اور بدانتظامی کی وجہ سے ملک میں ترقی رک جاتی ہے۔

ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل (2021) کے مطابق، بھارت کرپشن پرسیپشن انڈیکس میں 85ویں نمبر پر ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ بدعنوانی اب بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔

کمزور قانون نافذ کرنے والے ادارے اور داخلی سیکیورٹی کے مسائل (Weak Law Enforcement Institutions and Internal Security Issues)

کمزور انتظامی ڈھانچے اور ناقص قانون نافذ کرنے والے ادارے بھی قومی یکجہتی کے لیے خطرہ بنتے ہیں، جیسے کہ:

- عدالتی نظام کی کمزوریاں

عدالتوں میں ہزاروں مقدمے سالوں تک زیر التواء رہتے ہیں، جس سے عوام کا عدلیہ پر اعتماد کمزور ہو جاتا ہے (Sen, 2009)۔

- انتہا پسندی اور شورش پسندی

نکسل ازم (ماؤنواز تحریک)، کشمیر میں عسکریت پسندی، اور شمال مشرقی ریاستوں میں علیحدگی پسند تحریکیں زیادہ تر حکومتی ناکامیوں اور انتظامی بدحالی کا نتیجہ ہیں (Weiner, 1989)۔

قومی یکجہتی کو مضبوط بنانے کے لیے سیاسی اور انتظامی اصلاحات (Political and Administrative Reforms to Strengthen National Integration)

مرکز اور ریاستوں میں توازن—ریاستوں کو مناسب خود مختاری دی جائے، لیکن قومی اتحاد کو بھی برقرار رکھا جائے، اور مندرجہ ذیل اصلاحی اقدامات کئے جائیں:

- کرپشن کا خاتمہ—بدعنوانی کے خلاف سخت قوانین اور شفاف حکمرانی ضروری ہے۔
- علاقائی سیاست کے بجائے قومی ترقی پر توجہ—سیاسی جماعتوں کو قومی ترقی پر کام کرنا چاہیے، نہ کہ صرف علاقائی مسائل پر۔
- قانون نافذ کرنے والے اداروں کو مضبوط کرنا—عدلیہ کو مؤثر بنانا اور فرقہ وارانہ فسادات میں سخت کارروائی کرنا ضروری ہے۔
- کمزور ریاستوں میں سرمایہ کاری—پسماندہ علاقوں میں زیادہ ترقیاتی منصوبے شروع کیے جائیں تاکہ علاقائی نابرابری ختم ہو۔

الغرض سیاسی اور انتظامی چیلنجز بھارت کی قومی یکجہتی کے لیے ایک بڑا خطرہ ہیں۔ علاقائیت، فرقہ وارانہ سیاست، کرپشن، اور کمزور گورننس کو ختم کرنے کے لیے مؤثر پالیسی اصلاحات کی ضرورت ہے۔ جب تک ایک مضبوط، شفاف، اور منصفانہ سیاسی و انتظامی نظام قائم نہیں ہوگا، بھارت میں قومی یکجہتی کو مضبوط بنانا مشکل ہوگا۔

11.6 قومی یکجہتی میں تعلیم اور میڈیا کا کردار (Role of Education and Media in National Integration)

تعلیم اور میڈیا کسی بھی ملک کی سماجی اور سیاسی شعور کو تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ دونوں ایسے طاقتور ذرائع ہیں جو قومی یکجہتی کو فروغ دے سکتے ہیں، جمہوری اقدار کو مستحکم کر سکتے ہیں، اور ایک جامع معاشرے کی تشکیل میں مدد کر سکتے ہیں۔ تاہم، اگر ان کا غلط استعمال کیا جائے تو یہ تفریق، غلط معلومات، اور فرقہ واریت کو ہوا دے سکتے ہیں۔ بھارت میں، تعلیم اور میڈیا نے قومی یکجہتی کے فروغ اور رکاوٹوں دونوں میں کردار ادا کیا ہے۔

قومی یکجہتی میں تعلیم کا کردار (The Role of Education in National Integration)

تعلیم ایک ایسا مؤثر ذریعہ ہے جو شہریوں میں قومی شناخت، مساوات اور اتحاد کا شعور بیدار کر سکتا ہے۔ ایک بہتر تعلیمی نظام درج ذیل پہلوؤں کو فروغ دے سکتا ہے:

- آئینی اقدار سے آگاہی—طلبہ کو بھارتی آئین، جمہوریت، سیکولرازم، اور بنیادی حقوق کے بارے میں تعلیم دینا ضروری ہے تاکہ وہ قومی سوچ کو فروغ دے سکیں۔
- تنوع کا احترام—اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں بھارت کی کثیر الثقافتی، کثیر لسانی اور کثیر مذہبی وراثت پر زور دیا جانا چاہیے تاکہ تمام طبقات میں ہم آہنگی پیدا ہو۔
- سماجی ترقی اور مساوات—تمام شہریوں، خاص طور پر پسماندہ طبقات (دلت، قبائلی، او بی سی، اور خواتین) کے لیے معیاری تعلیم تک رسائی کو یقینی بنانا چاہیے، تاکہ سماجی اور معاشی ناہمواریوں کو کم کیا جا سکے (Galanter, 1984)۔

بھارتی تعلیمی نظام کے چیلنجز

بھارت کے تعلیمی نظام میں کئی مسائل ہیں جو قومی یکجہتی میں رکاوٹ بنتے ہیں:

- علاقائی اور لسانی اختلافات—مختلف ریاستوں کا اپنا نصابِ تعلیم ہوتا ہے، جو بعض اوقات قومی شناخت کی بجائے علاقائی شناخت کو فروغ دیتا ہے۔
- مذہبی اور نظریاتی تعصب—کچھ اسکول اور تعلیمی ادارے مذہبی یا نظریاتی تعصبات کو فروغ دیتے ہیں، جو طلبہ کے ذہنوں میں تفریق پیدا کر سکتے ہیں (Nussbaum, 2000)۔

- تعلیم تک محدود رسائی—دیہی اور غریب طبقے کو معیاری تعلیم حاصل کرنے میں مشکلات کا سامنا ہے، جو سماجی اور معاشی خلا کو مزید بڑھاتا ہے۔

قومی یکجہتی میں میڈیا کا کردار

میڈیا چاہے وہ روایتی ہو (اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن) یا جدید (سوشل میڈیا، آن لائن پلیٹ فارمز) عوامی رائے بنانے اور قومی یکجہتی کو مضبوط کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ ایک ذمہ دار میڈیا درج ذیل امور میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے:

- قومی ہم آہنگی کو فروغ دینا—میڈیا اگر ملکی ترقی، مشترکہ ثقافتی ورثے، اور قومی کامیابیوں کو اجاگر کرے تو یہ عوام میں اتحاد کا جذبہ پیدا کر سکتا ہے۔
- جمہوری شراکت داری کی حوصلہ افزائی—آزاد اور غیر جانبدارانہ صحافت شہریوں کو باخبر فیصلے لینے میں مدد دیتی ہے اور جمہوری اداروں کو مضبوط بناتی ہے (Sen, 2009)۔
- بدعنوانی اور سماجی ناانصافی کو بے نقاب کرنا—تحقیقاتی صحافت حکومتوں کو جوابدہ بنانے اور سماجی انصاف کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

میڈیا کے وہ پہلو جو قومی یکجہتی کے لیے نقصان دہ ہیں

جہاں میڈیا قومی اتحاد کو فروغ دے سکتا ہے، وہیں بعض اوقات یہ تفریق اور غلط معلومات کو بھی ہوا دیتا ہے:

- سنسنی خیزی اور فرقہ وارانہ تقسیم—کئی میڈیا ہاؤسز ناظرین کی توجہ حاصل کرنے کے لیے فرقہ وارانہ اور علاقائی تنازعات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں (Brass, 2003)۔
- جعلی خبریں اور غلط معلومات—سوشل میڈیا پر افواہوں اور پروپیگنڈا کے ذریعے جھوٹی خبریں بہت تیزی سے پھیلتی ہیں، جو بعض اوقات فرقہ وارانہ فسادات کا سبب بنتی ہیں۔
- سیاسی جانبداری اور ایجنڈا پر مبنی رپورٹنگ—کچھ نیوز چینلز اور اخبارات کسی مخصوص سیاسی جماعت یا نظریے کی حمایت کرتے ہیں، جس کی وجہ سے عوام متعصب خبروں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

قومی یکجہتی کے فروغ کے لیے تعلیمی اور میڈیا اصلاحات

تعلیم اور میڈیا کو قومی اتحاد کے فروغ کے لیے مثبت کردار ادا کرنے کے قابل بنانے کے لیے درج ذیل اقدامات کیے جا سکتے ہیں:

- قومی نصاب کا نفاذ—ایک متحدہ تعلیمی پالیسی جو قومی یکجہتی، سیکولرازم، اور تنوع کے موضوعات کو شامل کرے۔
- ذمہ دار صحافت کے لیے قوانین—نفرت انگیز تقاریر، جعلی خبروں، اور فرقہ وارانہ رپورٹنگ کے خلاف سخت قوانین۔

- ڈیجیٹل خواندگی کا فروغ—عوام کو یہ سکھانا کہ جعلی خبریں اور پروپیگنڈا کیسے پہچانا جائے۔
- شمولیتی تعلیم پر مبنی پالیسیاں—پسماندہ طبقات کو معیاری تعلیم فراہم کرنے کی کوششیں بڑھانا تاکہ سماجی اور معاشی ناہمواریوں کو کم کیا جاسکے۔
- میڈیا اخلاقیات کی حوصلہ افزائی—صحافیوں اور نیوز اداروں کے لیے غیر جانبدار اور حقیقت پر مبنی رپورٹنگ کو لازمی بنانا۔

الغرض تعلیم اور میڈیا قومی شعور اور یکجہتی کو فروغ دینے والے اہم عوامل ہیں۔ تاہم، اگر ان کا غلط استعمال کیا جائے تو یہ سماجی تقسیم اور تنازعات کو بڑھا سکتے ہیں۔ بھارت کو تعلیمی اصلاحات، ذمہ دار صحافت، اور ڈیجیٹل خواندگی پر توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ تعلیم اور میڈیا قومی اتحاد اور ترقی میں اپنا مثبت کردار ادا کر سکیں۔ صرف ایک باخبر اور تعلیم یافتہ معاشرہ ہی ایک مضبوط اور متحد قوم کی بنیاد رکھ سکتا ہے۔

11.7. اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس سبق میں ہم نے مندرجہ ذیل نکات سیکھے:

- قومی یکجہتی کی اہمیت اور اس کا ملک میں امن، استحکام اور ترقی کے لیے بنیادی کردار۔
- قومی اتحاد کو درپیش چیلنجز جیسے معاشی عدم مساوات، سماجی ناانصافی، علاقائی تعصب، فرقہ واریت اور کمزور طرزِ حکمرانی۔
- لسانی، مذہبی اور ماحولیاتی تنازعات کے اثرات اور ان کی وجہ سے پیدا ہونے والی سماجی کشیدگی۔
- مساوات، شمولیت اور پائیدار ترقی کے لیے ممکنہ حل اور حکومتی پالیسیوں کی اہمیت۔
- تعلیم، حکمرانی اور سماجی اصلاحات کے ذریعے قومی یکجہتی کو مضبوط بنانے کے اقدامات اور ان پر غور و فکر کی ضرورت۔

11.8. کلیدی الفاظ (Key Words)

- گلوبلائزیشن (Globalization): دنیا کے ممالک کے درمیان تجارتی، ثقافتی اور اقتصادی تعلقات کا بڑھنا، جس کے اثرات مقامی معیشت اور ثقافت پر پڑتے ہیں۔
- بیوروکریسی (Bureaucracy): ایک ایسا نظام جس میں حکومتی معاملات چلانے کے لیے افسران اور محکمے مخصوص اصول و ضوابط کے تحت کام کرتے ہیں، لیکن اکثر اسے سست روی اور پیچیدگی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔
- سیکولرازم (Secularism): ایک نظریہ جس کے مطابق مذہب کو ریاستی معاملات سے الگ رکھا جاتا ہے، تاکہ تمام شہریوں کے ساتھ برابری اور انصاف ہو۔
- معاشی عدم مساوات (Economic Disparities): دولت اور وسائل کی غیر مساوی تقسیم، جس کی وجہ سے کچھ لوگ بہت امیر اور کچھ بہت غریب ہو جاتے ہیں، اور معاشرے میں فرق بڑھ جاتا ہے۔

- عدالتی تاخیر (Judicial Delays): عدالتوں میں مقدمات کے فیصلے میں غیر ضروری تاخیر، جو انصاف کے حصول میں رکاوٹ بنتی ہے اور عام شہریوں کے اعتماد کو متاثر کرتی ہے۔

9.11. نمونہ امتحانی سوالات (Model of Examination Questions)

11.9.1 معروضی سوالات کے حامل جوابات (Objective Answer Type Questions)

1. قومی یکجہتی کے لیے سب سے بڑا چیلنج کون سا ہے؟

(a) معاشی ترقی (b) فرقہ واریت (c) جدید ٹیکنالوجی (d) کھیلوں کا فروغ

2. ہندوستان میں ریاستوں کی تشکیل کا پہلا مطالبہ کس بنیاد پر کیا گیا تھا؟

(a) مذہب (b) لسانی بنیاد (c) سیاسی دباؤ (d) ثقافتی اختلافات

3. کون سا عنصر قومی یکجہتی کو سب سے زیادہ متاثر کرتا ہے؟

(a) علاقائی تعصب (b) موسمی تبدیلی (c) کھیلوں کے مقابلے (d) فن و ثقافت کی ترقی

4. فرقہ وارانہ فسادات کو روکنے کے لیے کیا ضروری ہے؟

(a) مذہبی رواداری اور مکالمہ (b) سخت فوجی قوانین

(c) شہریوں پر پابندیاں (d) ہر مذہب کے لیے علیحدہ قوانین

5. ہندوستان میں لسانی تنازعات کی ایک بڑی وجہ کیا ہے؟

(a) انگریزی زبان کی مقبولیت (b) ہندی اور دیگر زبانوں کے درمیان اختلاف

(c) غیر ملکی زبانوں کا فروغ (d) سوشل میڈیا کا استعمال

6. ہجرت کے مسائل سے پیدا ہونے والے چیلنجز میں کیا شامل ہے؟

(a) مقامی آبادی اور مہاجرین کے درمیان تنازع (b) ملازمت کے زیادہ مواقع

(c) تعلیم کا فروغ (d) قومی آمدنی میں اضافہ

7. بین الریاستی پانی کے تنازعات کی ایک مثال کون سی ہے؟

(a) مہاراشٹر - گجرات تنازع (b) کاویری دریا تنازع

(c) گنگا کا بہاؤ کم ہونا (d) ہمالیہ میں برفباری کا مسئلہ

8. ماحولیاتی مسائل قومی یکجہتی کو کیسے متاثر کرتے ہیں؟

(a) مقامی برادریوں کو بے دخل کرنے سے (b) ماحولیاتی آلودگی کے کم ہونے سے

(c)قدرتی وسائل میں اضافے سے (d)زراعت میں ترقی سے

9. قومی یکجہتی کو فروغ دینے کے لیے حکومت کو کیا کرنا چاہیے؟

(a)سب کے لیے مساوی مواقع فراہم کرنا (b)صرف مخصوص طبقے کو سہولیات دینا

(c)علاقائی تعصب کو فروغ دینا (d)مذہبی تفریق کو بڑھانا

10. گلوبلائزیشن کا منفی اثر کیا ہو سکتا ہے؟

(a)مقامی ثقافتوں کا زوال (b)ملکی معیشت کی بہتری (c)تعلیمی معیار میں اضافہ (d)کاروباری مواقع میں اضافہ

11.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. قومی یکجہتی سے کیا مراد ہے اور یہ کسی بھی ملک کے لیے کیوں ضروری ہے؟

2. ہندوستان میں لسانی تنازعات کی بنیادی وجوہات کیا ہیں؟ بتائیے۔

3 فرقہ واریت قومی یکجہتی کو کس طرح نقصان پہنچاتی ہے؟ قلم بند کیجئے

4 ہجرت سے پیدا ہونے والے سماجی اور اقتصادی مسائل کون سے ہیں؟ واضح کیجئے۔

5. قومی یکجہتی کو فروغ دینے کے لیے حکومت کو کون سے اقدامات کرنے چاہییں؟ مختصر روشنی ڈالیئے۔

11.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. قومی یکجہتی کو درپیش اہم چیلنجز پر روشنی ڈالتے ہوئے، ان مسائل کے اثرات اور ممکنہ حل بیان کیجیے۔
2. لسانی اور مذہبی تنازعات قومی یکجہتی کو کیسے متاثر کرتے ہیں؟ وضاحت کیجیے۔
3. فوکالٹ کے موجودہ سماجی اور سیاسی تحریکوں پر اثرات کا تجزیہ کیجئے، خاص طور پر مزاحمت اور طاقت کے تعلقات کے حوالے سے۔

معروضی سوالات کے جوابات:

1۔	(b)	2۔	(b)	3۔	(a)	4۔	(a)	5۔	(b)
6۔	(a)	7۔	(b)	8۔	(a)	9۔	(a)	10۔	(a)

اکائی-12 سول سوسائٹی تحریک

(Civil Society Movement)

اکائی کی اجزاء

12.0 تمہید

12.1 مقاصد

12.1.1 سول سوسائٹی کا پس منظر

12.2 سول سوسائٹی کا تصور

12.3 ہندوستان میں سول سوسائٹی

12.4 سول سوسائٹی کا کردار

12.5 سماجی تحریکیں

12.6 جمہوریت پسند نئی سماجی تحریکیں

12.6.1 سول سوسائٹی پر تنقید

12.7 اکتسابی نتائج

12.8 کلیدی الفاظ

12.9 معروضی سوالات کے حامل جوبات

12.9.1 مختصر سوالات کے حامل جوابات

12.9.2 طویل جوابات کے حامل سوالات

12.0 تمہید(Introduction)

مہذب معاشرہ سول سوسائٹی 'Civil Society' کی اصطلاح کا پتہ کلاسیکی یونانی اور رومن فلسفیوں جیسے ارسطو اور سیسرو کی تصنیفات اور سیاسی فکر سے لگایا جاسکتا ہے۔ حقیقت کے طور پر، ارسطو کو اس اصطلاح کے اولین استعمال کا سہرا دیا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح، جسے اس زمانے میں سیاسی ادارے کے مترادف کے طور پر لیا جاتا تھا، آج کی گفتگو میں اس کے بالکل برعکس معنی اختیار کر چکا ہے اور اسے ریاست سے الگ ایک خود مختار ادارہ کہا جاتا ہے۔

سول سوسائٹی کی جدید فکر اٹھارویں صدی کے آخر میں سکاٹش اور کانٹی نینٹل روشن خیالی کے دور میں ہوئی۔ سول سوسائٹی کے متوازی لیکن ریاست سے الگ ہونے کا ایک نظریہ سیاسی نظریہ نگاروں نے 'تھامس پین' Thomas Paine سے لے کر جارج ہیگل George Hegel تک فروغ دیا۔ ان کے نزدیک سول سوسائٹی ایک ایسا دائرہ تھی، جہاں شہریوں کی انجمن ان کے مفادات، اور خواہشات کے مطابق ہوتی ہے۔ اس بدلے ہوئے مکتبہ فکر کے مظاہر بدلی ہوئی معاشی حقیقتوں جیسے بورژوا کا عروج، نجی املاک اور بازاری مقابلہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔۔

12.1 مقاصد(Objectives)

اس اکائی کے مقاصد ہیں:

- سول سوسائٹی کے تصور پر بحث کر سکیں۔
- ہندوستان میں سول سوسائٹی کے کردار کا جائزہ لیں۔۔
- مختلف مسائل کو اجاگر کریں اور ان کو کم کرنے کے لیے تجاویز دیں۔

12.2 سول سوسائٹی کا پس منظر(Historical Background of Civil Society)

ہندوستان میں سول سوسائٹی کی تحریکوں نے ملک کے سیاسی، سماجی اور معاشی منظر نامے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ تحریکیں، جن کی قیادت اکثر غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز)، کارکنان، اور نچلی سطح کی تنظیمیں کرتی ہیں، انسانی حقوق، ماحولیاتی تحفظ، بدعنوانی، سماجی انصاف، اور صنفی مساوات جیسے مسائل کی ایک وسیع رینج کو حل کرتی ہیں۔ یہاں ایک تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔

1. تاریخی پس منظر

ہندوستان میں سول سوسائٹی کی تحریکیں نوآبادیاتی دور کی ہیں۔ ابتدائی تحریکیں زیادہ تر سماجی اصلاحات اور استعمار مخالف جدوجہد پر مرکوز تھیں۔ راجہ رام موہن رائے (ستی کا خاتمہ) اور جیوتی راؤ پھولے (ذات کی مساوات) جیسے مصلحین نے ایک متحرک سول سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔

2. آزادی کے بعد کی تحریکیں

2.1 چپکو تحریک (1973)

مقصد: جنگلات کا تحفظ اور قدرتی وسائل کا پائیدار استعمال۔

مقام: اتراکھنڈ (اس وقت اتر پردیش)۔

اہم شخصیات: سندر لال بہوگنا، گورا دیوی۔

نتیجہ: ماحولیاتی تحفظ میں کمیونٹی کی شرکت کی اہمیت کو اجاگر کیا اور ہمالیہ کے علاقوں میں 15 سال کے لیے درختوں کی کٹائی پر پابندی لگادی۔

12.3 نرمدا بچاؤ آندولن (1985) (Narmada Bachao Andolan)

مقصد: دریائے نرمدا کے اُپر بڑے ڈیموں کی مخالفت جس سے ہزاروں افراد بے گھر ہوئے۔

اہم شخصیات: میدھا پاٹکر، بابا امٹے۔

کامیابیاں: بے گھر لوگوں (آدیواسیوں اور کسانوں) کے حقوق اور بڑے پیمانے پر منصوبوں کے ماحولیاتی اثرات کے بارے میں بیداری پیدا کی۔

2.3۔ دلت تحریکیں۔

مقصد: ذات پات کی بنیاد پر امتیاز کے خلاف لڑنا اور دلت حقوق کو فروغ دینا۔

اہم شخصیات: بی آر امبیڈکر، کانشی رام۔

کامیابیاں: تعلیم اور روزگار میں تحفظات اور پسماندہ برادریوں کو سماجی طور پر بااختیار بنانے کی وجہ۔

2.4 ایمرجنسی مخالف تحریک (1975-77)

مقصد: اندرا گاندھی کے ذریعہ نافذ کی گئی ایمرجنسی کے دوران شہری آزادیوں میں کٹوتی کی مخالفت کرنا۔

رہنما: جے پرکاش نارائن، جارج فرنینڈس۔

کامیابیاں: جمہوریت کی بحالی کے لیے عوام کو متحرک کیا۔

3. عصری تحریکیں

3.1 معلومات کا حق (آر ٹی آئی) تحریک (2005)

مقصد: شہریوں کو معلومات تک رسائی اور حکمرانی میں شفافیت کو فروغ دینے کے لیے بااختیار بنائیں۔

اہم شخصیات: ارونا رائے، مزدور کسان شکتی سنگٹھن (MKSS)۔

4. لامرکزی: متنوع احصہ داروں کے ساتھ کمیونٹی سے چلنے والے اقدامات۔

5. سول سوسائٹی کی تحریکوں کو درپیش مشکلات

حکومت کا اختلاف رائے پر سخت کارروائی۔ این جی اوز کے لیے وسائل اور فنڈز کی کمی۔

سیاسی یا نظریاتی خطوط پر مہذب معاشرہ کی تقسیم معلومات تک رسائی یا پالیسیوں کو متاثر کرنے میں بیوروکریٹک رکاوٹیں۔

ہندوستان میں سول سوسائٹی کی تحریکیں سماجی تبدیلی کو آگے بڑھانے اور ریاست کو جوابدہ بنانے میں اہم کردار ادا کرتی رہی ہیں۔ ان کی کامیابی بیداری بڑھانے، رائے عامہ کو متحرک کرنے اور پالیسی سازی پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت میں مضمر ہے۔ تاہم، انہیں معاشرے کی ابھرتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے موثر اور متعلقہ رہنے کے لیے بہت سی مشکلات سے گزرنا پڑتا ہے۔

12.4 سول سوسائٹی کا تصور (Concept of Civil Society)

عام طور پر سول سوسائٹی کی تعریف اس گروہ اور معاشرہ کے طور پر کی جاتی ہے، جو خاندان، بازار اور ریاست کے دائرے سے باہر ہے۔ سول سوسائٹی کی کوئی ایک تعریف نہیں ہے، مختلف مصنفین کے لیے اس کا مطلب مختلف ہے۔

سوسن ہوبر روڈولف کے مطابق "سول سوسائٹی... میں ایک غیر ریاستی خود مختار دائرے کا نظریہ شامل ہے؛ شہریوں کو بااختیار بنانا، سماجی زندگی پر اعتماد پیدا کرنا؛ ریاست کے ماتحت ہونے کے بجائے اس کے ساتھ تعامل"۔

دیپانکر گپتا سول سوسائٹی کی تعریف کرتے ہیں، "کوئی چیز نہیں بلکہ اس کے اندر موجود حالات کا مجموعہ ہے، جو افراد ریاست کے ساتھ اجتماعی طور پر تعامل کرتے ہیں.

نیرجا گوپال جیال کے مطابق سول سوسائٹی "رضاکارانہ انجمنوں کی تمام اقسام اور سماجی تعاملات جو ریاست کے زیر کنٹرول نہیں ہیں۔"

مائیکل بریٹن کے نزدیک سول سوسائٹی "گھر اور ریاست کے درمیان ایک سماجی تعامل ہے جس کی خصوصیات کمیونٹی کے تعاون، رضاکارانہ انجمن کے ڈھانچے، اور عوامی مواصلات کے نیٹ ورکس سے ہوتی ہے۔"

عالمی بینک نے سول سوسائٹی کی ایک تعریف کو اپنایا ہے جسے متعدد سرکردہ تحقیقی مراکز نے تیار کیا ہے، "سول سوسائٹی کی اصطلاح سے مراد غیر سرکاری اور غیر منافع بخش تنظیموں کی ایک وسیع صف ہے جن کی عوامی زندگی میں موجودگی ہے، اخلاقی، ثقافتی، سیاسی، سائنسی، مذہبی، یا انسان دوستی کی بنیاد پر اپنے اراکین یا دوسروں کے مفادات اور اقدار کا اظہار کرنا، لہذا سول سوسائٹی کی تنظیموں (CSOs) کا حوالہ دیں۔ تنظیموں کی وسیع صف: کمیونٹی گروپس، غیر سرکاری تنظیمیں (این جی اوز)، مزدور یونینیں، مقامی گروپس، خیراتی تنظیمیں، عقیدے پر مبنی تنظیمیں، پیشہ ورانہ انجمنیں، اور فاؤنڈیشنز۔"

1) غیر سرکاری تنظیمیں (NGOs)، غیر منافع بخش تنظیمیں، اور کمیونٹی پر مبنی تنظیمیں جن کا ایک منظم ڈھانچہ یا سرگرمی ہے اور عام طور پر رجسٹرڈ ادارے اور گروپ ہیں۔

2)آن لائن گروپس جیسے سوشل میڈیا کمیونٹیز جن کی سرگرمیاں منظم کی جاسکتی ہیں، لیکن ضروری نہیں کہ ظاہری، قانونی یا مالی ڈھانچہ ہو۔

3)اجتماعی کارروائی کی سماجی سرگرمیاں، جو آن لائن یا ظاہری ہو سکتی ہیں

4)مذہبی رہنما، مذہبی معاشرے، اور عقیدے پر مبنی تنظیمیں۔

5)مزدور یونینیں اور مزدور تنظیمیں جو مزدوروں کی نمائندگی کرتی ہیں۔

6)سماجی کاروباری افراد جو مثبت سماجی اور ماحولیاتی نتائج کے لیے اختراعی طریقے استعمال کرتے ہیں۔

7)مقامی سطح پر فلاحی تنظیمیں اور سرگرمیاں۔

8)کوآپریٹیو کی ملکیت اور جمہوری طور پر اراکین کے زیر کنٹرول۔

مندرجہ بالا سے مہذب معاشرہ کی درج ذیل خصوصیات کا اندازہ لگا سکتے ہیں:

1)یہ غیر ریاستی اداروں پر مشتمل ہوتا ہے۔

2)یہ خاندان، ریاست اور بازار کے دائرہ سے باہر تنظیموں اور اداروں کی کثرت پر مشتمل ہے۔

3)یہ ایک منظم معاشرہ ہے۔

4)یہ رضاکارانہ ہے۔

5)یہ خود مختار ادارہ ہے۔

6)یہ ایک غیر منافع بخش ادارہ ہے۔

7)یہ ریاست کے ساتھ شہریوں کے تعامل کو قابل بناتا ہے، اس طرح حکمرانی کے عمل میں شہریوں کی شرکت کو آسان بناتا ہے۔

12.5 ہندوستان میں سول سوسائٹی (Civil Societies in India)

ہندوستان میں صدیوں سے سول سوسائٹی کی سرگرمیوں اور تحریکوں کی ایک طویل روایت ہے۔ ہندوستان میں سول سوسائٹی کی جڑیں ویدک دور میں تلاش کی جاسکتی ہیں۔ ہندوستان میں مختلف مذاہب جیسے ہندومت، سکھ مت، اسلام، بدھ مت، اور جین مت- سبھی ایسے رویے پر زور دیتے ہیں جو بالآخر معاشرے اور بنی نوع انسان کے لیے فائدہ مند ہے۔ دوسروں کے لیے 'دینے' کا تصور ہمارے مذاہب میں بہت زیادہ سرایت کر چکا ہے۔ ہمارے ہاں ہندومت میں 'دان'، سکھ مت میں 'دسوند' اور اسلام میں "زکوٰۃ" کا مطلب خیر خواہی کے لیے ہے۔

19 ویں صدی میں، CSOs کے مقابلے میں مقبول تحریک ہوئی، جس نے مختلف سماجی گروہوں جیسے "برہمو سماج، "آریہ سماج،" * "رام کرشن مشن،" کا ظہور دیکھا جو مختلف اصلاحی تحریکوں کے پیچھے تھے۔ بھارت میں ہندوستان کی جدوجہد آزادی کے دوران مختلف غیر سرکاری اور رضاکارانہ تنظیموں کی فعال شرکت دیکھی گئی۔ مہاتما گاندھی کی قیادت میں رضاکارانہ شعبے نے زور پکڑا۔ اس نے عوام کو متحرک کیا اور سول سوسائٹی کے لیے ایک جگہ بنائی جس نے ستیہ گرہ (سچائی اور عدم تشدد)، عدم تعاون اور سول نافرمانی جیسی تحریکوں کو کامیابی سے انجام دیا۔ ان کا مکتبہ فکر آزادی کے بعد بھی لوگوں کو متاثر کرتا رہا، وہ یادیں جو سندر لال بہوگنا کی قیادت میں چپکو تحریکوں یا حال ہی میں انا ہزارے کے بدعنوانی مخالف احتجاج، دیہی کارکنوں کی سوشل آڈٹ تحریک اور اس طرح کی دیگر تحریکوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

آزادی کے بعد، یونین حکومت نے مرکزی سماجی بہبود بورڈ قائم کیا، اور کمیونٹی ڈویلپمنٹ پروگرام، اور قومی توسیع کا آغاز کیا۔ سروس یہ کوششیں بنیادی طور پر لوگوں کی شرکت کو شامل کرنے اور بڑھانے کے لیے تھیں۔

سماجی بہبود کے ترقیاتی پروگراموں میں 1958 میں ہندوستان میں پنچایتی راج اداروں کے قیام کے بعد، مختلف کسان اور ان کی کوآپریٹو سوسائٹیاں بڑی تعداد میں سامنے آئیں اور سول سوسائٹی کی تنظیموں میں رابطہ سازی کو فروغ دیا۔ ساٹھ کی دہائی میں خشک سالی، قحط اور جنگوں میں مصروفیت کے واقعات نے ملک میں رضاکارانہ کارروائیوں کو مزید فروغ دیا۔ 1970 اور 1980 کی دہائیوں میں، CSOs کی تعداد، خاص طور پر، NGOs کی تعداد غربت کے خاتمے، ترقی اور نمو، تعلیم تک رسائی، غریبوں کو بااختیار بنانے، شہری آزادیوں کے تحفظ وغیرہ کے شعبوں میں بڑھی اور انہیں ترقی میں اہم شراکت داروں کے طور پر تسلیم کیا گیا۔

نوے کی دہائی میں ایل پی جی (Liberalization Privatization and Globalization) کے ساتھ این جی اوز کا کردار بڑھ گیا۔ جیسا کہ عالمی بینک اور آئی ایم ایف جیسی بین الاقوامی تنظیموں نے ترقی پذیر ممالک کو امداد فراہم کرتے ہوئے عنزیہ کاری اداروں کے ساتھ کام کرنے کی طرف مائل ظاہر کیا، این جی اوز کی تعداد اور اہمیت میں اضافہ ہوا۔ 21" صدی کے آغاز میں ہندوستان میں سول سوسائٹی نے حق اطلاعات قانون (آر ٹی آئی) 2005 کے نفاذ کے لیے ایک بڑی پہل کی۔

ڈاکٹر رمیش شرن کے مطابق، ہندوستان میں CSOs کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1) گاندھیائی فکر سے متاثر رضاکار گروہ۔

2) پیشہ ور دیہی ترقیاتی ایجنسیاں

3) شہری اور سیاسی حقوق کے گروپ

4) مشنری تنظیمیں۔

5) سیاسی جماعتوں سے وابستہ طلبہ، کارکنان اور خواتین کی تحریکیں۔

6)دلتوں، آدیواسیوں، ماحولیات پسندوں کی آزاد سماجی تحریکیں۔

7)اقلیتی گروہوں کی تحریکیں (مسلم، عیسائی، بدھ مت)

8)مذہبی تحریکیں جن میں روحانی اور بنیاد پرست دونوں شامل ہیں

12.6 سول سوسائٹی کا کردار (Role of Civil Society)

جمہوری ریاست کے بہتر طریقے سے کام کرنے کے لیے مضبوط سول سوسائٹی کی موجودگی ضروری ہے۔ آیئے اب سول سوسائٹی کے کردار پر تفصیل سے بات کرتے ہیں:

1) پالیسی پر عمل

سول سوسائٹی تنظیمیں غربت کے خاتمے اور پسماندہ طبقات کو بااختیار بنانے کے شعبوں میں حکومت کے ساتھ پالیسی مکالمے میں مصروف ہیں۔ یہ تنظیمیں نہ صرف ان علاقوں میں پالیسیاں بنانے میں حکومت کی مدد کرتی ہیں بلکہ پالیسی پر عمل درآمد اور پالیسی کی نگرانی اور نظرثانی میں بھی مدد کرتی ہیں۔ "سیو دی چلڈرن انڈیا" ایک این جی او ہے جو بچوں کے حقوق کی بحالی کے لیے کام کرتی ہے۔

2)تحفظ کا کردار

ایسوسی ایشن فار پروٹیکشن آف ڈیموکریٹک رائٹس (Association for Protection of democratic Rights) ان لوگوں کو قانونی امداد فراہم کرنے میں مدد کرتی ہے جن کی عدالتوں تک رسائی نہیں ہے۔ عام طور پر اس قسم کے CSOs قانونی خدمات کو فعال کرتے ہیں اور شہریوں کو جابرانہ رویوں سے تحفظ فراہم کرتے ہیں۔

3)شفافیت کا فروغ

سول سوسائٹی تنظیمیں نے آر ٹی آئی ایکٹ، 2005 اور لوک پال اور لوک آیوکت ایکٹ، 2013 کے نفاذ کو فعال کیا ہے۔

4)شہریوں اور وسائل کو متحرک کرنا

یہ تنظیمیں ترقیاتی کاموں میں کمیونٹیز کو شامل کر کے انہیں منصوبہ بندی اور ڈیزائننگ میں شامل کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ اس سے حکومت کو اپنی کچھ پالیسیوں پر نظر رکھنے میں مدد ملتی ہے جو عوام دوست نہیں ہیں۔ انہوں نے کمیونٹی کے وسائل کو کمیونٹی بنیادی ڈھانچوں کی تعمیر، مکانات، بیت الخلاء، اور پانی، بجلی وغیرہ جیسی بنیادی خدمات فراہم کرنے جیسے اقدامات کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔

5)ترقی میں ایک فعال شراکت دار کے طور پر

'آشا'، 'پرتھم' جیسی این جی اوز ملک کے دیہی علاقوں اور کچی آبادیوں میں بچوں کو تعلیم فراہم کرنے میں سرگرم عمل ہیں۔ 'رورل ہیلتھ کیئر فاؤنڈیشن' جیسی این جی او دیہی اور دور دراز علاقوں میں لوگوں کو صحت کی دیکھ بھال کی خدمات فراہم کر رہی ہے۔

6) حکومت-سول سوسائٹی انٹرفیس

حکومت کے ساتھ سول سوسائٹی تنظیمیں کی شراکت داری نے بہت سے فلاحی اور ترقیاتی پروگراموں کے کامیاب نفاذ میں مدد کی ہے۔ سول سوسائٹی نے بھی کامیابی کے ساتھ حکومت کے ساتھ مختلف قومی سطح کی پالیسیاں تشکیل دی ہیں۔ لیکن سول سوسائٹی اور حکومت کے درمیان یہ انٹرفیس سرکاری اہلکاروں کے دبنگ رویے، افسرانہ رویہ، اور گٹھ جوڑ سے چھایا ہوا دکھائی دیتا ہے جس کی وجہ سے دونوں کے درمیان انٹرفیس میں خلیج پیدا ہو گئی ہے۔

12.7 سماجی تحریکیں (Social Movements)

ہندوستان میں ابتدائی سماجی تحریکوں کا پتہ سرووودیہ کی گاندھیائی کوششوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ گاندھی نے سماجی تبدیلی کی ضرورت کو تسلیم کیا۔ لیکن ان کا خیال تھا کہ اگر تبدیلی کو غیر متشدد، کامیاب اور مستقل ہونا ہے تو اسے نیچے سے اوپر تک آنا ہوگا۔ سرووودیا گاندھی کے تعمیری پروگرام کی براہ راست شاخ تھی۔ رادھا کرشنا کے مطابق، سرووودیا کے نظریاتی نمونے نے گرام سوراجیہ کے ایک بے وطن اور طبقاتی معاشرے کی تشکیل کی کوشش کی، رضاکارانہ طور پر اشتراک کے اصول کو قائم کیا جیسا کہ بھودان اور گرامدان کے ذریعے، گاؤں کی صنعتوں اور زرعی صنعتی برادریوں کو ترقی دینا اور سرپرستی کے گاندھیائی تصور کو لاگو کرنا۔ صنعتی سرگرمیاں لیکن اخلاقی قائل کرنے کے اس نقطہ نظر کی حدود کو تاریخ نے اچھی طرح سے دستاویز کیا ہے۔ اگرچہ اس نے ابتدا میں بہت زیادہ امید پیدا کی تھی، رضاکارانہ ذرائع سے زمین کی دوبارہ تقسیم میں بھودان کی مجموعی ناکامی نے اس امید کو ختم کر دیا ہے کی دہائی سے متعدد بنیادی مسائل پر زور دینے والی متعدد سماجی تحریکیں سول سوسائٹی کے دائرے کو متحرک کرنے کے لیے آئی ہیں۔ وہ پرانی ٹریڈ یونین اور محنت کش طبقے کی تحریکوں کے برعکس 'نئے' ہیں، جو انقلابی نظریات کے ساتھ خود ریاست کا ایک متبادل سیاسی نظریہ رکھنے کے لحاظ سے سیاسی تھیں۔ لیکن عوامی تحریکیں، جیسا کہ انہیں کہا جاتا ہے، ماحولیاتی یا صنفی یا ذات پات کے تنازعات پر وسیع البنیاد لوگوں کے رد عمل کا نتیجہ ہے۔ ان تحریکوں کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ یکساں نہیں ہیں اور اصلیت میں مختلف ہیں۔ جیسا کہ وگنارا جانوٹ کرتا ہے، کچھ رفاہی اداروں، مذہبی اداروں، 'چھوٹا ہے خوبصورت' کے حامیوں وغیرہ کے رومانوی اور مثالی انداز کا نتیجہ ہیں، جنہوں نے لوگوں کو 'اچھی' چیزیں کرنے کی تعلیم دینے کی کوشش کی ہے جو اکثر گاؤں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ایک ہم آہنگ ادارہ یا برادری۔ بہت سے معاملات میں مقامی اقدامات ضم ہو جاتے ہیں اور اسے جنم دیتے ہیں۔

جیسا کہ وگنارا جامزید بتاتے ہیں کہ 'کچھ لوگوں کی تحریکیں وقت کے ساتھ ساتھ برقرار رہتی ہیں، باقی بے اثر ہو جاتی ہیں اور کچھ دیر بعد مر جاتی ہیں.....اسی طرح نچلی سطح کے کچھ تجربات تبدیلی کے بیجوں کی نمائندگی کرتے ہیں، جبکہ دیگر محض بلبلے' وہ مزید وضاحت کرتا ہے کہ بیج اور بلبلے میں فرق کیسے کیا جائے۔ ایک بیج کی شناخت اس طرح کے وسیع مقاصد کے ساتھ کی جاسکتی ہے جیسے مساوات اور وسائل تک رسائی، سماجی، سیاسی، ثقافتی حقوق کی برابری، کام، فلاح و بہبود، سیاست وغیرہ کو متاثر کرنے والے تمام سماجی فیصلوں میں حقیقی شرکت، ذہنی اور دستی

محنت کے درمیان تقسیم کا خاتمہ اور اس مقصد کے لیے مناسب ٹیکنالوجی کا استعمال۔ تاہم، یہ محض ان مقاصد کو بیان کرنے کا معاملہ نہیں ہے: حقیقی شرکت، خود پیداوار اور خود انتظام، خود مختاری، یکجہتی اور اختراعی۔ دوسری طرف ایک بلبلا، ایک نرم عمل ہے اور مختلف وجوہات کی بناء پر یہ قائم نہیں رہ سکتا۔ تاہم، وہ ہمیں اس حقیقت سے آگاہ کرتا ہے کہ بلبلوں کو بالکل رد نہیں کیا جانا چاہیے کیونکہ وہ تبدیلی کے لیے داخلے کے مقامات کی نمائندگی کر سکتے ہیں اور کچھ کو اضافی حساسیت اور شعوری پروگراموں، سہولت کاروں کی تربیت اور تبدیلی کے ایجنٹوں کے ذریعے بیجوں میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ سیلف ایمپلائیڈ ویمنز ایسوسی ایشن (SEWA)، چپکو تحریک، کیرالہ سائنس تحریک (KSSP) اور نرمدا بچاؤ آندولن (NBA) سمیتی اس کے بیج ہیں۔ دیگر بے شمار تحریکیں بھی ہیں جو ترقی اور جمہوریت کے لیے متحرک، ضمیر اور تنظیم کے درجات میں بھی مختلف ہیں۔

یہ تمام اقدامات ہمیشہ ترقی کے یکساں انداز میں آگے نہیں بڑھ سکتے۔ دستیاب سیاسی جگہ کے اندر، سماجی و اقتصادی نظام میں مداخلتیں ہوئی ہیں۔ چھوٹے تجربات کی صورت میں، کوئی اعلیٰ شعور رکھنے والا شخص مکالمے اور گروہی سرگرمی کا آغاز کرتا ہے، مثال کے طور پر، بے زمین مزدور، غریب خواتین یا (نوجوانوں) کا گروہ جو زندگی گزارنے کے لیے کچھ کرنے کی کوشش کرتا ہے، یا سماجی سرگرمی، جیسے صحت یا ماحولیاتی صفائی کا پروگرام؛ یہ عمل آگے بڑھ کر بیج بن سکتا ہے یا ایک بلبلے کی طرح رہ سکتا ہے جب تک کہ یہ پھٹ نہ جائے۔ چپکو ان سب میں سر فہرست ہونے کا مستحق ہے۔ چپکو ایک بے ساختہ تحریک کے طور پر 70 کی دہائی کے اوائل میں شروع ہوئی اور سندر لال بہوگنا کی قابل قیادت میں منظم ہوئی۔ باہر کے ٹھیکیداروں کے ذریعہ درختوں کی کٹائی کے خلاف ٹہری-گڑھوال علاقے کے لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے یہ بھڑک اٹھی تھی۔ ہمالیہ کے علاقوں میں جنگلات وہاں رہنے والی زیادہ تر قبائلی آبادی کے لیے معاش کا ایک ناگزیر ذریعہ ہیں۔ چپکو کا لفظی مطلب ہے درختوں کو گلے لگانا۔ اس تحریک نے جنگلات کی کمی، مٹی کا کٹاؤ اور اس کے نتیجے میں زمینی ملبہ کا کھسکنا، مقامی ندیوں اور دیگر آبی وسائل کا خشک ہونا اور گھریلو استعمال کے لیے ایندھن اور چارے کی قلت جیسی جنگل پر منحصر برادریوں کے خدشات کو بیان کیا۔ اس نے ٹہری ڈیم کی تعمیر کے خلاف بھی جنگ لڑی جس سے ارد گرد کی بے دخلی کا خطرہ تھا۔ 25,000 پہاڑی باشندوں نے اگرچہ اپنی تمام کوششوں میں کامیابی حاصل نہیں کی ہے اس نے 1000 میٹر کی بلندی سے درختوں کی کٹائی پر پابندی لگادی ہے اور حکومت کو بعض جنگلات کو محفوظ علاقوں کے طور پر قرار دینے کا اعلان کیا ہے۔

چپکو ایک غیر متشدد مزاحمتی تحریک ہونے کے ناطے جدوجہد کے گاندھیائی جذبے کو ابھارتی ہے۔ چپکو تحریک نے ملک کے دیگر مقامات پر ہریالی کی تحریکوں کو متاثر کیا جس میں سب سے اہم مغربی گھاٹوں میں درختوں کی زیادہ کٹائی اور ڈھانپنے کے خلاف اپیکو تحریک ہے۔ قدرتی درختوں کی جگہ تجارتی درختوں کے ساتھ جنگل کی زمینیں۔ چپکو تحریک کا نعرہ ہے 'ماحولیات معیشت ہے'۔

ایک اور بڑی سماجی تحریک انا ہزارے (Anna Hazare) کی ہے جو ریاست کے افسر شاہی میں شفافیت لانے کے لیے دو دہائیوں سے زیادہ عرصے سے لڑ رہے ہیں۔ ان کی تحریک نے مہاراشٹر میں ان کے گاؤں رالیگون سدھی کو ایک ماڈل گاؤں میں تبدیل کر دیا ہے۔ ان کی تحریک عام لوگوں کے حکومتی اقدامات اور فلاحی اسکیموں کے نفاذ کے طریقہ کار سے متعلق معلومات جاننے کے حق پر زور دیتی ہے۔ حکومت پر

'رائٹ ٹو انفارمیشن' ایکٹ نافذ کرنے کے لیے دباؤ ڈالا جارہا ہے۔اس قانون سے لوگوں کو سرکاری ریکارڈ تک رسائی حاصل کرنے کا حق ملے گا اوراس طرح حکومت کے کام کاج میں شفافیت اور جوابدہی آئے گی۔اور کرایہ کے حصول کے طریقے۔

موجودہ دور کی ایک اور اہم تحریک نرمدا بچاؤ آندولن سمیتی ہے۔ میدھا پاٹکر کی قیادت میں اس تحریک نے آبی وسائل پر بڑھتے ہوئے دباؤ کے حل کے طور پر بڑے ڈیم بنانے کے معاملے کو سنسنی خیز بنادیا ہے۔ یہ تحریک دریائے نرمدا پر تقریباً 3000 بڑے اور چھوٹے ڈیموں کی تعمیر کے خلاف ہے جس سے اندازاً 3,50,000 ہیکٹر جنگلاتی اراضی اور 2,00,000 ہیکٹر زیر کاشت زمین ڈوب جائے گی۔ ایک اندازے کے مطابق تقریباً ایک ملین افراد بے دخل ہو جائیں گے۔

خواتین سے متعلق مسائل، دلتوں کو بااختیار بنانے، زمین کے استعمال اور آلودگی سے متعلق مسائل کو ترجیح دیتے ہوئے کئی دوسری جدوجہد ہوئی ہیں۔ خواتین کی تحریکیں، اگرچہ فرانسیسی اور انگریزی حقوق نسواں کی تحریکوں کے مساوی روایت کا فقدان ہے، لیکن وہ اس مقام پر پہنچ گئی ہیں جہاں وہ ان تمام تحریکوں کے ساتھ مشترکہ مقصد کی نشاندہی کرنے کے قابل ہیں جو جمہوریت اور پائیدار ترقی کی اقدار کو آگے بڑھا سکتی ہیں۔ دلت تحریکیں بھی اسی سمت میں آگے بڑھ رہی ہیں۔ تاہم، علیحدہ ریاست اور خود مختاری کے لیے لڑنے والی تحریکیں بھی سماجی تحریکوں کے وسیع دائرے میں آتی ہیں۔ اگرچہ ان کا ماخذ ناہموار ترقی اور ان کے مخصوص مسائل کا جواب دینے میں ریاست کی ناکامی سے ایک ہی ہو سکتا ہے، لیکن یہ ذیلی قوم پرست اور خود مختاری کی تحریکیں دیگر سماجی تحریکوں سے بنیادی طور پر مختلف ہیں۔ بعض خصوصی نوعیت کی ہیں اور عالمی اصولوں کے بجائے خاص مقاصد رکھتی ہیں۔

12.8 جمہوریت پرست نئی سماجی تحریکیں (New Social Movements)

نئی سماجی تحریکیں لوگوں کی نبض کی نشاندہی کرتی ہیں کہ وہ اب ان ترقیاتی تمثیلوں کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں جو انھیں عوامی فلاح کے کاموں میں شرکت کر رہے ہیں باہر رکھتے ہیں اور ان کی شرکت کو روکتے ہیں۔ انہیں انقلاب کے ذریعے ریاستی اقتدار پر قبضہ کرنے کی فکر نہیں ہو سکتی۔ پھر بھی ہو سکتا ہے کہ وہ شعوری یا لاشعوری طور پر غالب ریاستی طاقت کا مقابلہ کرنے والی طاقت بنا رہے ہوں۔ نئی سماجی تحریکیں اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لیے کہ جدید دنیا میں ہر سطح پر شمولیت کے طریقوں کو تبدیل کیا جا سکتا ہے، بڑے میکرو ترقیاتی عمل کو انسانی بنانے کے طریقوں کی بھی نمائندگی کرتی ہے۔ یہ سرگرمیاں ظاہر کرتی ہیں کہ لوگ کس طرح ایک سے زیادہ اور بیک وقت بحرانوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور آگے بڑھتے ہیں۔

عوامی تحریکیں تبدیلی کے دور میں معاشروں اور ثقافتوں کے اندر موجود عجیب و غریب تضادات سے تخلیق ہو رہی اور فروغ جاری ہیں وہ ان تضادات اور کمزوریوں سے بھی پیدا ہو سکتی ہیں جو ریاست کے کردار اور بین الاقوامی سرمائے کی مداخلت کے نتیجے میں محنت کی تقسیم میں ظاہر ہوتے ہیں۔ نئی سماجی تحریکیں درجہ بندی کے انضمام کے بجائے لوگوں کے افقی انضمام کو بھی جنم دے رہی ہیں۔

راجندر سنگھ کے مطابق، "ماحولیاتی تحریکیں بین الاقوامی، حیاتیاتی، عالمگیر اور اخلاقی تحریکیں تشکیل دیتی ہیں۔ ان کی بنیادی وابستگی اور بنیادی نظریہ نہ صرف ذات، طبقے، نسل، مذہب اور قوموں کے انسانی زمروں سے بالاتر ہے بلکہ پرجاتیوں کی تقسیم اور تقسیم کے زمروں سے بھی بالاتر ہے۔ نامیاتی اور غیر نامیاتی دنیا کی بھی یہ تحریک ایک منفرد واقعہ ہے جو دوسری صورت میں اکٹھا کرتی ہے۔ انسانوں کو ایک پلیٹ فارم پر کسی ایک مسئلے کے گرد منقسم کرتا ہے، انہیں ایک مقصد کے لیے جدوجہد کرنے کے لیے متحرک کرتا ہے تاکہ پیدا ہونے والے اور غیر پیدا ہونے والے تمام جانداروں کی حفاظت کی جاسکے۔

12.9 سول سوسائٹی پر تنقید (Criticism on Civil Societies)

اگرچہ ہندوستان میں سول سوسائٹی کی تحریکوں نے جمہوریت، گورننس اور سماجی انصاف کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے، وہ بھی کئی بنیادوں پر تنقید کا نشانہ بنتے ہیں:

1. احتساب کا فقدان - بہت سی سول سوسائٹی کی تنظیمیں سخت ضابطوں کے بغیر کام کرتی ہیں، جس کی وجہ سے ان کے کام کاج میں شفافیت، مالی بدانتظامی اور غیر احتسابی کے بارے میں خدشات پیدا ہوتے ہیں

2. غیر ملکی اثر ورسوخ اور فنڈنگ—کچھ ترکیاں غیر ملکی زرائع سے فنڈنگ حاصل کرتی ہیں، ان کے محرکات، قوم مفاد اتاور ملکی ماملاتیں ممکنہ بیرونی مداخلت کے بارے میں سوالاتا ٹھاتی ہیں۔

3. سیاسی تعصب - بہت سی سول سوسائٹی کی تحریکوں پر مخصوص سیاسی نظریات یا جماعتوں کے ساتھ اتحاد کرنے کا الزام لگایا جاتا ہے، جو ان کی ساکھ اور معروضیت کو کم کر سکتا ہے۔

4. خلل انگیز احتجاج - جب کہ احتجاج ایک جمہوری حق ہے، کچھ تحریکیں عوامی زندگی، بنیادی ڈھانچے اور اقتصادی سرگرمیوں میں خلل ڈالتی ہیں، جس سے تکلیف اور مالی نقصان ہوتا ہے۔ اشرافیہ اور شہری توجہ - بہت سے سول سوسائٹی گروپس کی قیادت شہری دانشور اور این جی اوز کرتے ہیں، جو اکثر نچلی سطح کی آوازوں کی نمائندگی کرنے میں ناکام رہتے ہیں، خاص طور پر دیہی اور پسماندہ کمیونٹیز میں۔

6. ٹکڑے ٹکڑے اور اتحاد کا فقدان - مختلف حرکات اکثر سائلو میں بغیر کسی متحد وژن کے کام کرتی ہیں، جس سے بڑے پیمانے پر نظامی تبدیلی کو حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

7. محدود طویل مدتی اثر - اگرچہ سول سوسائٹی کی تحریکیں بیداری اور پالیسی میں تبدیلیاں لاسکتی ہیں، لیکن ان کا اثر اکثر عارضی یا کمزور نفاذ اور فالواپ میکانزم کی وجہ سے محدود ہوتا ہے۔

8. ترقیاتی منصوبوں کے خلاف مزاحمت- کچھ تحریکیں بڑے پیمانے پر صنعتی یابنیادی ڈھانچے کے منصوبوں کی مخالفت کرتی ہیں، جو کہ ماحولیاتی خدشات کو دور کرتے ہوئے، اقتصادی ترقی اور روزگار پیدا کرنے میں بھی رکاوٹ بن سکتی ہیں۔

9. قانونی اور ریگولیٹری چیلنجز- حکومتوں نے سول سوسائٹی کی کچھ تنظیموں پر قانونی فریم ورک سے باہر کام کرنے کا الزام لگایا ہے، جس کی وجہ سے FCRA (فارن کنٹری بیوشن ریگولیشن ایکٹ) کی جانچ پڑتال جیسی پابندیاں لگتی ہیں۔

10. میڈیا سنسنی خیزی- کچھ تحریکیں غیر متناسب میڈیا کی توجہ حاصل کرتی ہیں، جس کی وجہ سے اتنے ہی اہم لیکن کم نظر آنے والے سماجی مسائل کو نظرانداز کیا جاتا ہے

ان تنقیدوں کے باوجود، سول سوسائٹی جمہوریت کا ایک اہم ستون بنی ہوئی ہے، جو ہندوستان میں انسانی حقوق، شفافیت، اور گورننس اصلاحات کی وکالت کرتی ہے۔

12.10 اکتسابی نتائج (Learning outcomes)

اس اکائی میں ہم نے

- سول سوسائٹی کے تصور پر بحث کو سمجھا
- ہندوستان میں سول سوسائٹی کے کردار کا جائزہ لیا۔
- مختلف مسائل کو اجاگر کریں اور ان کو کم کرنے کے لیے تجاویز کی معلومات حاصل کیا۔
- جمہوریت پرست نئی سماجی تحریکیں کو جانا۔

12.11 کلیدی الفاظ (Keywords)

ماحولیاتی تحریک:

یہ ایک اصطلاح ہے جو شعور پیدا کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے اور EOPLE کی قدرتی ماحولیاتی تحفظ کے لیے ایک بڑھتی ہوئی منظم تحریک ہے۔

ماحولیاتی وسائل کا تحفظ

یہ ایک اصطلاح ہے جو قدرتی وسائل کے تحفظ اور تخلیق کو بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

12.12 نمونہ امتحانی سولات (Model Examinations Questions)

12.12.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answers Type Questions)

1. سول سوسائٹی" سے کیا مراد ہے؟

(a) سرکاری ادارے

(b) غیر سرکاری ادارے

(c) سیاسی جماعتیں

(d) فوج

جواب۔۔۔ غیر سرکاری ادارے

2 سول سوسائٹی کی تنظیمیں عام طور پر خود مختار ہیں۔.

(a) میڈیا

(b) حکومت

(c) کارپوریشن

(d) مذہبی ادارے

جواب۔۔۔ حکومت

3 . حکومتوں کو جوابدہ بنانے میں سول سوسائٹی کی تنظیموں کا کیا کردار ہے؟

(a) قوانین کو نافذ کرنا

(b) سیکورٹی فراہم کرنا

(c) انتخابات کرانا

(d) حکومتی اقدامات کی نگرانی کرنا

جواب۔۔۔۔ حکومتی اقدامات کی نگرانی کرنا

4سول سوسائٹی کی تنظیمیں اکثران سے متعلق سرگرمیوں میں مشغول رہتی ہیں۔.

(a)منافع پیدا کرنا

(b)ماحولیاتی تحفظ

(c)فوجی آپریشن

(d)ٹیکس جمع کرنا

جواب۔۔ماحولیاتی تحفظ

12.12.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. سول سوسائٹی کا بنیادی تصور کیا ہے اور اس کی تعریف کس طرح کی جاسکتی ہے؟

2. ہندوستان میں سول سوسائٹی کی تاریخی جڑیں کہاں تک جاتی ہیں؟

3. سول سوسائٹی اور حکومت کے درمیان کیا بنیادی فرق ہے؟

4. سول سوسائٹی کی کون سی بڑی تحریکیں بھارت میں جمہوریت کو مضبوط کرنے میں مددگار رہی ہیں؟

5. سول سوسائٹی تنظیمیں حکومت کو جوابدہ بنانے میں کس طرح مدد دیتی ہیں؟

12.12.3 طویل جوبات کے حامل سولات(Long Answer Type Questions)

1. سول سوسائٹی کے تاریخی پس منظر اور اس کے ارتقا پر تفصیلی روشنی ڈالیں، خاص طور پر ہندوستان کے تناظر میں۔

2. سول سوسائٹی کا جمہوری ریاست میں کیا کردار ہوتا ہے؟اس کے مختلف پہلوؤں پر تفصیل سے بحث کریں۔

3. ہندوستان میں سول سوسائٹی کی ترقی پر سماجی اور سیاسی تحریکوں کے اثرات کی وضاحت کیجئے۔

4. سول سوسائٹی اور حکومت کے درمیان تعلقات اور ان کے درمیان حائل چیلنجز پر تجزیاتی تبصرہ کریں۔

5. ہندوستان میں سول سوسائٹی کی کامیابیوں اور اس کے موجودہ مسائل پر تفصیلی بحث کریں۔

تجویز کردہ کتابیں (Suggested Readings)

1. Palekar, S. A. (2009). *Comparative Politics and Governments*, New Delhi: PHI Learning Private Limited.
2. Basu, D. D. (2019). *Introduction to the Constitution of India* Generic.
3. Subhash Kashyap (2020). *Our Parliament*, National Book Publishers.
4. Fadia, B. L. (2018). *Indian Government and Politics*, Sahitya Bhawan Publications, New Delhi.
5 O.P. Gauba, *An Introduction to Political Theory*, National Publishing House, New Delhi, 2017.
6 Amal Ray and Mohit Bhattacharya, *Political Theory: Ideas and Institutions*, The World Press Pvt. Ltd., Kolkata, 2005.
7 R.C. Agarwal, *Political Theory* (Principles of Political Science, S. Chand & Company Ltd., New Delhi, 1994.
8 S. Meyani, *Political Science for Law Students*, Allahabad Law Agency, Allahabad.
9 A.C. Kapoor, *Principles of Political Science*, S. Chand Publishing House, New Delhi, 1950.
10 V.D. Mahajan, *Political Theory*, S. Chand Publishing House, New Delhi, 2010.
11 A. Chhabra, *Foundations of Political Science*, Malhotra Book Depot, Jalandhar, 1983-84.
12 Bluntschli, *Theory of the State*, Bk. III Chs. 1-3, Oxford Translation, 1892.
13 Prof. Gilchrist, *Political Science*, 6th edition, 1938.
14 Aronoff, Myron J and Jan Kubik, *Anthropology and Political Science: A Convergent Approach. 2012*.
15 Sarmah, Durga Kant, *Political Science, New Age* International Publishers, New Delhi, 2004
16 David Easton, *Alternative Strategies in Theoretical Research in Varieties of Political Theory*, Englewood Cliffs, 1966.
17 Pokhraj Jain and N.D. Arora, Political Science, SBPD Publishing House, Agra, 2014-15
18 R.L. Gupta, *Political Theory*, Sultan Chand & Sons, New Delhi, 2003.
19 Imaan Ali, Higher Secondary *Political Science*, Nasim Publication, Kolkata, 2014.
20 Baxi, Upendra, (1986), *Towards A Sociology of Indian Law*, Satvahan, New Delhi
21 Basu, D.D. (1972), *Limited Government and Judicial Review*.
22 Lingat, Robert (1973), *The Classical Law of India*, Thomson Press, New Delhi.
23 Stokes, Eric, (1959), *The English Utilitarian & India*, Cambridge, London.
24 Sarbani Sen (2011), *The Constitution of India*, Popular Sovereignty and Democratic Transformations, Oxford University Press 2011.
25 Bakshi, P.M (1997) *Constitution of India*, Universal Law Publishing, Delhi.
26 D.D. Basu (1998) *Introduction to Indian Constitution*. The Edition, practice Hall of India Private Limited, New Delhi 1998.
27 Jenning, W. Ivor, (1953) *Some characteristics of Indian Constitution,* Madras, Oxford University Press (2001)
28 Shukla V.N. *Constitution of India,* 10th Edition, eastern Book Company, Lucknow, 2001.
29 Subhash C. Kashyap, (2021) *Our Constitution*, National Book Trust, New Delhi.
30 Baxi, Upendra, (1986), *Towards A Sociology of Indian Law*, Satavahana, New Delhi
31 Lingat, Robert (1973), *The Classical Law of India*, Thomson Press, New Delhi.
31 Stokes, Eric, (1959), *The English Utilitarian & India,* Cambridge, London.
32 K.K. Ghai, *Indian Government and Politics* (Sage, 2016)

33 .D. Basu, *Introduct ion to the Constitution of India* (Prentice Hall, 2015)
37 M.V. Pylee, *Introduction to the Constitution of India* (Viksh, 2009)
34 B.L. Fadia, Indian Government and Politics (Sahitya Bhawan, 2016)
35 Abdul Quayum (2011) *Hindustan ki Huqumat aur Siyasat*, Hyderabad: Nisaab Publications
36 Ian Adams and R.W. Dyson, *Fifty Major Political Thinkers* (Routledge, 2007).
37 Jonathan Wolff - *An Introduction to Political Philosophy* (Oxford, 2007).
38 A.R. Murry, *An Introduction to Political Philosophy* (Routledge and Kegan, 2010).
39 Antony Black, *The History of Islamic Political Thought* (Edinburg, 2011).
40 Hashim Qidwai, *Europe Ke Azeem SiyasiMufakkareen* (Taraqqi Urdu Board)
41 Mohd. Mujeeb, *Tareeq PhalsafaSiyasiyat* (Taraqqi Urdu Board)
42 Ahmad, Imtiaz, Ghosh, Partha S. and Reinfeld Helmut (ed.) *Pluralism and Equality: Values in Indian Society and Politics*, (Sage, New Delhi, 2000).
43 Alavi, Hamza. *'Peasants and Revolution'* in Desai A. R. (ed.) Peasant Struggles in India, (Oxford University Press, Bombay, 1979).
44 Almond, Gabriel. *Comparative Politics: A Developmental Approach*, (Little Brown, Boston 1956).
45 Almond, Gabriel, and Verba, Sidney. *The Civic Culture* (Little Brown, Boston, 1963).
46 Altschull, Herbert J., *Agents of Power: The Role of the News Media in Human Affairs*, (Longman, New York, 1994),
47 Amin, Samir, *Accumulation on a World Scale: A Critique of the Theory of Underdevelopment*, (New York: Monthly Review Press, 1974).
48 Anthony, H. Birch, The Concepts and Theories of Modern Democracy, (Routledge, London, New York, 2001).
49 Arndt, H.W., "*The Trickle-Down Myth'. Economic Development and Cultural Change,* October, 1993.
50 Arndt, H.W., *Economic Development: The History of an Idea*, (University of Chicago Press, Chicago, 1987).

نمونہ امتحانی پرچہ

ہندوستانی حکومت اور سیاست

جملہ نمبرات:۷۰ Maximum Marks: 70 وقت:۳گھنٹے Time: 3 hours

ہدایات:

یہ پرچہ تین حصوں پر مشتمل ہے، حصہ اول، حصہ دوم، حصہ سوم۔ ہر جواب کے لیے لفظوں کی تعداد اشارتی ہے۔ تمام حصوں سے سوالوں کا جواب دینا لازمی ہے۔

1۔ حصہ اول میں 10 لازمی سوالات ہیں جو کہ معروضی سوالات ہیں۔ ہر سوال کا جواب لازمی ہے۔ ہر سوال کے لیے ایک نمبر مختص ہے۔ (1x10=10 Marks)

2۔ حصہ دوم میں 8 سوالات ہیں۔ اس میں سے طالب علم کو کوئی 5 سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کا جواب تقریباً دو سو (200) لفظوں پر مشتمل ہونا چاہیے۔ ہر سوال کے لیے 06 نمبرات مختص ہیں۔ (5x6=30 Marks)

3۔ حصہ سوم میں 5 سوالات ہیں۔ اس میں سے طالب علم کو کوئی 3 سوال کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کا جواب تقریباً پانچ سو (500) لفظوں پر مشتمل ہونا چاہیے۔ ہر سوال کے لیے 10 نمبر مختص ہیں۔ (3x10=30 Marks)

حصہ اول

سوال:(1)

(i) ڈاکٹر بھیم راو امبیڈکر کس کمیٹی کے چیئرپرسن تھے؟

(a) کمیٹی برائے بنیادی حقوق (b) آئین تیار کرنے والی کمیٹی (c) کمیٹی برائے وفاقی نظام (d) کمیٹی برائے شہریت

(ii) پارلیمانی طرز حکومت کا نظریہ کس ملک سے ماخوذ ہے؟

(a) فرانس (b) جاپان (c) آئیرلینڈ (d) برطانیہ

(iii) اصل آئین ہند میں کل کتنے آرٹیکل تھے؟

394(a) 395(b) 396(c) 397(d)

(iv) بنیادی حقوق کا محافظ کس کو کہا جاتا ہے؟

(a) مقننہ (b) عاملہ (c) عدلیہ (d) ان میں کوئی نہیں

(v) دفعہ میں 17 کس طرح کی توضیعات ہے؟

(a)حق تعلیم (b)چھوت چھات کا خاتمہ (c)حق زندگی (d)حق املاک

(vi) پارلیمنٹ بنا ہوتا ہے

(a)چیف جسٹس (b)صرف صدر ہندوستان (c)صرف پارلیمینٹ (d)صدر و پارلیمینٹ

(vii) امریکہ میں عاملہ کی مدت کتنے سال کی ہوتی ہے؟

2(a) 4(b) 5(c) 8(d)

(viii) ۔ہندوستانی دستور میں بنیادی حقوق کہاں کے دستور سے اخذ کیا گیا ہے؟

(a)آسٹریلیا (b)کنیڈا (c)امریکہ (d)برطانیہ

(ix) مندرجہ ذیل میں سے کس ملک میں پارلیمانی عملہ ہے؟

(a) امریکہ (b)برازیل (c)انگلینڈ (d) ہندوستان

(x) پارلیمانی حکومت میں حقیقی سربراہ کون ہوتا ہے؟

(a) صدر جمہوریہ (b)وزیر اعظم (c)بادشاہی (d) ان میں تمام سبھی

حصہ دوم

(2) اقلیت سے مطلق حقوق کو مختصر طور پر بیان کیجئے۔

(3) انتظامیہ کے مختلف قسمیں پر غور کیجئے۔

(4) مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کی اہمیت پر روشنی ڈالیئے۔

(5) ہندوستانی سپریم کورٹ کی ساخت پر مختصر نوٹ لکھئے۔

(6) مالیاتی کمیشن پر ایک نوٹ لکھیے۔

(7) صدر عاملہ کے فرائض بیان کیجیے۔

(8) دستور کے معنیٰ اور مفہوم بیان کیجئے۔

(9) جمہوری لامرکزیت کے تصور پر روشنی ڈالیے؟

حصہ سوم

(10) آئین ہند کی اہم خصوصیات بیان کیجیے۔

(11) عاملہ کے اختیارات اور فرائض بیان کیجیے۔

(12) عدلیہ کے فرائض کو تفصیل سے بیان کیجئے۔

(13) راجیہ سبھا کے چیرمین پر تفصیل سے نوٹ لکھئے۔

(14) بنیادی حقوق کی خصوصیات بیان کیجئے۔